صحیفۂ ٹیپو سلطان

محمود بنگلوری

136100

سنہ ۱۹۴۷ء

بار اوّل

قیمت چار روپے

نذر

اے شمعِ آزادی اور اے شہیدِ ملک و ملت :-

"تاریخ سلطنتِ خداداد" کے بعد اسی موضوع پر میری اس دوسری کتاب کو میں تیری بارگاہِ عالی میں عقیدت کے ہاتھوں پیش کر رہا ہوں - اسی خیال سے میں نے اس کتاب کے ابتدائی اوراق تیرے گنبدِ اعلیٰ کے سایہ میں بیٹھ کر لکھے ہیں ۔

خدا کرے کہ یہ کتاب ان فرزندانِ وطن کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہو۔ جو ملک کی آزادی اور سربلندی کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں "

محمود

فہرست مضامین

حصّہ اوّل

	صفحہ
مقدمہ	۹
ماخذ	۲۶
ٹیپو سلطان مختصر سوانح حیات	۳۷
سلطان اور ریاست میسور	۵۱
سلطنت خداداد کی تقسیم	۷۴
اپنی ہندو رعایا سے سلطان کا سلوک	۷۶

ملخص مکاتیب سلطانی کا مقدمہ از کرک پیٹرک	۹۲
مکاتیب سلطانی کا تجزیہ کرنل بٹسن کی کتاب سے	۱۰۵
حیاض سلطانی	۱۰۹
تقویم سلطانی	۱۱۲
مکاتیب سلطانی	۱۱۳

مقدمہ

"تاریخ سلطنت خداداد" کی اشاعت کے بعد خاص اس موضوع پر میری دوسری کتاب ہے۔

اس سلطنت کی تاریخ سے دنیا یا کم از کم ہندوستان تو بالکل اندھیرے میں تھا۔ خاص کر میسور کے مسلمان گو اس سلطنت کے دونوں حکمرانوں کے نام سے واقف تو تھے، مگر ان کی عظمت و اہمیت کو بھول چکے تھے۔ سرنگاپٹم میں ایک سالانہ عرس ہوتا ہے۔ کچھ لوگ جمع ہوتے ہیں۔ ان میں بعض تو سمجھتے ہیں کہ گنبدِ اعلیٰ میں جو مزارین ہیں۔ ان میں ایک نواب[1] کی قبر

[1] میسور میں حیدر علی کو نواب ہی کہا جاتا ہے یا بہادر صاحب۔

ہے۔ اور دوسری ایک بادشاہ کی ہے، جس نے یہاں حکومت کی تھی اور بس۔ اور بعض مسلمان وہ ہیں جو ایک ولی[1] اور شہید کی بارگاہ میں حاضر ہونا باعثِ ثواب سمجھتے ہیں۔ اور باقی لوگ صرف تفریح اور کھیل تماشوں کے لئے آتے ہیں۔

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ صرف سو سوا سو سال کے اندر اندر ہندوستان نے ان جلیل القدر ہستیوں اور خصوصاً ٹیپو سلطان اور اس کے کارناموں کو کیوں بھلا دیا؟۔ اس کا جواب صرف یہ ہے کہ یہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی پالیسی تھی۔ جس نے ملک کی ذہنیت کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔ اس کے لئے اُس نے جو طریقے اختیار کئے۔ حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ ٹیپو سلطان کی شہادت کے فوراً بعد ہی جب سرنگا پٹم میں سلطانی محل اور دفاتر پر قبضہ ہو گیا۔ تو فاتحین نے ایک ایک کاغذ چن کر بلکہ سلطان کے وہ خطوط اور فرامین بھی جو اُس نے عمالانِ حکومت کو لکھے تھے، حاصل کر لئے اور انہیں انگلستان بھیج دیا۔

۲۔ سلطان کے نظامِ سلطنت کو یکسر اور فوراً بدل دیا گیا۔

۳۔ ملک[2] میں قوانین کے ذریعہ ایک ایسی پالیسی اختیار کی گئی۔ کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے خلاف، میسور تو ایک طرف، کل ہندوستان میں خود کوئی انگریز بھی کچھ نہ لکھ سکتا تھا۔

---

[1] حیدر علی کو بعض لوگ ولی بھی سمجھتے ہیں۔

[2] ملک سے مراد خاص میسور ہی نہیں، بلکہ پورا ہندوستان ہے۔

۴۔ مدرسوں میں پڑھانے کے لئے ایسی تاریخیں لکھائی گئیں۔ کہ ان سے سوائے چند جنگوں کے اور حالات معلوم نہ ہو سکیں۔

۵۔ ان مروجہ تاریخوں کے ذریعہ پڑھنے والوں کے یہ ذہن نشین کرایا گیا۔ کہ جس طرح اور دیسی حکمرانوں کی حکومت ملک کے لئے عذاب تھی ایسی ہی سلطان کی حکومت بھی تھی جس سے ایسٹ انڈیا کمپنی نے نجات دلائی۔

۶۔ ان تاریخوں کا یہ بھی مقصد تھا کہ ملک میں اختلافات و تعصب کو بڑھایا جائے۔

۷۔ ملک میں جس طریقۂ تعلیم کو رائج کیا گیا۔ اس کا اصلی مقصد نہ صرف حکومت کا کام چلانے کے لئے ملازموں کا حاصل کرنا تھا بلکہ انہیں ایسے گورکھ دھندوں میں مبتلا کرنا تھا۔ کہ وہ کسی دوسری طرف توجہ ہی نہ کر سکیں۔

ان حالات اور اس پالیسی کے تحت یہ ناممکن تھا۔ کہ ہندوستان اس بطلِ جلیل کے کارناموں سے صحیح طور پر واقف ہو سکتا۔ اس طرح اس پر ایک صدی سے زیادہ زمانہ گزر گیا لیکن آخر ہندوستان کو ساحرِ انگلستان نے جو پیالہ حشیش کا دیا تھا۔ اس کا نشہ بتدریج اترنا شروع ہوا۔ یا

---

[1] علاوہ اور تدبیروں کے میری مراد یہاں فورٹ ولیم کالج کلکتہ سے بھی ہے۔ جو مارکوئیز آف ولزلی نے اٹھارھویں صدی کے آغاز میں قائم کیا تھا (بقیہ صفحہ ۱۲ پر دیکھو)

دوسرے الفاظ میں اگر میں یہ کہوں۔ تو زیادہ صحیح ہوگا۔ کہ ساحلِ کاویری پر وطنِ عزیز کے لئے جو خون بہایا گیا تھا، وہ اپنا رنگ لانے لگا۔

ہندیاں منکر ز قانونِ فرنگ　　　　در نگیرد سحر و افسونِ فرنگ
روح را بارِ گراں آئینِ غیر　　　　گرچہ آید ز آسمان آئینِ غیر (اقبالؒ)

ملک کی بیداری کا نتیجہ ایک یہ بھی نکلا۔ کہ تاریخوں کی چھان بین شروع ہوئی۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ حکومت نے مدرسوں میں جو تاریخی کتابیں رائج کی ہیں، ان میں کوئی سچائی بھی ہے یا نہیں؟۔ یا یہ تصویر کا ایک ہی رخ دکھلا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱) اور یہاں سے اردو زبان میں نظم و نثر میں قصے کہانیوں کی بہت سی کتابیں شائع ہوئیں۔ ان میں ایک خطبات جمعہ بھی ہے۔ گو زبان کی خدمت کے لحاظ سے یہ کتابیں چاہے جو قدر و قیمت رکھیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ ہندستان کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً ناکارہ اور مفلوج بنانے میں ان کتابوں نے بہت کام کیا ہے۔ ان کے ذریعہ توکل، صبر، قناعت۔ مال و دولت سے نفرت اور دنیا کی بے ثباتی کا نہایت موثر سبق دیا گیا۔ (فورٹ سنٹ جارج مدراس میں بھی دکھنی زبان میں چند کتابیں نکلیں جن میں انوارِ سہیلی بہت مقبول ہوئی) جسے علامہ اقبالؒ نے لکھا ہے ؎

تم اسے بیگانہ رکھو عالمِ کردار سے　　　　تا بساطِ زندگی میں اس کے سب مہرے ہوں مات
خیر اسی میں ہے قیامت تک رہے مومن غلام　　　　چھوڑ کر اوروں کی خاطر یہ جہانِ بے ثبات
ہے وہی شعر و تصوف اس کے حق میں خوب تر　　　　جو چھپا دے اس کی آنکھوں سے تماشائے حیات

(ارمغانِ حجاز)

رہی ہیں؟ نیز یہ کہ کیا یہ صحیح ہے۔ کہ دیسی حکمران واقعی ایسے ہی تھے۔ جیسے یہ تاریخیں دکھلا رہی ہیں۔

یہ بالکل ناانصافی ہوگی۔ کہ اگر میں سارے کا سارا الزام انگریزی مؤرخوں کے سر منسوب کر دوں، اس قسم کی تاریخیں لکھنے میں خود ہندوستانی بھی کچھ کم سرگرم نہیں رہے ہیں۔ اگر انگریزی مؤرخوں نے تاریخ لکھتے وقت اپنی مصلحتوں کو مدِنظر رکھا تھا تو ہندوستانی مؤرخوں نے صرف جلبِ منفعت کی خاطر ہی نہیں بلکہ اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے بھی ایسی تاریخیں لکھ کر ہندوستان کے بچوں کے ہاتھ میں دیں۔ ان کا فرض تھا۔ کہ کچھ صحیح حالات تلاش کر کے نکالیں۔ لیکن اس کی بجائے انہوں نے یہ غضب کیا۔ کہ نہ صرف انگریزی مؤرخوں کی نقل اپنے الفاظ میں کی۔ بلکہ بہت سے ایسے روشن پہلوؤں کو بھی نظر انداز کر دیا۔ جن کا کچھ نہ کچھ اشارہ انگریزوں کی لکھی ہوئی تاریخوں میں پایا جاتا ہے۔ یہی بے انصافیاں میسور کی تاریخ کے ساتھ بھی ہوئی ہیں۔ بلکہ میں یہ بھی کہوں گا۔ کہ تاریخ میں تغلق اور عالمگیر کو جس طرح بدنام کیا گیا، اس سے بدرجہا بڑھ کر سلطان کی ذات کو ہدف بنایا گیا۔ اور تذلیل و تحقیر کا کوئی پہلو نہیں چھوڑا گیا ہے۔ یہاں تک کہ کتوں کے نام تک اس سلطان کے نام پر رکھے گئے۔ ان حالات میں اگر ملک ٹیپو سلطان کی حقیقی عظمت کو بھول جائے۔ تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

اب یہاں دریافت کیا جائے گا۔ کہ سلطان جب مسلمان تھا، تو مسلمان ہی اس کے کارناموں کو کیوں بھول گئے؟ اس کا جواب دیتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ میسور کے مسلمان تو خیر ایک طرف، ہندوستان بھر کے مسلمانوں نے

اس ڈیڑھ صدی میں تاریخ نویسی پر بہت کم توجہ دی ہے۔ حالانکہ اس فن کی ایجاد خود ان کے اسلاف نے کی تھی۔ ایک قوم کی ترقی کے لئے تاریخ ہی وہ بنیادی اینٹ ہے جس پر ترقی کی عمارت اُٹھائی جا سکتی ہے لیکن اس کو چھوڑ کر ان کا رجحان زبان و ادب کی ترقی کے پردے میں بے سروپا اور عریاں افسانوں پر جو مذہب، اخلاق اور انسانیت کے لئے زہرِ قاتل ہیں اور بیسویں صدی کی جنہیں علامہ اقبال نے غلاموں کا آرٹ لکھا ہے، پر مبذول ہو چکا ہے اور ہماری نئی نسل اسی زہریلی فضا میں پروان چڑھ رہی ہے۔

ملک کے ان مایوس کن حالات میں "تاریخ سلطنتِ خداداد" کی اشاعت ہوئی اور خدا کا شکر ہے کہ اس نے اس کتاب کو میری اُمیدوں سے بڑھ کر مقبولیت عطا کی۔ نہ صرف میسور بلکہ پورے ہندوستان میں ایک برقی لہر دوڑ گئی ہندوستان چونک اُٹھا کہ آج سے ڈیڑھ صدی پیشتر خاکِ میسور نے کن جلیل القدر شخصیتوں کو پیدا کیا تھا۔ اور خصوصاً وہ عظیم المرتبت ہستی جس نے ہندوستان میں سب سے پہلے

"ہندوستان ہندوستانیوں کے لئے ہے"

کی آواز بلند کی۔ اور ہر ممکن طریقے سے اپنے وطن عزیز کو غیروں کے جوئے سے بچانے کی کوشش کی۔ اور یہی وہ بطلِ جلیل ہے جس نے

سودیشی تحریک

اور

تحریک ترک موالات

کی بنیاد بھی ہندستان میں سب سے پہلے ڈالی (مکاتیب نمبر ۱۰۲ و نمبر ۴۲۳) اور یہی وہ مجسمۂ انسانیت ہے جس نے ہندستان میں سب سے پہلے اپنی سلطنت میں "زمینداری سسٹم" کو ختم کر کے زمینداروں کے ظلم و ستم سے کسانوں کو رہائی دلائی[1]

اور یہاں میں یہ اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ٹیپو سلطان کی عظمت کو نمایاں کرنے میں علامہ سر اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کچھ کم حصّہ نہیں لیا۔ آپ کی سرنگاپٹم میں تشریف آوری اور اخبار "انقلاب" لاہور میں آپ کے مضامین اور اس کے بعد "جاوید نامہ" کی اشاعت نے شک میں سلطان کی شہرت کو اور وسیع کر دیا مجھے حیرت ہے کہ اس حکیم ملت نے ایک ہی دن میں اپنی روحانی بصیرت سے وہ سب کچھ دیکھ لیا جس کو ہندوستان ڈیڑھ سو سال کے عرصہ میں نہ دیکھ سکا تھا۔ ان آنکھوں نے یہاں دیکھا۔ ع

مشرق اندر خواب و بیدار بود (اقبالؒ)

راقم الحروف، مدۃ العمر کبھی ان زریں گھڑیوں کو بھول نہ سکے گا۔ جو اس حکیم ملت کی معیت میں بسر ہوئیں اور شاید ہی یہ فخر کسی کو حاصل ہوگا۔ کہ ٹفن کل میں کھانے کے وقت، جب میں اپنا برتن (جنوبی ہند کے رواج کے مطابق) الگ لے بیٹھا تو آپ نے اس کو کھینچ کر علیحدہ کر دیا۔ اور آپ کے روبرو جو برتن تھا اس میں نہ صرف کھانے کو کہا۔ بلکہ اپنے ہاتھ سے نوالے تک بنا کر میرے

---

[1] ہاڈرن میسور۔

منہ میں دے ! ۔

بہر طور ہندوستان کی اس جلیل القدر ہستی یعنی ٹیپو سلطان کی شہرت کو، باوجود موانعات اور قوم کی غفلت کے، ہندوستان میں آزادی کے دیوانوں کے لئے ایک نہ ایک دن مشعل راہ بننا تھی اور وہ بن کر رہی۔ اور جو کوششیں بھی اس کی یاد کو مٹانے کے لئے کی گئیں۔ بیکار ثابت ہوئیں۔

نورِ خدا تھا[1] کفر کی حرکت پہ خندہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا (مولانا ظفر علی خاں)

اور اس کا اندازہ ان جلسوں سے ہو سکتا ہے۔ جو ملک کے طول و عرض میں "یوم ٹیپو سلطان" کے نام سے ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں۔ اس سلسلے میں مجھے کئی مقاموں سے جلسوں میں شرکت کی دعوتیں آئیں۔ چونکہ میں فن تقریر سے عاری ہوں۔ اس لئے میں نے انکار کر دیا۔ بعض بعض مقاموں سے مقالے بھی طلب کئے گئے۔ میں نے عمداً ان کی بھی تعمیل نہیں کی۔ کیونکہ سلطان اور اس کی سلطنت کے متعلق مجھے جو کچھ لکھنا تھا، میں نے تفصیلاً یا اجمالاً تاریخ سلطنت خداداد میں لکھ دیا تھا۔ اور اس صورت میں اگر کوئی مقالہ لکھا بھی جاتا۔ تو کوئی نئی بات پیش نہ کی جا سکتی۔

لیکن میں اس امر سے غافل بھی نہیں تھا کہ سلطان کے حالات جو میں نے لکھے تھے۔ ابھی بہت کچھ تشنہ تھے۔ مجھے عرصہ سے تلاش تھی۔ کہ سلطان کے

---

[1] اصل شعر میں "ہے" لکھا ہوا ہے۔ میں نے یہاں عمداً "تھا" استعمال کیا ہے۔

متعلق مؤرخوں کی کتابوں کو چھوڑ کر کچھ داخلی شہادتیں بھی حاصل ہو جائیں۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ عرصہ تک مجھے اس میں ناکامی سے سابقہ رہا۔ اور جیسا کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں، فاتحین (انگریزوں) نے سلطانی محل پر قبضہ کر کے ایک ایک کاغذ چن کر انگلستان بھیج دیا تھا۔ اس کے افسروں سے احکام و فرامین تک واپس لے لیے گئے تھے۔ بلکہ یہاں تک کیا گیا کہ سلطان کے خاص خاص احکام تک قاضیوں وغیرہ سے واپس لے کر یا تو واپس نہیں کئے گئے یا ان میں تحریف کر دی گئی۔ بہرحال مجھے معلوم ہوا کہ درگاہوں کے اوقاف کی سندات بھی واپس لے کر پورنیا کے دستخط سے نئی سندیں دی گئیں تعجب نہیں کہ مندروں میں بھی یہی کارروائی کی گئی ہو۔

اس صورت میں یہ کیسے ممکن تھا کہ سلطان کے متعلق کوئی چیز پیش کی جاتی لیکن میں مایوس نہیں ہوا تلاش جاری رکھی۔ اور مختلف لوگوں سے جہاں مجھے گمان تھا کہ کچھ موجود ہوگا، دریافت کرتا رہا۔ اس سلسلہ میں انگلستان کی ایک فرم نے مجھے چند مطبوعہ کتابوں کی اطلاع دی۔ اور ان میں کرنل ولیم کرک پیٹرک کی کتاب "منتخب مکاتیب سلطانی" کا نام بھی تھا۔ میں نے اس کتاب کے لیے لکھا تو اس فرم نے اس قدر گراں قیمت طلب کی کہ میں اس کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ اور ابھی میں خط و کتابت ہی کر رہا تھا کہ دوسری جنگ عظیم (۱۹۳۹ء۔ ۱۹۴۵ء) کا یورپ میں آغاز ہو گیا۔ اور میں نے سمجھا کہ شاید اب یہ کتاب نہ مل سکے گی لیکن مشیت الٰہی کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ الطاف حسنہ سے یہ کتاب ایک اور ذریعہ سے حاصل ہو گئی! الحمد للہ!!۔

یہ کتاب ۱۸۰۱ء میں طبع ہوئی تھی۔ اور یہ امر خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ ٹیپو سلطان پر جس قدر بھی کتابیں شائع ہوئیں، وہ سرنگاپٹم کے زوال کے دس بارہ سال کے اندر اندر ہی شائع ہوئیں۔ اور اس وقت جیسا کہ دوسری جگہ لکھا گیا ہے، انگلستان کو یا ان کتابوں کے مصنفوں کو ان کتابوں کے لکھنے کی ضرورت تھی۔ بہرطور اس کتاب کے حاصل ہونے پر میں نے نہایت غور و فکر سے اس کا مطالعہ کیا۔ اس لئے کہ مجھے جس چیز کی ضرورت تھی، اس کا کچھ حصہ اس میں موجود تھا۔ اس کے بعد ایک مشکل یہ پیش آئی کہ کرک پیٹرک نے جن کاغذات، کتابوں فرامین و احکام کا حوالہ دیا ہے، وہ بھی یہاں نہیں مل سکتے تھے۔ لیکن مجھے یقین تھا کہ کہیں نہ کہیں، اور کسی نہ کسی کے پاس کچھ بچی کھچی چیزیں ضرور موجود ہونگی جن کی تلاش شروع کی۔ اور اس کے لئے ایک عرصہ لگ گیا۔ اور جو کچھ بھی حاصل ہوا۔ ان تمام کو یکجا جمع کر کے ان پر غور کیا۔ تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی، کیونکہ نہ صرف آزادیٔ ہند بلکہ

اسلام کی نشاۃِ ثانیہ

کا پہلا علمبردار بھی یہی سلطان ذی شان ہے۔ جو خاک سرنگاپٹم میں سو رہا ہے اس کا ثبوت ان احکام و فرامین سے ملتا ہے۔ جو اس نے اس بارۂ خاص میں جاری کئے۔ اور جن کی جھلک اس کے اعلان جہاد، فتح المجاہدین اور قاضیوں کے نام حکمناموں وغیرہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ میں نے یہاں جھلک کا لفظ عمداً استعمال کیا ہے کیونکہ جو لٹریچر مجھے ملا ہے۔ وہ یقیناً صفر کے برابر ہے[1] خدا جانے ایسے کتنے احکام

---

[1] اس کتاب سے سلطان کی جس جد و جہد کا پتہ چلتا ہے۔ وہ صرف (بقیہ حاشیہ صفحہ ۹ پر دیکھیں)

فرامین، انگلستان میں ابھی تک صیغۂ راز میں رکھے ہوئے ہونگے جن کا اعتراف خود کرک پیٹرک اپنی کتاب میں کر رہا ہے۔

جیساکہ میں اوپر لکھ چکا ہوں جب خاص میسور اور جنوبی ہند کے مسلمان اس سلطان کی بلند شخصیت اور عظمت سے ناواقف تھے۔ تو شمالی ہند کے مسلمان کیسے واقف ہو سکتے تھے۔ اس لئے مذہب کی نشاۃ ثانیہ میں جن بزرگوں نے حصہ لیا ان کے تذکروں میں جو کتابیں شمالی ہند میں لکھی گئیں، ان میں سلطان کا ذکر نہیں ہے۔ اس لئے میں یہاں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ اور حضرت سید احمد شہیدؒ نے جب یہی تحریک ہندوستان میں شروع کی تو گویا یہ اس تحریک کا دوسرا دور تھا۔ کیونکہ ان بزرگوں کی اس تحریک کا زمانہ ۱۸۲۴ء کا ہے۔ اور سلطان کی شہادت ۱۷۹۹ء میں ہوئی تھی۔

اپنے آپ کو آزاد، اپنی قوم کو آزاد اور اپنے وطن کو آزاد فارغ البال

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸) اس کے دور کے ابتدائی چار پانچ سال پر حاوی ہے۔ اس کے بعد کے گیارہ بارہ سال کے احکام وغیرہ ابھی تک پردۂ اخفا میں ہیں۔ بلکہ سب سے بڑھ کر افسوس یہ ہے کہ سلطان نے فتاوائے محمدی کے نام سے جو کتاب لکھی تھی اس کا پتہ ابھی تک نہیں ملا ہے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس کتاب کا کھوج لگائیں۔ یہ ایک بہت بڑی علمی و ملی خدمت ہے۔ سلطان کا روزنامچہ بھی ابھی تک لاپتہ ہے۔

اور سر بلند دیکھنے کی اس کے دل میں کس قدر تڑپ تھی۔ اس کا ثبوت اس کی فوجی، تجارتی، صنعتی اور زراعتی جد و جہد سے ملتا ہے۔ اس کی حب الوطنی کی مثال اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ[1] وہ کپڑا اور عیش و راحت کی چیزیں تو در کنار کبھی اپنے دستر خوان پر غیروں کے ملک کا نمک تک گوارا نہ کرتا تھا۔ بلکہ اپنی رعایا تک کو تاکید تھی کہ کرناٹک (انگریزی علاقہ) سے آنے والی چیزوں کو ہاتھ تک نہ لگائے[2]۔ اس کی دور بین آنکھوں نے دیکھ لیا تھا کہ کس طرح ملک کے اندرونی نفاق سے فائدہ اٹھا کر ایسٹ انڈیا کمپنی ملک پر تسلط جماتی چلی جا رہی تھی۔ اس نے ہندوستان کے تمام حکمرانوں کو کیا حیدر آباد، کیا مرہٹے اور کیا راجپوت اور کیا سکھ بلکہ گورکھوں[3] تک کو توجہ دلائی کہ اپنے تمام اختلافات کو مٹا کر ایک عام دشمن کے مقابل میں متحد ہو جائیں (اس کے یہ خطوط ابھی تک ان ریاستوں میں پائے جاتے ہیں) لیکن اس کی زیادہ تر توجہ حیدر آباد اور مرہٹوں پر تھی۔ کیونکہ ہندوستان کے دوسرے حکمرانوں کی نسبت یہ بہت زیادہ طاقتور تھے۔ اور پڑوسی تھے۔ مرہٹوں سے اگر وہ ملک کی آزادی کے لئے اتحاد کرنا چاہتا تھا۔ تو حیدر آباد سے ملک کی آزادی کے ساتھ ساتھ ملتِ اسلامیہ کی سر بلندی کی توقعات قائم تھیں۔ اس لئے وہ ہمیشہ مرہٹوں اور حیدر آباد سے لڑنے سے گریز کرتا رہا جس کا ثبوت اسی کتاب کے مکاتیب میں مل سکتا ہے

---

[1] ماڈرن میسور صفحہ ۳۱۰ ؛ [2] ماڈرن میسور صفحہ ۱۷۶ ؛

[3] کرنل بٹسن و ماڈرن میسور ؛

جو اس نے حیدر آباد کے مشیر الملک کو لکھے اور شاہ عالم اور ہمدانی کو لکھے کہ نظام الملک کو توجہ دلائے ۔

گرک پیٹرک اور دوسرے انگریزی مورخین نے اس پر یہ بھی الزام لگایا ہے کہ وہ اپنے مذہب کا دیوانہ اور ہندوؤں سے سخت تعصب کا برتاؤ کرتا تھا۔ یہ الزام کوئی نیا الزام نہیں ہے ۔ انگریزی مورخوں نے سوائے اکبر کے قریب قریب ہر مسلمان بادشاہ پر یہ الزام رکھا ہے۔ یہ دراصل ایک پالیسی کے ماتحت کیا جا رہا ہے۔ جیسا کہ علامہ ڈاکٹر سید سلیمان ندوی مدظلہ نے اپنے خطبۂ صدارت شعبۂ تاریخ ہند از منہ وسطیٰ میں آل انڈیا ہسٹری کانگریس منعقدۂ مدراس دسمبر ۱۹۴۴ء میں کہا تھا :۔

"پالیٹکس کے کھیل سے اس ملک کا علم تاریخ بھی بچا ہوا نہیں۔ بلکہ صاف کہنا چاہیئے کہ یہی وہ بیج ہے جس سے ہندوستان کا مشہور پھل پھوٹ پیدا ہوتا ہے مسلمانوں کی برائی اور اچھائی کی بہت سی باتیں کہی جا سکتی تھیں۔ مگر ان کے بعد ملک میں جو حکومت آئی اُس کے زمانہ میں تعلیم کا سر رشتہ پورا کا پورا غیر ملکیوں کے ہاتھ میں تھا۔ ان لوگوں کے ہر جھتے کی ہر طرف سے یہ کوشش تھی کہ اپنے راج کی بڑائی کو ہر ہندوستانی کے دل میں بٹھا دے اور ساتھ ہی ایک ایسا کرتب کرے جس سے ان کے دل کے شیشے ٹوٹ کر پھر جڑنے نہ پائیں تعلیم کے سارے مضمونوں میں اس کام کے لئے تاریخ کے سوا اور کوئی چیز مناسب نہ تھی۔ چنانچہ انہوں نے اس ملک کے لئے تاریخ کی جو کتابیں شروع سے آخر تک لکھیں اور پڑھائیں۔ ان میں یہی بات سو سو طرح سے الٹ پلٹ کر

سمجھائیں اور پڑھائیں کہ جو دل ان سے ٹوٹے تھے وہ پھر اب تک جُڑ نہ سکے"
(معارف صفحہ ۷ - اپریل ۱۹۴۵ء)

لیکن افسوس تو یہ ہے کہ میسوری مورخین نے بھی جو انگریزی یا کنڑی تاریخیں لکھی ہیں اسی کی ریس کر رہے ہیں۔ سلطان کی بے تعصبی اور ہندو نوازی کے متعلق یہاں کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ آج بھی اس کے پایۂ تخت (سرنگا پٹم) میں اور میسور کے علاقہ میں جو قدیم مندر ہیں، اسی سلطان کے فیض سے سیراب ہو رہے ہیں۔ اور سرینگری کے گرو کے پاس جو تیس سلطانی خطوط ہیں (جو میسور آرکولاجیکل رپورٹ ۱۹۱۷ء میں شائع ہوئے تھے) ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کا سلوک اپنی ہندو رعایا سے کیسا تھا۔ اور اب اس کتاب سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ مسلمانوں کی مسجدوں اور درگاہوں سے بڑھ کر ہندوؤں کے مندروں اور معبدوں پر روپیہ خرچ کرتا تھا۔

اخبار ینگ انڈیا میں گاندھی جی نے اس سلسلہ میں گرو ایور (علاقہ کوچین) کے مندر پر سلطانی نوازشات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اس عظیم المرتبت سلطان کا وزیر اعظم ایک ہندو تھا۔ جس نے نہایت شرم سے کہنا پڑتا ہے کہ اس فدائے آزادی کو دغا دے کر دشمنوں کے ہاتھ میں دے دیا" ایک پورنیا پر منحصر نہیں۔ جو اس سلطان کا وزیر تھا۔ بلکہ تاریخ سلطنت خداداد اور اس

---

(۱) متھک سوسائٹی جرنل اکتوبر ۱۹۱۹ء میں میجر کیمبل نے لکھا ہے کہ "گو ٹیپو کی زندگی کا مقصد اسلام کی حفاظت - اس کی ترقی اور سنی عقاید کی اشاعت رہا ہے مگر اس نے کبھی ہندوؤں کے مندروں سے تعارض نہیں کیا - اس معاملے میں وہ اپنے باپ کی پالیسی پر پورے طور پر کاربند رہا۔" صفحہ ۱۹۔

13/6/00

کتاب کے مطالعہ سے بہت سے ہندوؤں کے نام معلوم ہونگے جو سلطنت کے اہم عہدوں پر فائز تھے۔ جیسے راجہ رامچندر اور نرسیا وغیرہ جو بنگلور اور نگر جیسے اہم قلعوں اور مقاموں کے دیوان تھے۔ اپنچے شامیا محکمہ ڈاک کا افسرِ اعلیٰ یعنی پوسٹ ماسٹر جنرل اور کنک گیری کا ہندو راجہ اس کے سپہ سالاروں میں تھا بورنگ خود اس کا اقرار کرتا ہے کہ مالگذاری کے تمام عہدے برہمنوں کے ہاتھ میں تھے[1] ان کے علاوہ اسی کتاب میں اور بھی کئی ہندوؤں کے نام ملیں گے جنہیں سلطان سفارت جیسے اہم عہدوں پر بھیجتا تھا۔ ایک[2] اور زندہ مثال اس کی بے تعصبی کی میسور کی موجودہ ہندو ریاست کا خاندان ہے۔ اس خاندان کی نہ مرہٹوں کو فکر تھی۔ اور نہ ایسٹ انڈیا کمپنی کو۔ کیونکہ ان سے جس قدر عہد نامے بھی ہوئے انہیں اس خاندان کا کوئی ذکر تک نہیں ہے یہ اسی سلطان کی بے تعصبی اور رواداری ہے۔ کہ اس خاندان کے اعزاز و مراتب کو اس نے بحال رکھا۔ رائز آف دی کرسچین پاور ان انڈیا کا مصنف کہتا ہے۔

"اگر لارڈ کارنوالس کے زمانہ میں میسور فتح ہو جاتا۔ تو موجودہ خاندان کبھی برسرِ اقتدار نہ آتا۔"

بہر طور بازیگرِ فرنگ نے فریب سیاست کا جو جال ڈیڑھ سو سال پہلے

---

[1] تاریخ بورنگ صفحہ ۲۱۳۔

[2] افسوس ہے۔ کرک پیٹرک نے نہایت چالاکی سے سوائے راجہ رامچندر کے۔ اور کسی ہندو افسر کے نام کے خطوط نہیں دیئے ہیں۔ اس سے گویا یہ ظاہر کرنا ہے۔ کہ دو ایک دو چار کے سلطنت میں اور ہندو افسر نہیں تھے۔

بچھایا تھا، ابھی تک ملک اس میں گرفتار رہے۔ اور یہ وقت کی اہم ضرورت ہے کہ اس جال کے پھندوں کو توڑ دیا جائے۔ اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کر میں نے یہ کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب سے تاریخ میسور کے بہت سے گوشے جو اب تک پردۂ اخفا میں تھے۔ خود بخود بے نقاب ہو جاتے ہیں۔ اور سلطنت کی شخصیت اپنے اصلی خد و خال میں ظاہر ہو جاتی ہے۔

مقدمۃ الکتاب کو ختم کرتا ہوا میں اپنے عزیز دوست مکرمی جناب محمد صالح صاحب بی۔ اے، بی۔ ایل۔ ایڈوکیٹ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی چالیس سالہ بے لوث دوستی اور محبت کا پہلا نقش سینٹ جوسفس کالج بنگلور میں پڑا تھا۔ اس طویل عرصہ میں کئی انقلابات آئے۔ بچپن گیا۔ جوانی آئی جوانی کے بعد یہ دن بھی آئے۔ ماں، باپ، بھائی بہن اور کئی دوست و احباب ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے۔ کئی دوستیاں دشمنیوں میں بدلیں۔ اور دشمنیاں دوستی میں تبدیل ہوئیں لیکن اس دوستی و محبت کے چشمۂ صافی میں کبھی کدورت تک نہ آئی۔ میں نے جب کرک پیٹرک کی کتاب کے ترجمہ کا ارادہ کیا۔ تو مجھے محسوس ہوا۔ کہ ایک ایسی جگہ کی ضرورت ہے جہاں بالکل سکون ہو۔ آپ کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے اپنا ایک کمرہ اس کام کے لئے میرے لئے مختص کر دیا۔ اور اس کے علاوہ انگریزی اصطلاحات اور محاوروں کے ترجمہ میں آپ سے بہت بڑی مدد ملی۔ بلکہ انہوں نے اپنی تمام انگریزی اور اردو لغات بھی اس کام کے اختتام تک میری تحویل میں دے دیں۔

ترجمہ کے بعد نوٹس اور دوسرے مضامین لکھنا تھا۔ ان تمام کے ختم ہونے

تک میں اس کام میں اس قدر منہمک رہا کہ کبھی اخبار تک نہیں دیکھا۔ مجھے خود محسوس ہو رہا تھا کہ میں آج کی اس دنیا میں نہیں بلکہ ڈیڑھ سو سال پہلے کی دنیا میں ہوں اور ان واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ اور قلمبند کر رہا ہوں۔ چاہے آپ اس کو میری دیوانگی سمجھیں یا کچھ اور۔ مجھے خیال تھا نہ صرف اس قدر کہ اپنی زندگی میں اس کتاب کو شائع ہوتا ہوا دیکھ لوں اور بس۔ کتاب جب ختم ہوئی تو اشاعت کی فکر ہوئی اور جب میں نے اس کے متعلق جناب ملک مبارک علی صاحب گوشۂ ادب لاہور کو لکھا۔ تو انہوں نے فوراً ہی اس کی اشاعت کا وعدہ کر لیا۔ اس سے جس قدر خوشی ہوئی اس کا اظہار الفاظ میں نہیں ہو سکتا۔ اور نہ الفاظ کے ذریعہ شکریہ ادا کر سکتا ہوں۔ خدائے پاک آپ کو اس کا اجر دے۔

اس کتاب میں جو دو تصویریں ہیں وہ میرے نسبتی برادر رشید اللہ بیگ صاحب کے آرٹ کا نتیجہ ہیں۔ انہوں نے یہ تصویریں خاص میری فرمائش پر اس کتاب کے لئے تیار کیں۔ ان میں سے سلطان کی جو تصویر ہے اور جس کا نام "آخری وقت میں اسلام کی غیرت کا نمونہ" رکھا گیا ہے۔ یہ ایک بالکل قدیم تصویر جو کینوس پر تھی مگر بالکل بوسیدہ ہو چکی تھی۔ انہوں نے اس تصویر کا چربہ اتارا ہے۔ یہ تصویر کلکتہ آرٹ اگزیبشن کو بھی بھیجی گئی تھی۔ اور مدراس کے مشہور آرٹسٹ مسٹر ونکٹا چلم نے بھی اس کو نہایت پسند کیا تھا۔ دوسری تصویر گنبدِ اعلیٰ سرنگاپٹم کی ہے۔

بہرطور میری محنت جیسی کچھ ہے پیش ہے۔ مجھے یقین ہے۔ کہ جس نے اس کام کا مجھے شوق دیا۔ وہی اس کو مقبولِ عام بھی بنائے گا۔

محمود

بنگلور۔ جون ۱۹۲۷ء

ماخذ

اس کتاب کی تدوین میں مَیں نے بہت سی کتابوں سے مدد لی ہے۔ اور جہاں ضرورت تھی ان کے نام مع نمبر صفحہ لکھ دئے ہیں۔ مَیں یہاں ان تمام کا ذکر کرنا نہیں چاہتا لیکن چند کتابیں ہیں جن کے نام بہت زیادہ آئے ہیں۔ اس لئے ان کی نوعیت دکھلانے کے لئے ضروری سمجھا گیا ہے۔ کہ ان کا ذکر یہاں کر دیا جائے۔ اور اصول تاریخ نویسی کو مدنظر رکھتے ہوئے مَیں نے اس کا اہتمام کیا ہے۔ کہ جہاں کہیں کرک پیٹرک نے سلطان پر اعتراضات کئے ہیں ان کا جواب خود اس کی ہمعصر تاریخوں سے دیا جائے۔

(1) "Origin and conduct of the war with Tippu Sultan"

۱۔ کرنل بٹسن کی کتاب "اورینٹل انڈکنڈکٹ آف دی وار وِد ٹیپو سلطان"
یہ کتاب شاید سب سے پہلی کتاب ہے جو زوالِ سلطنت خداداد کے بعد ہی انگلستان میں شائع ہوئی۔ اس کی تاریخ اشاعت ۴ مئی ۱۸۰۰ء ہے گویا سلطان کی شہادت کے ٹھیک ایک سال بعد شائع ہوئی ہے مصنف "مارکویز آف ولزلی" گورنر جنرل کا ایڈی کانگ اور حملہ آور فوج کے ساتھ سرنگاپٹم کے عہد پر تھا۔ اس نے اس کتاب کو ڈائیرکٹران ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام معنون کیا ہے کتاب میں اس جنگ کی اور خصوصاً سرنگاپٹم میں جو لڑائی ہوئی اس کی پوری تفصیل دی گئی ہے اور کتاب کے آخر میں کئی ضمیمے ہیں جن سے سلطان اور سلطنتِ خداداد کے متعلق بہت اہم معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ان کے علاوہ سلطان کے چند خطوط بھی دیئے گئے ہیں جو اس نے فرانس والوں کو یا انگریزی گورنر جنرلوں کو لکھے تھے۔ کتاب کے شروع میں سلطان کی ایک تصویر، اور قلعہ سرنگاپٹم کے کئی نقشے ہیں۔

۲۔ تاریخ میسور از لفٹننٹ کرنل مارک ولکس۔
یہ کتاب بھی اسی زمانہ میں سرنگاپٹم میں لکھی گئی جبکہ سلطان پر دوسری کتابیں انگلستان میں شائع ہوئیں۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۸۱۰ء میں شائع ہوا۔ کتاب دو ضخیم جلدوں میں باریک ٹائپ کے قریباً بارہ سو صفحات پر ختم ہوتی ہے۔ ولکس نے اپنی یہ کتاب ریکارڈوں اور بہت سے دوسرے قلمی مسودات سے (جن میں خاص طور پر "سلطان التواریخ" قابل ذکر ہے) مرتب کی ہے۔ اس نے بہت سی روایات بدرالزماں خاں، میر غلام علی اور پورنیا وغیرہ سے لی

ہیں۔ اس لئے اس کتاب میں چھوٹے سے چھوٹا معاملہ تک لے لیا گیا ہے۔ مگر پوری کتاب پر وہی رنگ غالب ہے۔ جو کرک پیٹرک کی کتاب میں ملتا ہے۔ بلکہ اس سے بدرجہا بڑھ کر ہے۔ بعد کے انگریزی مورخین نے اسی کتاب سے حوالے دیئے ہیں۔

۳۔ ٹیپو سلطان، از کرنل ڈبلیو میلیس۔

یہ کرمانی کی مشہور تصنیف، نشانِ حیدری کا انگریزی ترجمہ ہے لیکن کرنل میلیس نے اس پر دیباچہ لکھتے ہوئے بہت سے حاشئے اپنی جانب سے چڑھائے ہیں۔

۴۔ ایمپائر اِن ایشیا اینڈ ہو وی کیم بائی اِٹ

(Empire in Asia and how we came by it)

یہ ایک ممبر پارلیمنٹ میجر ڈبلیو ٹارنس کی تصنیف ہے جس میں کمپنی کے عہدِ حکومت کی تاریخ سیاسی نقطۂ نظر سے لکھی گئی ہے۔ اس میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے طرزِ حکومت اور اس کی چیرہ دستیوں کو بے نقاب کیا گیا ہے۔

۵۔ سفرنامہ کیپٹن لٹل۔

یہ انگریزی افسر میسور کی تیسری جنگ میں شریک تھا۔ اس کی پلٹن بمبئی سے سرنگاپٹم آئی تھی۔ اس نے اس کتاب میں راستہ کے حالات کے علاوہ سلطنت خداداد کے چشم دید حالات بھی لکھے ہیں یہ کتاب ایڈورڈ مور نے مرتب کر کے شائع کی تھی۔

۶۔ حیدر علی و ٹیپو سلطان۔ از لیون بی بورنگ

یہ کتاب بورنگ نے اس وقت لکھی تھی جب وہ میسور کا چیف کمشنر تھا یعنی ۱۸۶۵ء میں۔ اس کا زیادہ تر ماخذ ولکس کی تاریخ ہے۔ یا یوں کہا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا کہ یہ ولکس کی کتاب کا نچوڑ ہے۔ بورنگ نے کتاب کے آخر میں لکھا ہے کہ غدر کے زمانہ میں مسلمان گنبدِ سلطانی میں جمع ہو کر آزادیٔ ہند کے لئے لڑنے والوں کی فتح کے لئے دعائیں مانگتے تھے۔ طرزِ تحریر سے واضح ہے کہ بورنگ کو یہ ناگوار گزرا تھا۔ اسی جذبہ سے متاثر ہو کر شاید یہ کتاب لکھی گئی ہے۔

۷۔ ماڈرن میسور۔

یہ کتاب ابھی حال میں یعنی ۱۹۳۶ء میں ریاست میسور کے محکمہ تعلیم کے انسپکٹر جنرل یم شاما راؤ نے لکھی تھی۔ کتاب دو جلدوں میں ہے۔ اس میں ۱۸۰۰ء سے لے کر موجودہ زمانہ تک کے حالات ہیں۔ کتاب سے بہت سی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ لیکن تعصب کا رنگ یہاں بھی غالب ہے۔ بلکہ یہاں تک کیا گیا ہے کہ کرک پیٹرک کی کتاب سے جو چند خطوط اس میں نقل کئے گئے ہیں ان میں مصنف نے تحریف کر دی ہے۔

۸۔ میسور گزیٹر۔

یہ کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ سب سے پہلے رئیس نے یہ کتاب عرصہ ہوا۔ دو جلدوں میں لکھی تھی۔ اب اس کے بعد حکومت نے یہ کام مسٹر سی ہیودن راؤ سے لیا ہے۔ یہ کتاب گویا سرکاری ریکارڈ ہے لیکن کمال افسوس ہے کہ اس میں بھی حد درجہ تعصب سے کام لیا گیا ہے۔ اور نہ صرف حیدر علی و ٹیپو سلطان بلکہ راجگانِ وجیانگر کی حمایت میں سلاطین بیجاپور وغیرہ پر بھی لغو حملے کئے گئے ہیں۔

۹۔ رائز آف دی کرسچین پاور ان انڈیا:۔

یہ ضخیم کتاب میجر باسو نے انگلستان میں رہ کر لکھی ہے۔ یہ کمپنی کے عہد حکومت کی تاریخ ہے۔ جو کمپنی کے ریکارڈوں سے لکھی گئی ہے اس لئے نہایت درجہ مستند سمجھی جاتی ہے۔

فارسی و اردو تاریخیں

۱۔ نشان حیدری - از میر علی حسین کرمانی

یہ مورخ دربار عہد سلطانی میں برسوں رہا ہے۔ سقوط سرنگاپٹم کے بعد اس نے انگریزوں کی ملازمت کر لی تھی۔ وہ میجر سٹوارٹ اور بعد میں کرنل کالن میکنزی کے ماتحت سرنگاپٹم اور کلکتہ میں کام کرتا رہا اور میجر فرینڈ کی فرمائش پر اپنی یہ کتاب لکھی۔ کتاب کا آغاز لارڈ ولزلی کی تعریف سے شروع ہوتا ہے کتاب نہایت جامع ہے۔ اس نے ان سازشوں کا حال بھی لکھا ہے۔ جو سلطان کے امرا اور وزراء نے اس کے خلاف کیں۔ سوائے چند روایات کے جو انگریزوں کی ملازمت کی وجہ سے لکھنی پڑیں۔ باقی حالات اس نے خوب لکھے ہیں کتاب تذکرۃ البلاد والحکام بھی اسی مورخ کی تصنیف ہے۔ جو ۱۸۰۲ء میں انگریزوں نے اس سے لکھائی تھی اس میں جنوبی ہند کے پالیگاروں کے حالات کے علاوہ کرنول اور شاہ نور کے پٹھانوں کی تاریخ بھی ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ ملک جہان خاں (ڈھونڈیا واغ) کے جو حالات اس مصنف نے لکھے ہیں وہ بغیر ایک حرف کی تبدیلی کے اس سے پہلے کی انگریزی تاریخوں میں بھی ملتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس نے یہ حالات اپنے انگریز افسروں کے حکم پر لکھے ہیں

۲۔ کارنامۂ حیدری :۔

یہ کتاب کلکتہ میں مولوی عبدالرحیم صاحب نے فارسی زبان میں لکھی تھی اس کو شہزادہ غلام محمد جو ٹیپو سلطان کے آخری فرزند تھے کے نام معنون کیا گیا ہے اس میں نشان حیدری سے زیادہ تفصیل سے کام لیا گیا ہے۔ اس کے اردو ترجمہ کا نام حملات حیدری ہے۔ جو شیخ احمد علی گوپاموی نے کیا تھا۔

۳۔ حیدر علی و ٹیپو سلطان ۔ از مولانا اشہری :۔

یہ کتاب پہلے پہل روزبازار رئیس امرتسر، دفتر وکیل سے شائع ہوئی مصنف خود سرنگا پٹم آیا ہوا تھا۔ کتاب چھوٹی تقطیع کی دو جلدوں میں ہے۔ اردو دان طبقہ کو شاید سب سے پہلے اسی کتاب نے حیدر علی و ٹیپو سلطان سے روشناس کرایا یہ کتاب گویا نشان حیدری۔ حملات حیدری اور لیون بی بورنگ کا اقتباس ہے مصنف نے تینوں بیانوں کو ساتھ ساتھ دیا ہے۔

۴۔ ارمغان حیدری :۔

یہ کتاب سرنگا پٹم میں عبدالحمید صاحب نے جو گنبد اعلیٰ کے داروغہ تھے ۱۸۹۸ء میں خان بہادر جوہر مجلس محمد علی صاحب ڈپٹی کمشنر بنگلور کی فرمائش پر لکھی تھی۔ یہ ایک قلمی تاریخ ہے جس کا ماخذ نشان حیدری حملات حیدری اور حیدر نامہ ہے لیکن ایک خوبی یہ ہے کہ مصنف نے اس میں بہت سی مقامی روایات کو جگہ دی ہے۔ جو اس کو اپنے والد سے معلوم ہوئیں۔ جو سرنگا پٹم ہی میں مقیم تھے اس کے علاوہ مصنف ایسے بہت سے لوگوں سے بھی ملا ہے۔ جو سلطان کے عہد میں موجود تھے اس لئے اس کتاب میں سلطان کے ذاتی حالات زیادہ تفصیل

سے ملتے ہیں لیکن جوشِ عقیدت میں بعض روایات ایسی بھی لکھی گئی ہیں جو ناقابل فہم ہیں اور تاریخ سے تعلق نہیں رکھتیں۔

باقی کتابیں (انگریزی۔ فارسی یا اردو) جن کے حوالے اس کتاب میں ملیں گے ان کا ذکر یہاں نہیں کیا گیا ہے۔ صرف ناموں پر اکتفا کیا گیا ہے۔ ان میں خاص طور پر میتھک سوسائٹی بنگلور کا سہ ماہی رسالہ ہے جس میں ریسرچ کے بعد خالص تاریخی مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اس کتاب میں ان سے بہت مدد لی گئی ہے۔

میں نے یہاں کتاب "تاریخ سلطنت خداداد" اور "تاریخ جنوبی ہند" کا ذکر عمداً نہیں کیا کیونکہ یہ دونوں کتابیں میری اپنی تصنیف ہیں۔ اور میں نے ان سے حوالے بھی نہیں لئے ہیں۔ لیکن میں اتنا ضرور کہونگا۔ کہ اس کتاب کے مطالعہ سے پیشتر یا بعد اگر "تاریخ سلطنت خداداد" کا مطالعہ کر لیا جائے۔ تو اس کتاب کے بہت سے حالات سمجھنے میں بہت آسانی ہو جائیگی۔ اور سلطنت خداداد کی پوری تاریخ اور اس کے دونوں جلیل القدر سلاطین کے حالات معلوم ہو جائیں گے۔ اس پس منظر کے بغیر اس کتاب کا مطالعہ تو رتشنہ سمجھا جائے گا۔

کتابوں کے نام

جن سے اس کتاب میں حوالے دیئے گئے ہیں

انگریزی

(۱) اے کلکشن آف ٹریٹیز - انگیجمنٹس اینڈ سندس - جلد نہم - گورنمنٹ پرنٹنگ کلکتہ -

(۲) تحفۃ المجاہدین - انگریزی ترجمہ تاریخ مالابار از ڈاکٹر سید محمد حسین نینار ایم اے - پی - ایچ - ڈی - یونیورسٹی مدراس

(۳) سلکشنس فرام پارلیمنٹری بلو بکس حصہ ایک تا چہار - مطبوعہ گورنمنٹ پریس بنگلور ۱۹۳۴ء

اردو

(۱) نظام علی خاں - از مولوی سراج الدین احمد حیدرآباد - مطبوعہ حیدرآباد -

(۲) میر عالم - " " " " " " " " "

(۳) ناصر جنگ شہیدؒ۔ از مولوی معین الدین احمد صاحب رہبر فاروقی حیدرآبادی

(۴) جہاد فی الاسلام۔ از مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی۔

(۵) سیرۃ النبیؐ۔ از ڈاکٹر مولانا سید سلیمان ندوی مدظلہ۔ مطبوعہ دارالمصنفین اعظم گڑھ۔

(۶) سیر الصحابہ۔ مطبوعہ دارالمصنفین اعظم گڑھ۔

آخری وقت میں اسلام کی غیرت کا نمود

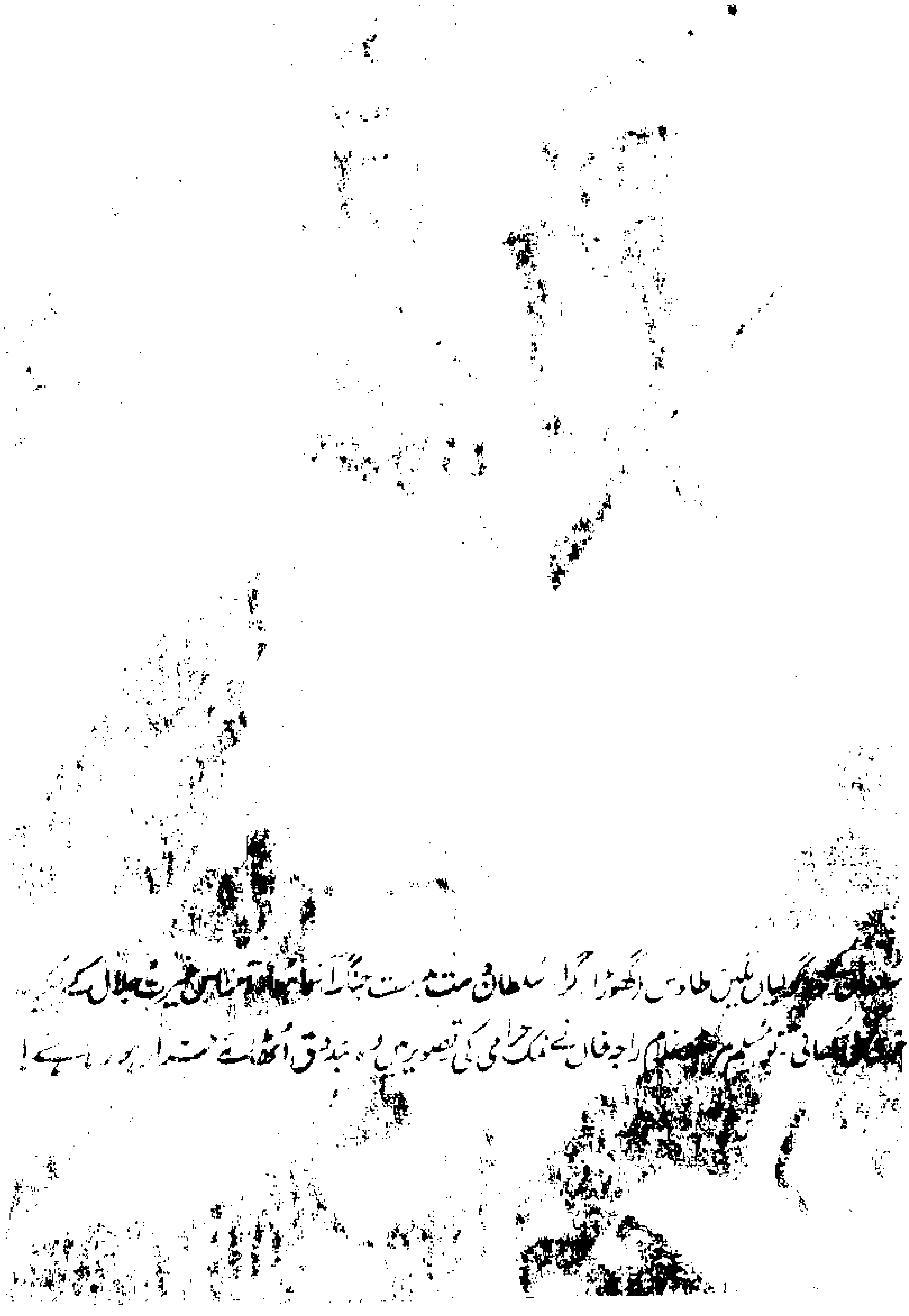

[illegible] گولیاں [illegible] سلطان [illegible] غیرت جلال کے
[illegible] پھانسی ۔ [illegible] راجہ خان نے نمک حرامی کی تصویر بن کر بندوق اٹھائے [illegible] رہا ہے!

(۳۳) [illegible] شہیدؒ — از مولوی معین الدین احمد صاحب رہبر فاروقی حیدرآبادی

(۳۴) [illegible] — از مولانا [illegible] صاحب [illegible]

(۳۵) [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible]

[illegible]

ایام ولی عہدی

تاریخ میں سلطان کا نام پہلی دفعہ ۱۷۶۶ء میں آتا ہے اس وقت سلطان کی عمر قریباً سولہ سال تھی۔ اس وقت انگریزوں اور حیدر علی کے درمیان میسور کی پہلی جنگ ہو رہی تھی۔ حیدر علی مشرق میں مشرقی محاذ یعنی کرناٹک میں لڑ رہے تھے۔ معلوم ہوا کہ انگریزوں نے مغرب میں کوڑیال بندر (منگلور) پر قبضہ کر لیا ہے۔ حیدر علی نے اپنے فرزند کو اس مہم پر روانہ کیا۔ اور خود بھی پیچھے کمک لے کر روانہ ہوئے۔ سلطان نے منگلور فتح کر لیا اس کے بعد اسی جنگ میں حیدر علی نے جب مدراس پر چڑھائی کی تو سلطان اس فوج کی کمان کر رہا تھا۔ اس جنگ کا خاتمہ صلحنامہ مدراس ۱۷۶۹ء پر ہوا۔

۱۷۷۰ء سے ۱۷۷۲ء تک مادھوراو پیشوا (مرہٹوں) نے جب میسور پر حملہ کیا تو اس دو سال کے عرصہ میں جس قدر لڑائیاں ہوئیں، ان سب میں سلطان شامل رہا ہے۔

شادی

۱۷۷۴ء میں بانوئے سلطنت رقیہ بانو، خواہر برہان الدین دختر لالہ میاں شہید سے ہوئی۔ یہ شادی خاندان ہی میں سلطان کی والدہ کی مرضی سے ہوئی تھی۔ لیکن حیدر علی کی خواہش تھی کہ سلطان کی شادی امام بخش نائطہ کی لڑکی سے کی جائے۔ چنانچہ اسی دن یہ شادی بھی ہوئی۔

میسور کی دوسری جنگ جو حیدر علی اور انگریزوں میں ہوئی۔ اس کا آغاز ۱۷۸۰ء میں ہوا۔ سلطان اس جنگ میں باپ کے ساتھ یا علیحدہ دو سال تک مختلف لڑائیوں میں شریک رہا۔ اس نے اس دو سال کے عرصہ میں کرنل لیانگ[1]۔ کرنل بریتھ ویٹ[2]۔ کرنل بیلی[3] اور سر ایرکوٹ[4] کو شکستیں دیں۔

(حاشیہ دیکھو صفحہ ۳۹ پر)

تخت نشینی

نواب حیدر علی کا انتقال ۱۷۸۲ء دسمبر میں ہوا۔ اور سلطان نے تخت نشین ہو کر اس جنگ کو جاری رکھا۔ اور مندرجہ ذیل انگریزی جنرلوں کو مختلف محاذوں پر شکستیں دیں۔

کرنل کیمبل[1] ۔ کرنل ہمبرسٹون[2] ۔ کرنل فلرٹن[3] ۔ جنرل میکلوڈ[4] ۔ اور جنرل میتھیوز[5]

گویا جس طرف رخ کرتا تھا۔ فتح و نصرت اس کے قدم چومتی تھی۔ غرض انگریزوں کو اس قدر سخت شکستیں دیں کہ مجبور ہو کر انہوں نے صلحنامہ منگلور ۱۷۸۴ء کر لیا۔

تخت نشینی کے وقت اس کی عمر بتیس سال کی تھی۔ سلطان نے تخت نشین ہو کر نہ صرف جنگ جاری رکھی۔ بلکہ ملک میں اصلاحات بھی شروع کر دیں۔ جن کا اندازہ اسی کتاب کے مطالعہ سے ہو سکتا ہے۔ صلحنامہ منگلور کے چند دن بعد ہی نظام اور مرہٹوں نے متحد ہو کر اس پر حملہ کر دیا۔ اس کتاب سے اندازہ ہوگا کہ سلطان اپنے ہم وطنوں یعنی مرہٹوں اور خود مسلمانوں یعنی حیدرآباد سے لڑنے

(حاشیہ صفحہ نمبر ۳۸) ۱؎ تاریخ حیدر علی و ٹیپو سلطان از بورنگ صفحہ ۹۰
۲؎ " " " " " ۹۹
۳؎ " " " " " ۹۱
۴؎ " " " " " ۱۰۳

۱؎ تاریخ حیدر علی و ٹیپو سلطان از بورنگ صفحہ ۱۲۵
۲؎ " " " " " ۱۲۰
۳؎ " " " " " ۱۳۱
۴؎ " " " " " ۱۲۱
۵؎ " " " " " ۱۲۸

سے کس طرح کبیدہ خاطر اور گریز کرتا رہا اور صلح و اتحاد کے لئے کیسی کیسی کوششیں کیں اور جب اس کی یہ تمام کوششیں ناکام رہیں تو وہ مجبوراً میدان جنگ میں اترا۔ یہ جنگ قریباً دو سال تک جاری رہی سلطان نے اس جنگ میں انہیں متواتر شکستیں دیں اور شاہنور کے پاس اس جنگ کا جو آخری معرکہ ہوا۔ اس میں نظام اور مرہٹوں کو ایسی سخت شکست ہوئی کہ اس کے بعد یہ علیحدہ علیحدہ یا متحد ہو کر کبھی پھر سلطنت خداداد پر حملے کی جرأت نہ کر سکے۔

ابھی ان واقعات پر تین سال بھی نہ گزرے تھے کہ ۱۷۸۹ء دسمبر میں انگریزی گورنر جنرل (لارڈ کارنوالس) نے بلا وجہ جنگ چھیڑ دی۔ اس جنگ کے اصلی اسباب یہ ہیں:۔

(۱) انگریز ان شکستوں کی ندامت سے پیچ و تاب کھا رہے تھے جو گذشتہ لڑائیوں میں ٹیپو سلطان کے ہاتھوں انہیں ملی تھیں۔

(۲) ۱۷۸۴ء کے صلحنامہ منگلور کو وہ اپنی توہین سمجھ رہے تھے۔

(۳) امریکہ میں وہ اپنے مقبوضات کھو چکے تھے۔ اس لئے ہندوستان میں اس کی تلافی کرنا چاہتے تھے لیکن ٹیپو کی طاقت ان کے راستہ میں حائل تھی چنانچہ سر ٹی منرو نے اسی زمانہ میں لکھا تھا:۔

"ہماری فوجی طاقت ایسی ہے کہ موقع دیکھ کر ہم آسانی سے پورے ہندوستان پر قابض ہو سکتے ہیں لیکن ٹیپو کی طاقت اس میں حارج ہے۔ اگر سرنگا پٹم پر قبضہ ہو گیا۔ تو تمام معاملات آسان ہو جائیں گے لیکن اس کے لئے ایک سکیم تیار کرنی پڑیگی۔" (امپائر ان ایشیا از میجر ٹارنس صفحہ ۱۷۰)

لیکن جنگ چھیڑنے کے لئے کوئی ظاہری سبب یا بہانہ بھی چاہئے تھا۔ اور کارنوالس کی خوش قسمتی سے یہ بہانہ اسی وقت مل گیا اور وہ یہ تھا:۔

سلطنت خداداد کی سرحد پر ہالینڈ والوں کے دو قلعے تھے جنہیں وہ مستحکم کرنا چاہتے تھے۔ سلطان نے اس پر اعتراض کیا۔ ہالینڈ والوں نے ٹراونکور کے راجہ کو لکھا کہ یا تو وہ قلعے خرید لے یا ان کی تائید کرے ٹراونکور والوں نے اس کو قبول کر لیا۔ سلطان نے ہالینڈ والوں سے کہا کہ صلحنامہ کی رو سے وہ کوچین[1] کے راجہ کے ماتحت ہیں۔ اور وہ ان قلعوں کا خراج کوچین کے راجہ کو دے رہے ہیں۔ تو ان کی خریدی کا حق سوائے کوچین کے دوسروں کو نہیں پہنچتا۔ لیکن ہالینڈ والوں نے اس سے انکار کیا۔ تو سلطان نے ان قلعوں پر چڑھائی کر دی۔

(امپائر ان ایشیا صفحہ ۱۰۴)

انگریزوں نے ٹراونکور کو اپنا حلیف قرار دیتے ہوئے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ حالانکہ وہ اس وقت تک حلیف نہیں تھا۔ سلطان کو جب معلوم ہوا تو اس نے گورنر جنرل کو لکھا کہ وہ اپنے ایک سفیر کو حالات کے واضح کرنے کے لئے روانہ کر رہا ہے۔ لیکن انگریزوں نے کہا کہ جب ٹراونکور پر جو ان کا حلیف ہے حملہ ہوا ہے تو جنگ اٹل ہے۔

(امپائر ان ایشیا صفحہ ۱۰۴)

---

[1] ریاست کوچین سلطنت خداداد کے ماتحت تھی۔

انگریز کافی تیاری کر چکے تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ انکی اکیلی طاقت سلطان کو نیچا دکھا سکے گی۔ اسی خیال سے ڈائریکٹران کمپنی نے جنرل میڈوز کو مدراس کا گورنر منتخب کرتے ہوئے پوری کمان اس کے ہاتھ میں دے دی۔ کارنوالس کو بھی اس کی قابلیت پر پورا بھروسہ تھا۔ جنگ شروع ہو گئی۔ انگریز تین طرف سے اچانک حملہ آور ہوئے اور سلطان کو خبر ہونے تک بہت سے مقامات پر قابض ہو گئے۔ جو انگریزی جنرل مختلف محاذوں پر تھے۔ ان کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ جنرل میڈوز گورنر مدراس۔ سپہ سالار اعلیٰ مشرقی محاذ
۲۔ جنرل ایبرکرامبی گورنر بمبئی۔ " " مغربی محاذ
۳۔ جنرل میکسول علیحدہ کمان
۴۔ کرنل فلائیڈ "
۵۔ کرنل کلی "
۶۔ کرنل اسٹوارٹ "
۷۔ کرنل ہارٹلی "

یہ تمام نام بورنگ کی تاریخ حیدر علی ٹیپو سلطان کے صفحات ۱۴۵ سے ۱۵۰ تک ملتے ہیں۔

سلطان کی جنگی فراست اور تدابیر نے تمام محاذوں پر انگریزوں کو سخت شکستیں دیں۔ بلکہ سلطان نے انہیں اپنی سلطنت کی حدود سے باہر نکال دیا اور ہر جگہ ان کا تعاقب کیا اور یہ خطرہ محسوس کیا جاتا تھا کہ کہیں یہ سب گھر کر تباہ نہ ہو جائیں۔ اس لئے مغربی محاذ کی فوجیں جہازوں پر سوار ہو کر واپس چلی گئیں اور مشرقی محاذ کی فوجیں مدراس واپس ہو گئیں۔

"سلطان کا ارادہ اس وقت انگریزوں کو ملک سے ہمیشہ کے لئے بدر کر دینے کا تھا

اس غرض سے وہ بڑھتے بڑھتے پانڈیچری تک پہنچ گیا اور یہاں اس نے فرانسیسی گورنر سے چھ ہزار فرانسیسی سپاہ کی کمک چاہی۔ اور کہا کہ انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے کا یہ بہترین موقع ہے۔ لیکن گورنر نے کہا کہ "جب تک ملک فرانس سے منظوری نہ آئے۔ وہ کمک نہیں دے سکتا ہے"

(تاریخ اورنگ صفحہ ۱۵۰)

بہر طور سلطان نے اس جنگ میں اپنی جنگی فراست و مہارت کا جو ثبوت دیا اس کے متعلق اورنگ اپنی کتاب "حیدر علی و ٹیپو سلطان" میں اس طرح اعتراف کرتا ہے:۔

"یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ٹیپو نے ان جنگوں میں جو تدابیر اختیار کیں اور جو جنگی چالیں چلیں انگریزی جنرل ان کے جواب سے قاصر تھے"

(صفحہ ۱۵۰)

دسمبر ۱۷۹۰ء کے آخری دنوں میں (ایک سال کی جنگ کے بعد) ٹیپو کی مہارت جنگ اور کامیابیوں کی وجہ سے انگریزوں کی حالت اس درجہ پر پہنچ گئی کہ ان کی پوری فوجوں کے تباہ ہو جانے کا اندیشہ لاحق ہو گیا۔

(صفحہ ۱۵۱)

یہ خبریں جب کلکتہ میں کارنوالس کو پہنچیں۔ تو وہ گھبرا گیا۔ رائز آف دی کرسچین پاور ان انڈیا کا مصنف لکھتا ہے:۔

"جب حالات اس قدر تاریک ہو گئے تو لارڈ کارنوالس نے یہی بہتر سمجھا کہ بذات خود میدان میں آکر فوج کی کمان کرے" (صفحہ ۲۷۲)

لیکن امریکہ میں شکست کھاتے ہوئے اس جنرل کو اچھی طرح معلوم تھا کہ ٹیپو انگریزوں کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس لئے اس نے نظام[1] اور مرہٹوں کو ساتھ ملا کر مدراس آپہنچا۔ اور باوجود ان تین طاقتوں کے اتحاد کے یہ یقین نہیں تھا کہ سلطان کو شکست دی جاسکے گی۔ اس لئے مدراس پہنچکر کارنوالس نے سب سے پہلا یہ کام کیا کہ:۔

"آمیور میں کرنل ریڈ کے ماتحت سلطان کے امراء و وزراء سے سازشیں کرنے کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا۔"

رائز آف دی کرسچین پاور ان انڈیا صفحہ ۲۳۱)

ماڈرن میسور صفحہ ۱۴۵

یہ سازشیں کامیاب ہوتی ہیں یہیں سے شکستوں کا آغاز ہوتا ہے یہاں تک کہ ۱۷۹۲ء میں پایہ تخت محاصرہ میں آجاتا ہے اور سرنگاپٹم کا صلحنامہ ہوکر سلطان کا آدھا ملک اس کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ ولکس جیسا متعصب مورخ بھی یہ اقرار کرتا ہے کہ:۔

"کارنوالس جیسے سیاست دان اور انصاف پسند شخص سے یہ امید نہیں تھی کہ وہ اس طرح بدعہدی کریگا۔"

یہ خبریں جب انگلستان پہنچیں تو مسٹر فاکس نے پارلیمنٹ میں کہا:۔

"کارنوالس نے لیٹروں کا ایک جنھتا تیار کیا ہے۔ اور اس کے ذریعہ

---

[1] نشان حیدری کا مصنف لکھتا ہے کہ سلطانی فتوحات سے خوفزدہ ہوکر نظام نے میر عالم کو کلکتہ بھیجا کہ سلطان کے خلاف جنگ کرنے پر گورنر جنرل کو آمادہ کرے۔

سے وہ حقداروں کا حق لوٹ رہا ہے۔،،

(راآئزآف دی کرسچین پاوران انڈیا)

ایمپائرآن ایشیا کا مصنف لکھتا ہے۔

"ٹیپو سے انتقام لے لیا گیا۔ اس کی رعایا کی نظروں میں اس کی عزت گھٹادی گئی۔ اس کا نصف ملک حاصل کرلیا گیا۔ لیکن ٹراونکور جس کے نام پر یہ سب کچھ کیا گیا، اس کو کچھ بھی حاصل نہ ہوا۔،،

(صفحہ ۱۸۶)

کچھ عجیب نہیں تھا کہ سلطنت خداداد کا اسی وقت خاتمہ ہوجاتا ہندو مورخ لکھتے ہیں کہ:۔

"نانا فرنویس کی دوراندیشی نے اس وقت اس سلطنت کو کامل تباہی سے بچالیا۔ اس کو خوف تھا۔ کہ اس سلطنت کے مٹ جانے سے انگریز بہت زیادہ طاقتور ہوجائیں گے۔،،

(راآئزآف دی کرسچین پاوران انڈیا)

لیکن انگریزی مورخوں کی رائے ہے کہ:۔

"خود لارڈ کارنوالس کی سیاست اور دوراندیشی نے یہ مناسب سمجھا کہ ٹیپو کی طاقت کو پورے طور پر تباہ نہ کیا جائے۔ اس کو خوف تھا کہ اگر ایسا کیا گیا تو مرہٹے بہت زیادہ طاقتور ہوجائیں گے۔،،

(ماڈرن میسور صفحہ ۱۶۵)

اس جنگ کے سات سال بعد میسور کی چوتھی یعنی آخری جنگ کا آغاز ہوتا ہے۔ اس کے

اصلی وجوہات حسب ذیل ہیں :-

(۱) یورپ میں نپولین کی فتوحات سے انگلستان لرزہ براندام تھا۔

(۲) نپولین براہِ مصر ہندوستان آنا چاہتا تھا۔ اس لئے انگریزوں کو اپنے مشرقی مقبوضات کی فکر دامنگیر ہوگئی۔

(۳) صرف سات سال کے اندر (صلح نامہ سرنگاپٹم ۱۷۹۲ء) سلطان نے اپنی فوجی قوت کو اس قدر بڑھا لیا تھا کہ انگریز خوفزدہ ہوگئے۔

(۴) یہ ممکن نظر آتا تھا کہ نپولین اور سلطان متحد ہو جائیں گے۔

اس کے رد عمل کے لئے ولزلی کو گورنر جنرل بنا کر بھیجا گیا۔ اور بتاریخ ۱۸ جون ۱۷۹۸ء ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائریکٹروں نے فرانس کے خطرہ سے مطلع کرتے ہوئے اس کو لکھا کہ :-

"ہماری حکومت جو مشرق میں ہے۔ فرانس والوں نے اس کو ہمیشہ حسد کی نگاہ سے دیکھا ہے اور اس وقت وہ ہندوستان پہنچنے کے لئے نزدیک ترین راستہ (براہِ مصر) کی تلاش میں ہیں لیکن جب تک ہندوستان کی کوئی دیسی طاقت فرانس والوں کو کمک نہ دے، وہ اپنے ارادوں میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ٹیپو ان کا حلیف ہے۔ اس لئے مصلحت یہی ہے کہ حالات بروئے کار آنے کا انتظار نہ کیا جائے بلکہ فوراً ہی سلطان کی طاقت توڑ دی جائے۔"

(کتاب بٹسن صفحہ ۲۴ - ضمیمہ)

ولزلی پہلے ہی سلطان کی بڑھتی ہوئی طاقت سے خوفزدہ تھا۔ اس نے سلطان

کو لکھا کہ فرانس کی دوستی ترک کر دی جائے۔ اس خط میں اس نے بہت سی نصیحتیں بھی کی تھیں جن کا "تجزیۂ امپائر ان ایشیا" کا مصنف اس طرح کرتا ہے:۔

"مجھے حیرت ہے کہ آپ فرانس والوں سے دوستی بڑھا رہے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ میں اور ہمارے میں دشمنی پیدا ہو جائے گی یہ کیا غضب ہے کہ اشتراکیت پسند فرانسیسیوں سے دوستی بڑھائی جائے اس سے تو آپ کی سلطنت میں گڑبڑ پیدا ہو جائیگی اور جمہوری خیالات کی وجہ سے آپ کی رعایا خود آپ کے خلاف اُٹھ کھڑی ہوگی اور وہ مذہب جس کی آپ مدد کر رہے ہیں خطرہ میں پڑ جائیگا۔"

(صفحہ ۲۰۳)

پھر یہی مصنف ان نصیحتوں کا مفہوم ایک نہایت ہی مختصر پیرایہ میں اس طرح ادا کرتا ہے:۔

"یعنی آپ ہمارے ساتھ مل کر ہمیں موقع دیں کہ ہم خود اس دین کو جس کو آپ چاہتے ہیں اس طرح بچائیں کہ آپ کی سلطنت پر قبضہ کر کے وہاں چرچ قائم کریں اور اپنی تہذیب پھیلائیں۔" (صفحہ ۲۰۳ خلاصہ)

ولزلی نے اس مکتوب کے ساتھ چند شرائط بھی بھیجی تھیں جن کا مفہوم "صبسیڈیری سسٹم" تھا سلطان کی غیور طبیعت نے ان شرائط کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور یہی چیز باعث جنگ بن گئی۔

انصافاً دیکھا جائے تو سلطان ایک آزاد حکمران تھا۔ اس کو اختیار حاصل

---

۱ اسلام کے اس دعویدار محافظ الاسلام نے سرنگاپٹم کی فتح کی خوشی نہایت شان و شوکت اور دھوم کے ساتھ کلکتہ کے گرجا میں منائی۔

تھا کہ جس سے چاہے دوستی کرے اور اس کے علاوہ ۱۷۹۲ء کے معاہدے میں کوئی شرط ایسی نہیں تھی کہ وہ فرانس والوں سے دوستی نہ کرے۔ بہر طور فرانس سے اپنے مقبوضات بچانے کے لئے حفظِ ماتقدم کے طور پر سلطنتِ خداداد کو تباہ کر دیا گیا۔ (لیکن اکثر مؤرخوں کا خیال ہے کہ وہ صرف شبہات یا بہانے تھے لیکن دراصل ہندوستان پر قبضہ کرنے کے لئے ہی سلطنتِ خداداد کو ختم کیا گیا۔ کیونکہ انگریز مصر میں نپولین کی روک تھام کا انتظام کر چکے تھے) اور دوبندے و نظام علی خان بھی اس وقت انگریزوں کے ساتھ مل گیا اس وقت بھی وہ ذرائع اختیار کئے گئے جو کارنوالس نے سات سال پہلے اختیار کئے تھے۔ یعنی سلطان کے وزراء اور امراء سے سازشیں کرنے کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا گیا اور یہ سازشیں اس وقت اس قدر منظم تھیں کہ :-

پہلے تو سلطان کو یہ اطلاع نہیں ملی کہ انگریزی فوجیں خفیہ طور پر سرحد پر جمع ہو رہی ہیں اس کے امراء اور وزراء نے اس کو آخر وقت تک دھوکے میں رکھا کہ انگریزوں کا ارادہ جنگ کا نہیں ہے سلطان کو انگریزی فوجوں کی نقل و حرکت کی اطلاع اس وقت ملی جب یہ فوجیں ملک کے اندر بہت دور تک آچکی تھیں۔[1]

---

[1] سلطان کو انگریزوں نے اپنے ارادوں کی اس وقت اطلاع دی جب انکی فوجیں پایہ تخت سے صرف ایک دن کے فاصلہ پر تھیں یعنی اس کو کوئی مہلت نہیں دی گئی کہ صلح و آشتی سے معاملہ طے کرے۔ ولزلی نے ہارس کو ہدایات دی تھیں کہ سرنگاپٹم کا محاصرہ کر لینے کے بعد ہی سلطان سے صلح کی گفتگو کی جائے۔

(امپائر ان ایشیا صفحہ ۲۰۶)

میر صادق نے اس کا پورا پورا انتظام کر دیا تھا۔ سدا سیر اور ملولی میں دو جھڑپیں ہوئیں تو یہاں میر قمر الدین (سپہ سالار) نے پوری دغا دی بلکہ ملولی میں سلطانی فوجوں پر ہی حملہ کر دیا۔ بدر الزمان خان کی غداری سے سلطان پایہ تخت میں گھر گیا۔ میر معین الدین اور پورنیا کی سازش سے فوج نہتی ہو گئی۔ انگریزی فوج قلعہ پہ آ گئی اور سلطان جنگ کرتا ہوا شہید ہو گیا۔"

(اقتباس از نشان حیدری)

• ایک انگریز مورخ نے اس فتح پر اپنی رائے یوں دی ہے:-

" ہندوستان میں انگریزوں کی راہ میں ٹیپو ہی ایک سنگ گراں تھا۔ یہ بالکل سچ ہے کیونکہ اس سنگ گراں کے ہٹتے ہی تین چار سال کے اندر اندر پورے ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ ہو جاتا ہے۔"

۱۷۹۹ء = سلطان کی شہادت اور سلطنت خداداد کا خاتمہ۔

۱۸۰۰ء = ارکاٹ۔ تنجاور اور اودھ کی حکومتوں کا خاتمہ۔

۱۸۰۱ء = نظام الملک (حیدر آباد) کی آزادی کا خاتمہ۔

۱۸۰۲ء = مرہٹہ سلطنتوں کا خاتمہ (کرنل ٹبسن لکھتا ہے کہ زوال سرنگاپٹم کی خبر کے ساتھ ہی مرہٹے بالکل ٹھنڈے ہو گئے۔" صفحہ ۲۱۵)

۱۸۰۳ء = دہلی پر قبضہ اور اس کی وجہ سے پورے ہندوستان پر انگریزی تسلط

" اب سے سلطان کے ذاتی حالات اور ملکی اصلاحات وغیرہ، وہ اسی کتاب میں آئندہ صفحات میں ملیں گے۔ ان کے متعلق میں یہاں صرف دو شہادتوں پر اکتفا

کرتا ہوں جس سے اس کی طرزِ حکمرانی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔
کیپٹن لٹل اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے:-
"جب ہم اس (ٹیپو) کے ملک میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ صنعت و حرفت کی ترقی کی وجہ سے نئے نئے شہر آباد ہوئے اور ہوتے جا رہے ہیں رعایا اپنے کاموں میں مصروف و منہمک ہے۔ زمین کا کوئی حصہ بھی بنجر نظر نہیں آیا۔ قابلِ کاشت زمین جس قدر بھی مل سکتی ہے اس پر کھیتیاں لہرا رہی ہیں۔ ایک انچ زمین بھی بیکار نہیں تھی۔ رعایا اور فوج کے دل میں بادشاہ کا احترام اور محبت انتہا درجہ موجود ہے فوج کی تنظیم اور اس کے ہتھیاروں کو دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ یہ یورپ کے کسی مہذب ملک کی فوج سے کسی حالت میں بھی پیچھے نہیں ہے"
ہیمبر ٹارنس ممبر پارلیمنٹ امپائر ان ایشیا کے صفحہ ۲۱۰ پر لکھتا ہے:-
"ٹیپو کے زیرِ حکمرانی میسور، تمام ہندوستان میں سب سے زیادہ سرسبز اور اس کے باشندے سب سے زیادہ خوشحال تھے۔"
مورخ سنکلیر نے یہاں تک اپنی تاریخ میں لکھا ہے "کہ سرنگا پٹم کے باشندوں نے اپنی دولت انگریزوں کو پیش کرنی چاہی کہ وہ سلطنت کو ٹیپو کے خاندان میں چھوڑ کر چلے جائیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رعایا میں نہایت ہی ہر دلعزیز تھا"۔

سلطان اور ریاست میسور

انگریزی مؤرخین کے ساتھ ملکی مورخین نے بھی اپنی کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ

(۱) سلطان کی جابرانہ پالیسی کی وجہ سے ہی میسور کے راجہ کے خاندان نے اُس کے خلاف سازشیں کیں۔

(۲) حیدر علی اور ٹیپو سلطان کا قبضہ اس ریاست پر غاصبانہ تھا اس جملہ کے ساتھ مختلف پیرایوں سے لکھا جاتا ہے کہ:-

"سلطان کے بعد ریاست انصافاً اپنے جائز وارثوں کو واپس مل گئی۔" (ماڈرن میسور)

ان مؤرخوں کے ان نظریوں کو تسلیم کرنے کے لئے دیکھنا چاہئے کہ:-

(۱) آیا یہ کہ سازشیں (جو اس خاندان نے کیں) سلطان ہی کے زمانہ میں ہوئی تھیں کہ انہیں جائز قرار دیا جا سکے؟

(۲) آیا سلطان کا سلوک اس خاندان سے جابرانہ طریق کا رہا؟

(۳) آیا مرہٹوں، انگریزوں اور نظام نے جو جنگیں سلطان سے کیں کیا وہ اس خاندان کو جائز وارث سمجھتے ہوئے اس کی حکومت دلانے کے لئے کی تھیں؟

میسور کے ان سلاطین کا عہد تقریباً ۱۷۶۱ء سے شروع ہوتا ہے۔ اور

۱۷۹۹ء پہ ختم ہو جاتا ہے یعنی :-

نواب حیدر علی ۱۷۶۱ء سے دسمبر ۱۷۸۲ء۔

ٹیپو سلطان ۱۷۸۲ء سے مئی ۱۷۹۹ء۔

اب ان سازشوں کی تاریخیں دیکھئے۔

۱۷۶۱ء۔ رانی نے حیدر علی کے خلاف کھنڈے راؤ سے مل کر جو سازش کی اس کی ناکامی پر وہ ہمت نہیں ہاری۔ (ماڈرن میسور صفحہ ۲۶۸)

۱۷۶۶ء۔ رانی نے حیدر علی کے خلاف مرہٹوں سے مدد مانگی۔ (ہر ہائنس آف میسور)

۱۷۶۶ء۔ رانی لکشما نے لارڈ پیگاٹ (گورنر مدراس) کے پاس اپنا خفیہ ایجنٹ بھیجا۔ (ماڈرن میسور صفحہ ۲۷۰)

۱۷۷۰ء۔ رانیوں نے ترمل راؤ کو ایجنٹ بنا کر پیشوا مادھو راؤ کے پاس بھیجا۔ (ہر ہائنس آف میسور)

۱۷۸۲ء۔ ۲۸ اکتوبر کو رانی کے ایجنٹ ترمل راؤ نے حیدر علی کے خلاف انگریزوں سے معاہدہ کیا۔ (ماڈرن میسور صفحہ ۲۷۰)

۱۷۸۴ء صلحنامہ منگلور ۱۷۸۴ء کے بعد بھی جب سلطان انگریزوں کے خلاف جنگ میں کامیاب ہوا۔ تو رانی نے اپنی کوششیں نہیں چھوڑیں (ماڈرن میسور صفحہ ۲۷۰)

۱۷۹۰ء میسور کی تیسری جنگ سے پیشتر رانی نے جنرل میڈوز (گورنر مدراس) سے خفیہ خط و کتابت شروع کی۔ (ماڈرن میسور صفحہ ۲۷۰)

۱۷۹۶ء۔ رانی نے اپنے ایجنٹ ترمل راؤ کے ذریعہ ایسٹ انڈیا کمپنی کو ٹیپو کی تیاریوں اور فرانسیسیوں سے دوستی کرنے کے معاملہ پر متوجہ کیا۔ (ماڈرن میسور صفحہ ۲۷۱)

۱۷۹۹ء سردانی نے فروری میں لارڈ ولزلی کو خط لکھا کہ ہم آپ کے سایہ میں آنے کے لئے تیار نہیں۔ (ماڈرن میسور صفحہ ۱۷۲)

(مذکورہ بالا سازشیں اُن سازشوں کے علاوہ ہیں جو خاص پایہ تخت میں کی گئی تھیں)

مذکورہ بالا تاریخوں سے معلوم ہوگا کہ ان سازشوں کا سلسلہ سلطان کے عہد میں شروع نہیں ہوا۔ بلکہ یہ حیدر علی کے آغاز ہی میں شروع ہو چکا تھا اس لئے دوسرا الزام کہ "سلطان کا سلوک اس خاندان سے جابرانہ تھا" قابل قبول نہیں رہتا۔ تاہم میں دکھاؤنگا کہ ان مسلمان سلاطین کا اور اس ریاست کا باہمی تعلق کیسا تھا

یہ سچ ہے۔ کہ حیدر علی کی زندگی کا آغاز میسور کے راجہ کی ملازمت سے شروع ہوتا ہے۔ اور یہ جانباز سپاہی ترقی کرتے کرتے ڈنڈیگل کا گورنر بن جاتا ہے۔ لیکن اسی وقت مرہٹے میسور پر حملہ کر کے سوائے پایہ تخت کے راجہ کے پورے علاقہ پر قابض ہو جاتے ہیں اور جب نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو حیدر علی کو طلب کیا جاتا ہے۔ اور انہیں سپہ سالار کا عہدہ دیا جاتا ہے۔ راجہ کے پاس اس قدر روپیہ بھی نہیں تھا کہ نئے سپاہی بھرتی کر سکتا۔ بلکہ جو فوج تھی۔ اس کو بھی عرصہ سے تنخواہ نہیں ملی تھی[1]۔ اور ملک کے مہاجن روپیہ دینے کے لئے تیار نہیں تھے[2]۔ حیدر علی نے یہ روپیہ اپنی ضمانت پر حاصل کیا[3]۔ اور مرہٹوں سے خونریز لڑائیاں

---

[1] ماڈرن میسور صفحہ ۲۲۸

[2] " " " ۲۲۸

[3] " " " ۲۲۸

لڑکر ملک کو مرہٹوں سے نجات دلائی۔ لیکن اس کا صلہ اس جانباز سپاہی کو یہ ملتا ہے۔ کہ بجائے اس کے کہ اس کا اعزاز بڑھایا جاتے راجہ اور خود حیدر علی کا محترم ملازم کھنڈے راؤ اس کے بڑھتے ہوئے اقتدار سے خوف کھا کر اس کی جان لینے کی خفیہ سازش کرتے ہیں۔ تمام انتظامات مکمل ہو چکے تھے کہ شب میں حیدر علی کا خاتمہ کر دیا جائے مگر اسی شام کو حیدر علی کو اس کی اطلاع ملتی ہے اور وہ اپنے اہل و عیال کو خدا کے بھروسے چھوڑ کر اندھیری رات میں سرنگا پٹم سے فرار ہو تے ہیں اور اسی طرح اس ملازمت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ کرنل ولکس اپنی تاریخ میسور میں لکھتا ہے:۔

"Hyder was now left as it were to begin the world again on the resources of his own mind."—(Wilk's History of Mysore, Vol. I, page 259)

ترجمہ:۔ حیدر اب کیا کرے؟ گویا کہ اسے اپنی نئی دنیا از سر نو بنانی تھی اور وہ بھی اپنی دماغی صلاحیتوں کے بوتے پر!) (تاریخ میسور از ولکس صفحہ ۲۵۹)

بلکہ یہی نہیں۔ اس فراری کی جب خبر ملتی ہے تو راجہ کی فوج کھنڈے راؤ کی سرکردگی میں تعاقب میں آتی ہے۔ جب حیدر علی بنگلور پہنچ جاتے ہیں اور یہاں کبیر بیگ وغیرہ کر کے لسین خاں اور فضل اللہ خاں ہیبت جنگ کی مدد سے فوج تیار کر کے کھنڈے راؤ کو شکست دیتے ہیں اور بڑھ کر سرنگا پٹم پر بزور شمشیر قبضہ کر لیتے ہیں۔

ان واقعات کی موجودگی میں یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ حیدر علی غاصب

حکومت تھے۔ یہ نہایت تعجب انگیز امر ہے کہ بے قصوروں کی جان لینے کی کوشش بھی کی جائے۔ اور جب وہ بچ کر نکل جائیں۔ تو انہیں بدستور حکومت کا ملازم بھی کہا جائے اور غاصب بھی کہا جاتا ہے۔ ملازمت کا خاتمہ تو خود راجہ نے کر دیا تھا اور سرنگا پٹم جو فتح ہوا تھا تو وہ بزور شمشیر فتح ہوا تھا۔ حیدر علی نے حکومت اس طرح پر اسرار طور پر حاصل نہیں کی تھی۔ جس طرح میسور کے راجہ راج وڈیار نے وجیا نگر کے وائسرائے ترمل راج سے ۱۶۱۰ء میں حاصل کی تھی۔ جس کے متعلق ولکس اپنی تاریخ کے صفحہ ۲۷-۲۶ پر لکھتا ہے۔

"۱۶۱۰ء میں سرنگا پٹم کا حصول جو نہ صرف اس عہد کا بلکہ خاندان کی تاریخ میں بھی ایک نہایت اہم واقعہ ہے، مختلف مسودوں میں مختلف طور پر بتایا گیا ہے۔ جو صرف سازشوں کی پر اسرار پیچیدگیوں کو ثابت کرتا ہے جنہیں بے نقاب کرنا ہمعصرین کے حیطۂ اختیار سے باہر ہے۔"

ان مذکورہ بالا شہادتوں سے صاف ثابت ہے کہ حیدر علی نے راجہ کی ملازمت میں رہتے ہوئے کسی مکر و فریب یا اور طریقے سے راجہ کی ریاست کو غصب نہیں کیا تھا۔ بلکہ وہ آزاد تھے اور آزاد رہ کر میسور کو بزور شمشیر فتح کیا تھا۔ یہ ان کا احسان تھا کہ انہوں نے اس حکومت کو ہمیشہ کے لئے ختم نہیں کیا۔[1]

---

[1] معلوم ہوتا ہے۔ کہ حیدر علی نے اس خاندان کا پاس و لحاظ اس لئے رکھا۔ کہ وہ اور ان کے خاندان کے کئی لوگ پہلے اس کا نمک کھاتے رہے تھے۔

سرنگاپٹم پر قبضہ کے بعد اجب ان کی فتوحات اور بڑھ جاتی ہیں تو نواب بسالت جنگ بہ حیثیت صوبہ دار دکن انہیں سرا کی صوبہ داری دیتا ہے جس کی تصدیق خود شہنشاہ ہند بھی کرتا ہے اس لحاظ سے جس قدر بھی پالیگار یا راجہ اس علاقہ یعنی کرناٹک بالاگھاٹ میں تھے، وہ سب کے سب قانوناً حیدر علی کے تابع اور خراج گزار بن جاتے ہیں۔ اسی طرح میسور کا راجہ بھی قانوناً اب ان کا خراج گزار بن جاتا ہے چونکہ پہلے ان کی جان لینے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس لئے اس وقت بہ نظر احتیاط حیدر علی نے راجہ کی فوج کو برخاست کر دیا اور زمینداری کا انتظام بھی اپنے ہاتھ میں لے لیا[2] (ٹھیک اسی طرح جیسے آج کورٹ آف وارڈس کے ذریعہ کیا جاتا ہے) اور یہ زمینداری ۳۳ گاؤں سے بڑھ کر

---

[1] شہنشاہ عالمگیر اورنگ زیب نے جب سرا کا صوبہ قائم کیا۔ تو کرناٹک بالاگھاٹ کا تمام علاقہ اور یہاں کے پالیگار اور زمیندار اس صوبہ دار کے ماتحت کر دئے گئے میسور بھی اسی صوبہ سرا کے ماتحت تھا۔

[2] زمینداری میسور کے راجاؤں کو بیجاپوری اور مغلیہ ریکارڈوں میں راجہ نہیں۔ بلکہ زمیندار اور ریاست کو زمینداری لکھا گیا ہے۔ صوبہ دار دکن ناصر جنگ شہید کے ریکارڈوں میں یہی الفاظ موجود ہیں۔

[3] کرنل ہٹسن کی کتاب صفحہ ۲۳۰ جیمس گرانٹ کے حوالہ سے ہٹسن لکھتا ہے کہ راج وڈیار ایک چھوٹا سا پالیگار تھا۔ جس کے ماتحت میسور کے علاوہ ۳۱ مضافات یا گاؤں تھے۔ اور اس وقت میسور جیکراے پٹن کے راجہ کا خراج گزار تھا۔" سرنگاپٹم پر قبضہ کے بعد یہ ۳۳ گاؤں کی ریاست ہوئی۔ حیدر علی کے ملازم ہونے کے بعد اس میں کچھ توسیع ہوئی۔ لیکن بعد میں مرہٹے سرنگاپٹم کے پورے علاقہ پر قابض ہو چکے تھے۔

نہیں تھی جس کی سالانہ آمدنی تین لاکھ پگوڈا تھی[1]۔ اور یہ بھی اسی حیدر علی کی رواداری تھی کہ راجہ کے اعزاز و مراتب اسی طرح رکھے جاتے ہیں۔ اور اس کو دسہرہ منانے یا مسند پر بیٹھنے کی اجازت حاصل رہتی ہے[2]۔ اس راجہ کا انتقال جب ۱۷۷۶ء میں ہوتا ہے تو بہ حیثیت صوبہ دار سرا، حیدر علی، رانی کی درخواست پر، اس کو خاندان کے کسی لڑکے کو انتخاب کرنے و متبنیٰ کرنے کی اجازت بھی دیتے ہیں۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ اس موقع پر حیدر علی نے بذات خود نذر وغیرہ پیش کی وہ سراسر غلط ہے کیونکہ یہ اجازت حیدر علی نے ملیبار سے بھیجی تھی۔ جہاں وہ جنگوں میں مصروف تھے[3]۔ شاید حیدر علی (یا بعد میں ٹیپو سلطان) اس وقت قانون عدم استحقاق (Doctrine of Lapse) سے ناواقف تھے جس کو ایسٹ انڈیا کمپنی نے لارڈ ڈلہوزی کے زمانہ میں نہایت شدومد سے جاری کیا تھا[4]۔

یہاں یہ لکھنا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ حیدر علی کے عہد کے شروع میں جب مادھو راؤ پیشوا نے بدنور کی راجدھانی کے متعلق حیدر علی کو الزام دیا کہ وہ بدنور کے غاصب ہیں تو حیدر علی کے وکیل اپاجی رام نے اس سے کہا کہ

---

[1] تاریخ میسور از کرنل ولکس صفحہ ۲۹۴۔ [2] ماڈرن میسور صفحہ ۱۱۸۔

[3] کتاب بٹس صفحہ ۲۲۳۔

[4] لارڈ ڈلہوزی نے اپنے عہد حکومت میں میسور کے راجہ کے خاندان پر بھی اس قانون کا اطلاق کرنا چاہا۔ لیکن ڈائرکٹران کمپنی نے اس بنا پر نامنظور کیا کہ ڈلہوزی کی پالیسی سے اس وقت ہندوستان میں ایک عام ناراضگی پھیلی ہوئی تھی کیونکہ اس گورنر جنرل نے اس وقت بہت سی ریاستوں کا خاتمہ کر دیا تھا۔

آپ بھی غاصب حکومت ہی تو ہیں۔ ورنہ بتلایئے کہ مرہٹوں کا اصلی اور جائز حاکم جو سیوا جی کے خاندان کا ہے۔ وہ کہاں ہے۔[1] اس پر نانا دھوراؤ نے شرم سے سر جھکا لیا۔ کیونکہ پیشوایان پونا نے اس خاندان کو قید کر کے ہی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی تھی۔[2] یہاں یہ امر قابل لحاظ ہے کہ مادھوراؤ نے حیدر علی کو میسور کے متعلق الزام نہیں دیا۔ کیونکہ وہ حالات سے واقف تھا۔ بلکہ اس نے حیدر علی کو جائز حکمران تسلیم کر لیا تھا۔[3]"

مرہٹوں کے بعد انگریزوں نے بھی نواب حیدر علی و ٹیپو سلطان کو ہی اس سلطنت کا اصلی اور جائز مالک اور وارث تسلیم کر لیا تھا۔ اس کا ثبوت اس طرح ملتا ہے کہ :-

(۱) حیدر علی اور انگریزوں میں دو جنگیں ہوئیں جنہیں تاریخ میں میسور کی پہلی اور دوسری جنگ کہا جاتا ہے۔

(۲) ٹیپو سلطان اور انگریزوں میں دو جنگیں ہوئیں جنہیں تاریخ میں میسور کی تیسری اور چوتھی جنگ لکھا گیا ہے۔

(ان میں سوائے دوسری جنگ کے باقی تین خود انگریزوں نے شروع کی تھیں) ان جنگوں کے علل و اسباب تاریخوں میں دیئے گئے ہیں۔ ان میں کہیں بھی راجہ کے خاندان کا ذکر نہیں ہے۔ اگر جنگوں کے علل و اسباب میں یہ ذکر نہیں ہے تو لازمی طور پر فتح کے بعد تو اس پر زور دیا جاتا تھا۔ مگر شرائط صلح میں بھی ایک لفظ تک

---

[1] تاریخ میسور از ولکس صفحہ ۳۰۴
[2] تاریخ میسور از کرنل ولکس صفحہ ۳۰۴
[3] ماڈرن میسور

اس کے متعلق نہیں ہے۔

لارڈ کارنوالس نے ۱۷۹۲ء میں پایۂ تخت کا محاصرہ کرلیا۔ اس وقت اس کے ساتھ نظام اور مرہٹے بھی تھے۔ سلطان نے مجبور ہو کر صلح کرلی۔ شرائط صلح کے مطابق اس میں سلطان کا نصف ملک اور تین کروڑ روپیہ جو تاوان جنگ لیا گیا لیکن ٹیپو کے خاندان کے متعلق کوئی ذکر ان شرائط میں نہیں ہے۔

۱۷۹۹ء میں میسور کی چوتھی اور آخری جنگ ہوئی جب جنرل ہارس نے پایۂ تخت کا محاصرہ کرلیا۔ سلطان کو جو شرائط صلح ۲۸ اپریل ۱۷۹۹ء کو پیش کی گئیں ان میں دو کروڑ روپیہ اور نصف ملک کا مطالبہ کیا گیا اور یہ بھی کہا گیا کہ اگر سلطان ان شرائط پر راضی ہو جائے یعنی اطاعت کرلے تو بقیہ ملک اس کے لئے چھوڑ دی جائے گی۔[1] ان شرائط میں بھی کہیں اس خاندان کا ذکر نہیں ہے۔

انگریزی گورنر جنرلوں (خصوصاً کارنوالس، سر جان شور اور ولزلی) اور سلطان میں خط و کتابت رہی ہے۔ ان گورنر جنرلوں کے مکاتیب کئی کتابوں میں شائع ہو چکے ہیں اور کرنل ہٹسن نے بھی اپنی کتاب میں ولزلی کے چند خطوط جو سلطان کے نام تھے، دیئے ہیں۔ ان تمام خطوط میں کہیں اشارۃً بھی اس خاندان کا ذکر نہیں ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انگریز بھی حیدر علی اور سلطان ہی کو اس سلطنت کا جائز مالک اور وارث تسلیم کرتے تھے۔

مذکورہ بالا دلائل سے صاف ثابت ہے کہ۔

---

[1] یہ گیارہ شرائط ہیں جنہیں ہٹسن نے اپنی کتاب کے ضمیموں کے نمبر ۱ میں دیا ہے۔

(۱) حیدر علی نے ملازمت میں رہتے ہوئے غدّاری نہیں کی۔ اور نہ سازشوں سے حکومت پر قبضہ کیا۔

(۲) حیدر علی کا ریاست پر قبضہ فاتحانہ تھا۔ اور وہ قانوناً اس کے مالک ہو گئے تھے۔

(۳) حیدر علی نے جس وقت زمام سلطنت سنبھالی تو اس وقت وہ راجہ کے ملازم نہیں تھے۔

(۴) سرکاری صوبہ داری نے قانوناً انہیں میسور کا "پیرامونٹ پاور" (Paramount Power) یعنی "حکومت بالا دست" کی حیثیت دے دی تھی اور راجہ کی حکومت ان کے ماتحت ایک جاگزار زمیندار کی سی تھی[1]

(۵) حیدر علی ہو یا ٹیپو سلطان۔ ان دونوں کے عہد میں مرہٹوں، نظام اور انگریزوں سے کئی معاہدے ہوئے۔ ان میں کہیں بھی اس ریاست کی بحالی یا غیر بحالی کا اشارہ تک نہیں ہے۔

(۶) سلطان نے حکومت اپنے باپ سے پائی تھی۔ اور وہ قانوناً اس کا جائز وارث وحقدار تھا۔ اور اس انگریزی کمیشن نے جو سقوط سلطنت کے بعد تقسیم کے لئے بیٹھی تو اس نے بھی راجہ کے خاندان کو نہیں، بلکہ سلطان کے خاندان کو اس کا جائز وارث تسلیم کیا۔

---

[1] مغلیہ ریکارڈوں میں میسور کو زمینداری ہی لکھا گیا ہے بیجاپور والوں نے بھی اس کو زمینداری ہی لکھا ہے۔ صوبہ دارانِ دکن کے ریکارڈوں میں یہی لفظ موجود ہے۔ ناصر جنگ نے بھی اس کو زمینداری ہی کے نام سے مخاطب کیا ہے۔

ان حقائق کے ہوتے ہوئے کیا یہ افسوسناک امر نہیں ہے کہ مدارس کی مروجہ تاریخوں بلکہ سرکاری مطبوعات تک میں جیسے میسور گزیٹر وغیرہ ہیں۔ ان سلاطین عظام کو غاصب لکھا جاتا ہے۔ یہ زمانہ کی نیرنگی اور اُس غلامانہ ذہنیت کا نتیجہ ہے جو ہندوستان پر مسلط ہے۔

حیدر علی اور ٹیپو سلطان کا سلوک راجہ کے خاندان سے

باوجود فاتح ہونے اور یہ جاننے کے بھی کہ کس طرح راجہ کے خاندان نے ان کی جان لینے کی کوشش کی تھی، نواب حیدر علی نے اس خاندان سے جو سلوک کیا شاید تاریخ مشکل سے اس کی نظیر دے سکے گی۔ یہ فاتح سپاہی، بدنور کی فتح کے بعد جب اس کے خلاف یہاں سازش ہوتی ہے تو بدنور کے خاندان کو ہمیشہ کے لئے حکومت سے محروم کر کے قید و بند میں جکڑ دیتا ہے لیکن سرنگاپٹم کی فتح کے بعد راجہ کے خاندان سے جو سلوک کرتا ہے اس پر حیرت ہوتی ہے:۔

(۱) وہ راجہ اور اُس کے لئے تین لاکھ (پگوڈے) کی جاگیر (جو اُس خاندان کی قدیم زمینداری تھی) محفوظ کر دیتا ہے۔ (ماڈرن میسور صفحہ ۴۲)

(۲) وہ راجہ اور اُس کے خاندان کے اعزاز و مراتب بحالہ قائم رکھتا ہے۔

(ماڈرن میسور صفحہ ۲۶۸)

(۳) وہ راجہ کو دسہرہ منانے، اپنے درشن دینے، نذرانہ لینے اور دربار کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

(ماڈرن میسور صفحہ ۲۷۲)

لیکن :-

"پچھلی رقم چونکہ اس کی جان لینے کی کوشش کی گئی۔ اس لئے وہ :-
(۱) راجہ کی زمینداری کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے جس طرح آج بھی انگریزی حکومت میں کمیشن یا کورٹ آف وارڈس کے ذریعہ کیا جاتا ہے)
(۲) راجہ کی نوج کو برخاست کر دیتا ہے۔ (انگریزی حکومت میں بھی گیا اور کیا جا رہا ہے)

نواب حیدر علی کے بعد سلطان نے بھی یہی سلوک اس خاندان سے آخر تک جاری رکھا۔ اس کا ثبوت تاریخ اس طرح دیتی ہے :-
(۱) حیدر علی کے خاندان کی حیثیت اس راجہ کے خاندان پر ایک ریجینٹ کی سی ہے۔ (ماڈرن میسور صفحہ ۲۶۸)
(۲) دسہرہ کا سالانہ دربار جو ایک سیاسی حیثیت رکھتا ہے اس کی ممانعت حیدر علی یا ٹیپو سلطان سے کبھی نہیں ہوئی۔

(ماڈرن میسور صفحہ ۲۷۲)

بُٹس اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ :-
سلطانی توشہ خانہ خاص سے کبھی اس خاندان کو ضروریات فراہم کی جاتی تھیں۔ (ماڈرن میسور صفحہ ۲۳۰)
تاریخوں میں لکھا ہے کہ کرشنا راج وڈیر جس کو سقوط سلطنت کے بعد میسور کی حکومت دی گئی وہ سلطان کو چچا پکارتا تھا۔
اس اقرار کے بعد ماڈرن میسور یا میسور گزیٹر کے مصنف کو یاد رہے

مؤرخوں کو جب سلطان پر اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں ملی تو انہوں نے یہ لکھا ہے کہ:۔

در ۱۷۹۶ء میں جب راجہ کا انتقال ہوگیا تو سلطان نے اس کے بیٹے کرشنا راج وڈیر) کو جانشین مقرر نہیں کیا اور ۱۷۹۹ء تک کوئی دربار نہیں ہوا"

اس کا جواب دینے سے پیشتر کرنل بٹسن کی کتاب دیکھی جائے تو اس میں لکھا ہے کہ:۔

سلطان نے اس خاندان کو اس کی جاگیر کے حق سے محروم نہیں کیا تھا۔"[1]

(نوٹ:۔ یہی جملہ انگریزی کمیشن نے لارڈ ولزلی کو لکھا تھا۔ محمود)

لہذا یہ غلط ہے کہ سلطان نے متوفی راجہ کا جانشین مقرر نہیں کیا۔ اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس نے جانشین مقرر نہیں کیا تو اس کے وجوہات حسب ذیل ہو سکتے ہیں۔

"کرشنا راج وڈیر کی عمر اس وقت پانچ سال کی تھی" (ماڈرن میسور)

اور بعض تاریخوں میں تین سال لکھا گیا ہے۔ بہرطور تین ہو یا پانچ کیا انگریزی راج میں اس عمر میں اختیارات دیے جاتے ہیں؟ کیا یہ عمر دربار کرنے کے قابل تھی۔ انگریزی راج میں پہلے تو چھان بین کرنے کے لئے سالہا سال لگ

---

[1] سلطان کی یہ بہت بڑی فیاضی تھی کہ اس نے اس خاندان کی حیثیت برقرار رکھی۔ حالانکہ اس نے تمام ملک میسور میں زمینداری اور جاگیرداری کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اس کو ان جاگیر کے تعلقات کے پاس رہنا تھا جو اپنے باپ اور اس خاندان میں تھے۔

جاتے ہیں اور پھر نامردگی ہوتی ہے۔ اور اس کے بعد دربار ٹیپو کے اختیارات تو بالغ ہونے کے بعد مٹ جاتے ہیں۔ اس رسم و رواج اور حقائق کو جاننے کے بعد بھی اگر سلطان پر اعتراض کیا جائے تو اس کو تعصب کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ کیوں نہیں۔ ان مورخین کے دست قلم کو ان امور پہ جنبش ہوتی۔ کیلے امر واقعہ نہیں ہے۔ کہ :۔

(۱) ایسٹ انڈیا کمپنی نے اس راجہ کو سنا وڈیر کو ۱۸۳۱ء میں حکومت اور ریاست سے محروم کر دیا اور پچاس سال تک میسور انگریزی کمیشن کے ماتحت رہا۔

(۲) راجہ کی عرضیوں پہ لارڈ ولیم بنٹنگ گورنر جنرل نے میسور کی قدیم راجدھانی ریسور۔ اشناگرام اور منظر آباد کا کچھ علاقہ دے کر باقی ریاست کو انگریزی تسلط میں لے لینا چاہا۔

(۳) لارڈ ڈلہوزی (گورنر جنرل نے ڈاکٹرین آف لیپس (قانون عدم استحقاق) کا اطلاق کرنا چاہا۔

ان امور پر ایک لفظ بھی بطور اعتراض ان تاریخوں میں پایا نہیں جاتا اسی سے ان مورخوں کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ کہ مورخ یہ کتابیں کس غرض سے لکھتے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ :۔

"سلطان کے بعد حکومت انصافاً اس کے اگلے جائز وارثوں کو دی گئی" خط کشیدہ الفاظ قابل غور ہیں۔ اگر اوپر دیے ہوئے دلائل ان کے جواب میں کافی نہیں ہیں تو مندرجہ ذیل دلائل دیکھے جائیں :۔

مورخ باسو اپنی کتاب میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ریکارڈوں سے اپنی تائید

کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:-

"The craction of the New State and the restoration of the descendant of the Rajah of Mysore was not undertaken from any motive of philanthropy but as a reward for the manner in which the members of the ex-royal family of Mysore had helped the British by betraying Tippu." — (Rise of the Christian Power in India, page 553.)

(ترجمہ:- نئی ریاست کو وجود میں لانے اور میسور کے راجہ کی نسل کے

قدیم خاندان کو بحال کرنے کی کارروائی کسی انسان دوستی کے ارادے سے نہیں کی گئی

تھی بلکہ یہ اس خدمت کا انعام تھا جو میسور کے سابق حکمران خاندان کے

افراد نے انگریزوں کو مدد دیتے ہوئے ٹیپو سے غداری کر کے کی تھی)

(رائز آف دی کرسچین پاور ان انڈیا صفحہ ۵۵۳)

اوپر کی تحریر ایک مورخ کی گواہی ہے۔ اب اس کے بعد دیکھنا یہ ہے کہ

خود سرکاری ریکارڈ کیا کہتے ہیں۔ کتاب سلیکشن فرام ... میں بتایا گیا ہے

کہ کس طرح مصلحتاً یعنی اس وقت کی پالیسی کے لحاظ سے یہ حکومت

بحال کی گئی۔ چنانچہ ذیل کی تحریر یہ گواہی دیتی ہے کہ:-

"In disposing of the conquered territories, it was considered that the partition of them between the

British Government and the Nizam would afford just ground of jealousy to the Mahrattas and aggrundise the power of the Nizam beyond due limits. It was resolved to creare a separate government in Mysore)"

—(A Collection of Treatise, Engagements and Sanuds. Vol IX. Gort. Printing Calcutta 1909, page 182).

(ترجمہ: مفتوحہ علاقہ کے تصفیہ کے وقت سمجھا گیا کہ اگر اس کو انگریزی حکومت و نظام میں مساوی طور پر تقسیم کیا گیا تو اس سے نہ صرف مرہٹوں کے دل میں حسد پیدا ہوگا۔ بلکہ نظام کی طاقت کو اس کی حدود سے بڑھ کر ترقی دینا ہوگا۔ اس لئے طے کیا گیا کہ میسور میں ایک علیحدہ حکومت قائم کی جائے

(کتاب سندس انڈ ٹریٹیز ۔ گورنمنٹ پریس کلکتہ صفحہ ۱۸۲)

اس کی تشریح اس خط وکتابت سے بھی ہوتی ہے جو بعد میں کرشنا راج وڈیر (جس کو ٹیپو سلطان کے بعد تخت نشین کیا گیا) اور لارڈ کیاننگ وائسرائے کے درمیان ہوئی۔ اس میں صاف طور پر بتایا گیا ہے کہ حکومت اس خاندان کو اس بنا پر نہیں دی گئی کہ اس خاندان کو کوئی موروثی حق حاصل ہے یا ان علاقوں پر جو اب اس خاندان کو دئے گئے ہیں ان پر اس خاندان کا مالکانہ قبضہ تھا بلکہ لارڈ ولزلی نے صرف اپنے فاتحانہ حق کا استعمال کرتے ہوئے مناسب سمجھا کہ حکومت اس خاندان کو دی جاوے[1]۔ اسی خط وکتابت میں یہ بھی بتایا گیا ہے

---

[1] نواب حیدر علی و ٹیپو سلطان پر غاصب کا الزام لگانے والوں (بقیہ دیکھو صفحہ ۷ ہ پر)

کہ اگر دہیانگر کے زمانہ میں اس خاندان نے کچھ علاقہ بزورِ شمشیر حاصل کیا تھا تو بزورِ شمشیر وہ اس سے چھین بھی لیا گیا تھا۔

خود حکومت میسور کی مطبوعہ کتاب کی اس تحریر کو دیکھنے کے بعد ان وجوہات پر غور کیا جائے جن کی بنا پر میسور کی نئی ریاست وجود میں آئی۔

ٹیپو سلطان کے شاہزادوں کو محروم کرنے کے وجوہات

(اقتباس مفہوم)

(۱) چونکہ ملک پر ہمارا بزورِ شمشیر فاتحانہ قبضہ ہوا ہے۔ اس لئے ٹیپو سلطان کے شاہزادوں کو سوائے ہمارے رحم و کرم بالفاظ دیگر انسانیت کے کچھ بھی حق نہیں ہے۔ (ولٹس صفحہ ۲۰۷)

(۲) ٹیپو سلطان کے شہزادوں کو حکومت دینے کی معنی یہ ہونگے کہ دشمن کی طاقت گو توڑ دی گئی لیکن پھر بھی دشمن کو باقی رکھا گیا ہے۔ (ولٹس صفحہ ۲۰۸)

(۳) ٹیپو سلطان کے شاہزادے چونکہ اپنے باپ کی شان و شوکت دیکھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۶) کو ممکن ہے کہ یہ سب معلوم ہو۔ لیکن ان کے قلم کو ان معاملات پر جنبش نہیں ہوتی۔ حالانکہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ۱۸۳۱ء میں اس خاندان کو ۵۰ سال تک حکومت سے محروم کر دیا تھا۔ اور پنشن دے رہی تھی۔

چکے ہیں اور اسی ماحول میں پرورش پائے ہیں۔ اگر انہیں حکومت دی جائے تو وہ اپنی عظمتِ رفتہ کو حاصل کرنے کے لئے ہر جائز و ناجائز طریقہ اختیار کریں گے

(ولکس صفحہ ۲۱۷)

(۴) اگر ٹیپو سلطان کے شہزادوں کو حکومت دی جائے تو وہ انگریزوں سے انتقام لینے پر آمادہ ہو جائیں گے (ولکس صفحہ ۲۱۴)

(۵) ٹیپو سلطان کے شہزادے اس سے واقف ہیں کہ ان کے باپ نے فرانس اور کابل سے ہمارے خلاف خط و کتابت کی تھی (ولکس صفحہ ۲۲۰)

(الف) فرانس سے ہمیشہ خطرہ ہی انگلستان کے سر پر منڈلا رہا ہے

(ولکس صفحہ ۲۲۲)

(ب) زمان شاہ (کابل) کے حملہ کا خطرہ بھی ہندوستان کو لاحق ہے

(ولکس صفحہ ۲۲۶)

(۶) اس خاندان کو حکومت دینے سے یہ ممکن ہے کہ اس کے [illegible] الحاق میں حصہ نہ لیں اور ہر وقت ہم کو خطرہ لگا رہے گا" (ولکس صفحہ ۲۰۸)

(۷) اس خاندان کو حکومت دینے کا معنی یہ ہوں گے کہ اکثریت پر اقلیت کی حکومت مسلط کر دی گئی ہے۔ (ولکس صفحہ ۲۲۰)

ف [illegible] ہیں جو آج ہندو جمہوریت والوں کو حکومت کے [illegible] اصول کی رو سے انگلستان کی [illegible] کرنی [illegible] کہ حکومت [illegible] اکثریت پر [illegible] کرے۔

دیگر [illegible]

(۱) [illegible] علی خاں [illegible] تاریخ [illegible] ہے
سلطان کے شہزادوں کو تخت [illegible] ہے۔

(۲) اس کے ثبوت میں [illegible] کے پاس [illegible] اعظم
(مطبوعہ) کا حوالہ [illegible] ۔ (۳) [illegible] مطبوعہ [illegible] ۔

[illegible] سلطان کے [illegible] اور
[illegible] ۔ [illegible]
[illegible] لیا ہے [illegible]
[illegible] ہوئے [illegible]
[illegible] ۔

(تاریخ [illegible] مطبوعہ [illegible] صفحہ ۸۰)

اس [illegible] ۔
[illegible] سلطان کے لڑکوں [illegible]
[illegible] صاحب [illegible]
[illegible] اور [illegible] ۔

(تاریخ [illegible] مطبوعہ [illegible] صفحہ ۹۰)

[illegible]
[illegible] سلطان کا [illegible]
[illegible] ۔

سلطنت خداداد کی تقسیم اور فیصلہ کا پورا اختیار نظام علی خاں نے انگریزی کمیشن کو دے دیا تھا۔ کمیشن نے سرنگاپٹم میں میر عالم کے علاوہ غلام علی کو بھی مشاورتی کمیٹی میں لیا تھا۔ غلام علی سے جب مشورہ طلب کیا گیا۔ نواس غدار نے کہا کہ :-

"افعی کشتن و بچہ افعی را نگاہ داشتن کار خردمندان نیست"

(ترجمہ :- سانپ کو مار ڈالنا اور سانپ کے بچے کو پالنا عقلمندوں کا کام نہیں ہے)

میسور کے راجہ کے خاندان کو ریاست دینے کے وجوہات

(اقتباس و مفہوم)

۱۔ اگرچہ قدیم خاندان کا ایک جائز وارث سرنگاپٹم میں موجود ہے اور اگرچہ اس خاندان کو ہم سے کچھ بھی امید ہو لیکن سوائے ہمارے رحم و کرم اور تقاضائے انسانیت کے مفتوحہ علاقہ پر اس کا کچھ بھی حق ثابت نہیں ہے۔

(کتاب بٹسن صفحہ ۲۰۷)

۲۔ سلطان کی مملکت چونکہ بزور شمشیر فتح ہوئی ہے۔ اس لئے فاتحین[1] کو حق حاصل ہے۔ کہ وہ جس طرح چاہیں۔ اس کی تقسیم کریں اور جس کو چاہیں کچھ علاقہ دیں۔

(بٹسن صفحہ ۲۰۷)

---

[1] ۔ فاتحین سے مراد نظام اور انگریز ہیں۔

۳۔ اگر ایک ہندو راج قائم کیا جائے تو مرہٹوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوگا کہ ہم نے ان کی ہم قوم کا کس قدر پاس و لحاظ رکھا ہے۔[1] (رچرڈسن صفحہ ۲۴۲)

۴۔ چونکہ آبادی زیادہ تر ہندوؤں کی ہے۔ اسلئے بہ نسبت ایک مسلمان حکومت کے ہندو حکومت ان کے زیادہ پسند ہوگی۔ (رچرڈسن صفحہ ۲۴۰)

۵۔ چونکہ فرانس والے ٹیپو سلطان کے دوست تھے اس لئے یہ خاندان ہمیشہ اُن کے خلاف رہے گا۔ بلکہ ان تمام لوگوں کو حسد کی نگاہ سے دیکھے گا جو سلطان سے دوستی رکھتے تھے۔ (رچرڈسن صفحہ ۲۲۰)

۶۔ اس خاندان کو حکومت دینے سے اس کے کل ذرائع ہمارے اختیار میں رہیں گے اور بوقت ضرورت ہم ان سے پورا فائدہ اٹھا سکیں گے گویا یہ بھی ہمارا ہی علاقہ ہوگا۔ (رچرڈسن صفحہ ۲۲۰)

۷۔ اس خاندان کو برسر اقتدار لانے سے ہمارے علاقوں کے تحفظ کا ایک اور ذریعہ پیدا ہو جائے گا ہماری تجارت کو ترقی ہوگی۔ اس لئے اس کو زیادہ علاقہ دے کر اس کی حیثیت کو بڑھایا جائے۔ (رچرڈسن صفحہ ۲۱۹)

یہ ہیں وہ وجوہات و اسباب جن کی بنا پر میسور کی نئی ریاست وجود میں آئی اور اس کو جو وسیع علاقہ دیا گیا تو وہ اُس وقت کی پالیسی کے عین مطابق تھا کہ (۱) ہندوستان میں اس وقت اور بھی آزاد حکومتیں تھیں مثلاً ایسٹ انڈیا کمپنی

---

[1] مرہٹوں میں یہ خیالات کبھی پیدا نہیں ہوئے حیدر علی یا ٹیپو سلطان اور مرہٹوں کے درمیان جس قدر لڑائیاں ہوئیں، اس بنیاد پر کبھی نہیں ہوئیں۔

یہ دونوں قطعے خود ہی سے لیکن نوابوں کے دل میں کمپنی کے خلاف جذبات پیدا ہو جانے

(۲) ایک نئی ریاست کو وجود میں لانے سے بہت سی ذمہ داریاں کم ہو جاتیں لیکن ساتھ ہی اس کو اپنا تابع بنا لینے سے دوگنا فوائد بھی حاصل ہو جاتے جو براہ راست قبضہ سے ہوتے تھے۔ ان ہی فوائد کو مد نظر رکھ کر راجہ کے خاندان کو ان کی قدیم جاگیر سے کچھ زیادہ علاقہ دیا گیا۔

(۳) ہندو مسلم سوال پیدا کرنا اور پھوٹ ڈال کر حکومت کرنے کی بھی پالیسی دور قدیم سے ہندوستان میں کمپنی کا معمول رہا تھا۔ لہٰذا اس سے فائدہ اٹھایا گیا۔

(۴) ان تمام باتوں سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اس تقسیم میں سلطان کا یا اس کی قوم کا یا اعتقادات کا یا انسانیت کا بھی دخل نہیں ہے کیونکہ سلطان کے خاندان کو ۲۴ روپیوں تک بھی کسی قسم کی جاگیر نہیں دی گئی اور مزار ۲ کو لوٹ لیا گیا۔

مجھے افسوس ہے کہ بعض مورخوں نے سلطان حیدر علی اور ٹیپو سلطان پر اس بات پر بھی بہت سے اعتراضات بھی کئے ہیں۔ ان کا جواب چند سطور میں دیا جا سکتا ہے مگر میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ میسور کے راجاؤں یا انہوں نے جو سازشیں کیں اور ایسٹ انڈیا کمپنی سے مدد چاہی۔ تو اس وقت وہ اس سے واقف نہیں تھے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی سے مدد مانگنے کی سزا کیا ہوگی۔ بہت ممکن ہے کہ انہوں نے یہ سمجھا ہو کہ ایسٹ انڈیا کمپنی بھی اگلے حملہ آوروں کی طرح حملہ کرکے حکومت حیدر علی یا ٹیپو سلطان کے ہاتھوں سے نکال کر انہیں پھر ان کی حیثیت پر بحال کر کے حکومت کرنے کے لئے چھوڑ کر چلی جائے گی۔ یہ خود غرضی ان راجوں

ملاحظہ ہو ان کا ثبوت اس ... ۱ ... (بقیہ حاشیہ صفحہ ... پر)

لے گیا۔ جس پر [illegible] کا شکار رہا [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

سلطنت خداداد کی تقسیم

صلح نامۂ سرنگا پٹم (۱۷۹۲ء) کے وقت سلطنت خداداد کی کل آمدنی کا اندازہ ۹۸-۱۷۷۳۵ کنٹی رایا پگوڈے تھا۔ اس میں سے نصف آمدنی کا ملک نظام مرہٹے اور انگریزی لٹیروں نے ہتھیا لیا۔[1]

میسور کی چوتھی جنگ (۱۷۹۹ء) کے خاتمہ پر سلطان کی جمع بندی کے حساب سے جو ملک سلطان کے زیر نگیں تھا۔ اس کی کل آمدنی کا اندازہ ۲۰۴۷۵۴۹ پگوڈے تھا۔ انتظامی اخراجات وضع کرنے کے بعد انگریزوں نے آمدنی کا حساب تقریباً ۲۴۳۵-۲۲۴ پگوڈے لگایا۔ اور اس کی تقسیم ولزلی نے اپنی پالیسی کی بنا پر حسب ذیل طریقہ پر کی۔[2]

---

[1] جس وقت اس عہدنامہ کی خبر انگلستان پہنچی تو مسٹر فاکس نے پارلیمنٹ میں کہا تھا کہ:۔
"کارنوالس نے لیٹروں کا ایک جتھا تیار کیا ہے اور اس کے ذریعے وہ حقداروں کا حق لوٹ رہا ہے"
کل مورخین کو اتفاق ہے۔ کہ میسور کی تیسری جنگ جس کا خاتمہ صلح نامہ سرنگا پٹم ۱۷۹۲ء پر ہوا ہر توجہ سے ناجائز تھی چونکہ سلطان کی بڑھتی ہوئی طاقت سے گھبرا کر کارنوالس نے نظام اور مرہٹوں سے اتحاد کر کے سلطنت خداداد پر حملہ کیا تھا کرنل ولکس اپنی تاریخ میسور میں لکھتا ہے "کارنوالس جیسے سیاستدان اور انصاف پسند شخص سے یہ امید نہیں تھی۔ کہ وہ اس طرح بدعہدی کریگا۔"

[2] کتاب بٹسن صفحہ ۱۵۴۔

(۱) میسور کی نئی ریاست رقبہ ۲۹۴۳۳ مربع میل، ۱۳۷۴۰۰۷۶ پگوڈے[1]

(۲) انگریزوں کا حصّہ ۷۷۰۷۰ پگوڈے[2]

(۳) نظام کا حصّہ ۶۰۳۳۲ پگوڈے[3]

(۴) مرہٹوں کا حصّہ بشرطیکہ وہ سب سڈی ایری سسٹم قبول کرلیں ۲۶۳۹۵۷ پگوڈے[4]

میزان = ۳۰۲۲۴۳۵ پگوڈے

انگریزوں کے حصّہ میں دو لاکھ چالیس ہزار پگوڈے سلطان کے شاہزادوں کے گزارے کے لئے منظور کئے گئے[5] اور حیدرآباد کے حصّہ میں میر قمرالدین کی ستّر ہزار پگوڈے کی جاگیر شامل کی گئی[6]۔

یہ ہے لارڈ ولزلی کا وہ انصاف، تقاضائے انسانیت اور رحم و کرم جس سے سلطنت کے جائز وارثوں کو نوازا گیا۔ اور میر قمرالدین جیسے غدّار کو ستّر ہزار پگوڈے کی جاگیر دی گئی۔ خاندان سلطانی میں اس وقت گیارہ شاہزادے، شہزادی، سلطان کا بھائی کریم شاہ حیدر علی کی بیگمات وغیرہ تمام شامل تھے۔ یہ قافلہ جس وقت سرنگاپٹم سے نکلا نوکر چاکر ملا کر سات سو افراد پر مشتمل تھا۔ یعنی سلطان سے جس کسی کو بھی کچھ ذرا سا رشتہ تھا، ایک فرد بھی میسور میں چھوڑا

---

[1] کتاب بٹسن صفحہ ۱۵۴ ÷

[2] کتاب بٹسن صفحہ ۱۴۹ ÷

[3] کتاب بٹسن صفحہ ۱۵۰ ÷

[4] کتاب بٹسن صفحہ ۱۵۴ ÷

[5] کتاب بٹسن صفحہ ۱۴۹ ÷

[6] کتاب بٹسن صفحہ ۱۵۰ ÷

۲۷ [illegible]

[illegible]

۶

ہندو رعایا سے سلطان کا سلوک

۳۲ [illegible] ۱۹۱۶ء [illegible]

(Annual Report of the Mysore Archaeological Department for the year 1916)

[illegible]

[illegible]

[illegible] ہے۔

[illegible]

سرینگری [illegible] سلاطین [illegible]

اور [illegible]

[illegible] ہیں اور [illegible] سرینگری [illegible]

[illegible] لکھے گئے ہیں

سرینگری ریاست میسور [illegible]

[illegible]

[illegible] اور [illegible] ہیں۔

میسور کی تیسری جنگ میں انگریزوں، مرہٹوں اور نظام نے سلطان کے ملک پر فوج کشی کی تھی۔ مرہٹہ فوج پرسرام بھاؤ کے ماتحت تھی۔ اس فوج نے جہاں تمام ملک کو لوٹ مار کرکے تباہ کیا۔ وہاں سرینگری جیسا مقام بھی اس کے ہاتھوں نہ بچ سکا۔ گرو نے سلطان کو لکھا کہ مرہٹہ فوج نے سرینگری کے مندر کو لوٹ کر تباہ کر دیا ہے۔ اور سارداد یوی کے بت کو اپنی جگہ سے نکال کر پھینک دیا گیا ہے۔ مندر کا جملہ نقصان ساٹھ لاکھ روپے کے قریب ہوا ہے۔ مندر کے ہاتھی، گھوڑے وغیرہ تمام مرہٹے اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔

اس کا جواب سلطان نے ۳۰ ماہِ ربانی مطابق ۱۷۹۱ء میں اس طرح دیا ہے:۔

"ہم ان دشمنوں کو سزا دے رہے ہیں جو ہمارے ملک پر چڑھائی کرکے ہماری رعایا کو ستا رہے ہیں۔ آپ کی ذات تقدس مآب اور تارک الدنیا ہے۔ اس لئے یہ آپ کا اور مندر کے دوسرے برہمنوں کا فرض ہے کہ ملک کے دشمنوں کی تباہی کے لئے خدا سے دعا کریں کہ ہمارا ملک محفوظ اور ہماری رعایا خوش و خرم رہے۔"

پھر ایک خط میں گروجی نے سلطان کو لکھا تھا کہ انھوں نے (یعنی گروجی) مجبور ہو کر کسی اور جگہ اقامت اختیار کی ہے۔ اور یہ بھی اطلاع دی تھی کہ مرہٹوں نے مندروں میں گھس کر برہمنوں کو زخمی کیا ہے اور قتل کر دیا ہے۔ اور مندروں میں جو کچھ اثاث تھا لے کر چلے گئے ہیں۔ اور بغیر حکومت کی مدد کے سار دا

دیوی کے بُت کو دوبارہ نصب نہیں کیا جا سکتا۔

سلطان نے اس کے جواب میں لکھا ہے:۔

"ان لوگوں کو جو مقدس مقامات کی بے حرمتی سے باز نہیں آتے یقین ہے کہ اس کلجگ میں انہیں بہت جلد اپنی کرتوتوں کا خمیازہ ملے گا۔ لوگ بدی کا کام ہنستے ہوئے کرتے ہیں لیکن خمیازہ روتے ہوئے بھگتیں گے۔ گرو سے دغا بازی خود اپنی نسل کو منقطع کرنا ہے۔"

اس خط کے ساتھ سلطان نے ایک حکم نامہ نگر کے آصف کے نام بھیجا تھا جس میں اس کو حکم دیا گیا تھا کہ "دو سو راحتی (سلطانی اشرفی) نقد اور دو سو راحتی کے اجناس فوراً گرو جی کی خدمت میں پیش کرے۔"

اس خط میں سلطان نے گرو جی کو لکھا تھا:۔

آپ کو اختیار ہے کہ انعامی دیہات سے جن چیزوں کی ضرورت ہو حاصل کریں۔ اس رقم اور اجناس سے شاردا دیوی کے بُت کو نصب کرتے ہوئے برہمنوں کو کھانا کھلائیں اور ہمارے دشمنوں کی تباہی کے لئے دعا کریں۔"

ایک اور خط میں سلطان نے لکھا ہے:۔

آپ کا بھیجا ہوا پرشاد اور شال موصول ہوئے[1] آپ کے

---

[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بت کو نصب کرنے کی جو رسم ادا ہوئی۔ گرو جی نے اسی سلسلہ میں پرشاد اور شال سلطان کو روانہ کیا۔

ہندوستان کے لشکر ایک بڑا شاندار [illegible] کے جیت کے لائے گئے
روانہ کئے جاتے تھے

[illegible] دہلی میں سلطان نے [illegible] خط لکھا ہے [illegible] کو اطلاع
دی گئی ہے کہ ان کی خاص سواری کے لئے ایک ہاتھی [illegible]
[illegible] سلطان [illegible] افسروں کے [illegible]
[illegible] [illegible] تاکید کی گئی ہے [illegible]
[illegible] کے لئے [illegible] جاتے

[illegible] دولت خانہ
[illegible] سلطان [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] سلطان نے
خط لکھوایا ۔

"آپ کی [illegible] دلوا [illegible] ایک [illegible]
[illegible] [illegible] دیا
گیا ہے ۔"

[illegible] [illegible]

[illegible] روپیہ [illegible]
[illegible] سلطان [illegible]

اس منتظم کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ چاندنی راتوں میں خاص انتظامات رکھے تاکہ شریر لوگ مندر کے کاموں میں مداخلت نہ کر سکیں۔

ایک اور ریکارڈ میں سلطان نے [illegible] کے لئے [illegible] کے استعمال کے لئے ایک پالکی اور سواری دی کہ استعمال کے لئے ایک دوسری پالکی بذریعہ چوبدار فقیر محمد شاہ کی جاتی ہے۔

[illegible] مہینے کے ایک ریکارڈ میں لکھا ہے کہ [illegible] قوم کے حملوں سے مندر کو محفوظ رکھنے کے لئے پیادہ فوج کے سپاہیوں کو مندر کی حفاظت پر مامور کیا گیا ہے۔

مندر میں ایک ریکارڈ (خط) موجود ہے جس میں [illegible] کے عامل [illegible] کو سلطان نے لکھا ہے:

"سوامی جی جو مندر کے غسل کے لئے جانے والے ہیں انہیں [illegible] میں [illegible] کیا جائیں۔"

اور ایک ریکارڈ میں سلطان نے سوامی جی کو اطلاع دی ہے کہ:

"ان کے استعمال کے لئے دو [illegible] پالکی بھیجے گئے ہیں۔"

معلوم ہوتا ہے کہ سوامی جی نے سلطان سے درخواست کی تھی کہ [illegible] سوامی جی خود [illegible] کے پاس جائیں [illegible] مندر کا تمام سامان جو مرہٹہ فوج نے لوٹ لیا تھا واپس کیا جائے۔ اس کے جواب میں سلطان نے سوامی جی [illegible] سلطان [illegible] [illegible]

" دورانِ سفر میں سوامی جی کو ہر قسم کا آرام اور تمام ضروریات مہیا کی جائیں۔" اسی خط میں سلطان نے سوامی جی کے استعمال کے لئے :۔

شالیں۔ ہاتھی۔ نوبت۔ نقارہ اور علم۔

بھیجنے کا بھی ذکر کیا ہے۔ جو اس نے اپنی جانب سے بطور نذرانہ سوامی جی کو دیا ہے۔

معلوم ہوتا ہے۔ کہ سوامی جی پونا پہنچے۔ پرسرام بھاؤ سے ملاقاتیں کیں۔ لیکن انہیں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس لئے ان کو وہاں زیادہ عرصہ لگ گیا۔ اس پر سلطان نے انہیں ایک خط لکھا:۔ (یہ خط ماہِ رضی میں لکھا گیا ہے۔ اور پلیٹ نمبر ۳ میں محفوظ ہے۔)

" آپ جگت گرو ہیں۔ آپ دنیا کی بھلائی کے لئے ہمیشہ عبادت و ریاضت میں غرق رہتے ہیں جس ملک میں آپ جیسی مقدس ہستی موجود ہو اس ملک میں خدا کی رحمت ہوتی ہے۔ بارش اچھی اور فصلیں عمدہ ہوتی ہیں۔ آپ کو ایک غیر ملک میں اس قدر عرصہ ٹھہرنے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ اپنا کام جلد انجام دے کر اپنے ملک میں واپس آجائیں۔"

ماہِ ربانی کے ایک خط میں سلطان نے سوامی جی کو اطلاع دی ہے کہ :۔

" آپ کی ہدایت کے مطابق سراؤں میں برہمنوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ اپنی خیریت سے وقتاً فوقتاً آگاہ کرتے رہیں۔"

۱۷۹۸ء میں سوامی جی نے اطلاع دی ہے کہ وہ پونا سے واپس آنے والے

ہیں۔ اس کے جواب میں اپنے افسروں کے نام حکمنامہ جاری کیا کہ:-
"راستے میں سوامی جی کی تمام ضروریات فراہم کی جائیں۔ نیز
سوامی جی کے تمام اعزاز و مراتب کا خیال رکھا جائے۔"
اس کے بعد ایک دوسرے خط میں سلطان نے سوامی جی سے درخواست کی ہے کہ
"پایۂ تخت میں تشریف لا کر درشن دیں۔"

اقتباس از میسور آرکیالوجیکل رپورٹ

بابت ۱۹۱۶ء

میلکوٹ کے مندر میں بعض زیورات اور برتن سونے اور چاندی کے پائے گئے ہیں۔ ان پر جو تحریر ہے اس کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ ٹیپو سلطان کے دئے ہوئے انعامات ہیں۔ (صفحہ ۱۲)

موضع کلالی (ننجن گڑھ تعلق) میں لکشمی کنتا کے مندر میں چاندی کے پانچ پیالے، ایک طشت اور ایک گلدان موجود ہے جو ٹیپو سلطان نے اس مندر کو دیئے تھے۔ میسور تعلق میں نارائن سوامی کے مندر میں بھی ایک چاندی کا گلدان موجود ہے جس پر لکھا ہوا ہے کہ یہ بادشاہ ٹیپو سلطان کا عطیہ ہے۔ (صفحہ ۵۹)

اگر پوری سلطنت خداداد نہیں تو کم از کم موجودہ ریاست میسور جو سلطنت خداداد کا ۱/۳ حصہ ہے، کے تمام مندروں کے ریکارڈ اور ان تحفوں (دی ہوئی چیزوں) کی فہرست تیار کی جائے تو ایک نہایت ضخیم کتاب ہو سکتی ہے کیونکہ راقم الحروف نے خود برہمنوں اور دوسرے ہندوؤں کی زبانی سنا ہے کہ ہر قدیم مندر میں

سلطان کی دی ہوئی کوئی نہ کوئی چیز ضرور موجود ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ پایۂ تخت کے مندروں میں کتنے تحائف ہونگے؟ اور یہ مندر ابھی تک سلطان کی دی ہوئی جاگیروں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

یہ کام مسلمانوں سے زیادہ خود ہندوؤں کے کرنے کا ہے کیونکہ مسلمانوں کی مندروں میں رسائی نہیں تھی۔ اس سے اس زمانہ کی تاریخ پر بہت بڑا اثر پڑے گا۔ اناگندی کی ریاست میں بھی سلطان کے بہت سے خطوط موجود ہونگے

یہ چھوٹی سی ریاست اس وقت حیدرآباد کے علاقہ میں ہے۔ یہاں جس خاندان کی حکومت ہے، وہ ہندوؤں کی اس عظیم الشان سلطنت کی یادگار ہے جس کا نام وجیانگر تھا۔ اور جس کے کھنڈرات دیکھنے کے لئے تمام ہندوستان بلکہ غیر ممالک سے بھی لوگ آتے ہیں۔ اس شاہنشاہی کو بیجاپور، بیدر احمدنگر اور گولکنڈہ کی حکومتوں نے ۱۵۶۴ء میں تالی کوٹہ کی جنگ میں ختم کر دیا تھا یہاں کا خاندان پھر اپنی عظمت و شوکت کی بازیافت کی کوشش کرنے کے لئے جنوبی ہندوستان کے مختلف مقامات جیسے چندرگیری، ویلور، مدورا، اکیری پینکنڈہ میں پھرتا رہا لیکن ہر جگہ دنیا اس کے لئے تنگ نظر آئی۔ آخر بیجاپور والوں نے ہی پھر اس خاندان کو اناگندی میں جو وجیانگر سے ملا ہوا ہے آباد ہونے کی اجازت دی۔ یہ علاقہ جس وقت سلطنت خداداد کو ملا تو سلطان نے اس سے جو سلوک کیا۔ اس کا حال کتاب ہسٹوریکل اینڈ پولیٹیکل ویو آف دی دکن کے انگریز مصنف نے صفحہ ۱۴ پر اس طرح لکھا ہے:۔

(نوٹ:۔ اس کتاب کو اس انگریز نے جو حیدرآباد میں

ریزیڈنٹ بھی تھا ۱۷۹۲ء میں لندن میں شائع کیا تھا۔ کتاب ٹیپو
کی تیسری جنگ کے بعد لکھی گئی جس میں انگریز مرہٹے اور حیدرآباد
نے ٹیپو سلطان پر فتح پاکر سلطنت خداداد کے آدھے حصے پر قابض
ہو گئے تھے۔ ان مقبوضات میں دوآبہ رائچور بھی تھا جو حیدرآباد کے
حوالے کر دیا گیا۔ سلطان نے دوآبہ رائچور کو دینا منظور کر لیا لیکن
اناگندی کو حوالے کرنے سے انکار کیا۔ اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے
ہوئے اس کتاب میں لکھا ہے:۔

"یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ٹیپو ملک کی تقسیم کے وقت اناگندی کو حوالے کرنے
سے کیوں انکار کرتا ہے۔ اس سے ٹیپو کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ یہ چھوٹی سی ریاست
جس کا رقبہ بیس مربع میل ہے اس عظیم الشان سلطنت کی یادگار ہے جس نے
کبھی تمام ملک پر حکمرانی کی تھی۔ اس وقت رام راج کی اولاد یہاں حکمران ہے
اس کے حکمران کو رائل کہا جاتا ہے جو مہاراجہ کا ہم معنی خطاب ہے۔ کہا جاتا
ہے کہ اس خاندان میں ایک رجسٹر رکھا ہوا ہے جس میں جنوبی ہند کے تمام
واقعات لکھے جاتے ہیں۔ شاید یہ اسی موہوم امید پر ہے کہ پھر یہ ملک ان
کے قبضہ میں آجائے گا۔ اس ریاست کی آمدنی ڈھائی لاکھ روپیہ سالانہ ہے
اور اس کی ایک خاص ٹکسال بھی ہے جس میں سکے ڈھالے جاتے ہیں۔ اس
ٹکسال کی اجازت ٹیپو نے دے رکھی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے
اس قدیم خاندان کی عظمت کو قائم رکھنے کے لئے انہیں اندرونی معاملات میں کامل
خودمختاری دے رکھی ہے۔"

ایک اور انگریزی افسر میجر رینل (Rennel) جو میسور کی تیسری جنگ میں شریک تھا اپنے تذکرہ (Memoirs) میں لکھتا ہے۔

"اتحادیوں (انگریز، مرہٹے اور حیدر آباد) نے ٹیپو کا آدھا ملک لے لیا تو اس کا دو آبہ حیدر آباد کے حصہ میں آیا لیکن ٹیپو نے انا گندی کا علاقہ اتحادیوں کے حوالے کرنا منظور نہیں کیا کیونکہ یہیں قدیم راجگان وجیا نگر کا خاندان آباد ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ اس خاندان کو کوئی گزند پہنچے۔ شاید اس کو خوف ہے کہ اس علاقہ کو اتحادیوں کے حوالے کر دینے سے اس قدیم خاندان کو کوئی نقصان پہنچے گا۔ اور ان کی آزادی چھن جائیگی۔ اس جذبہ کیلئے ٹیپو ہماری تعریف کا مستحق ہے۔"

ریاست کوچین بھی سلطان کی باجگذار تھی ممکن ہے یہاں بھی بہت سے ریکارڈ موجود ہوں۔ اسی ریاست کے قریب گرداپور بھی ہے۔ اور یہاں کے مندر پر جو سلطانی نوازشیں تھیں۔ ان کا ذکر گاندھی جی کے اخبار ینگ انڈیا میں اس طرح کیا ہے: [1]

"ٹیپو سلطان میسور کا مشہور بادشاہ گزرا ہے۔ اس نے اٹھارھویں صدی عیسوی کے آخر میں انگریزوں سے سخت جنگ کی تھی۔ اگر اس وقت نظام حیدر آباد اور مرہٹے انگریزوں سے نہ مل جاتے۔ تو ٹیپو سلطان انگریزوں کو ہندوستان چھوڑنے پر مجبور کر دیتا۔ یہ بادشاہ بہت ہی بہادر تھا۔ اس نے ہندوستان سے انگریزوں کو

---

[1] افسوس ہے کہ اخبار کی تاریخ یاد نہیں۔ ترجمہ بھی میرا اپنا نہیں۔ بلکہ اخبار انقلاب لاہور سے لیا گیا ہے۔ یہ ترجمہ سرنگا پٹم سے واپسی پر شاید علامہ اقبال رح نے شائع کرایا تھا۔

نکالنے کے لئے فرانس کے مشہور بہادر نپولین بونا پارٹ اعظم سے بھی بات چیت کی تھی۔ یہ بادشاہ جس قدر بہادر تھا۔ اسی قدر خدا ترس اور بے تعصب۔ اس کی نگاہیں ہندو اور مسلمان دونوں پر برابر تھیں۔ کسی مذہب سے وہ تعرض نہیں کرتا تھا۔"

آؤ ہم تمہیں ٹیپو سلطان کے متعلق ایک واقعہ سنائیں۔ کہ اس نے مالابار کے ایک مشہور ہندو مندر کو بربادی سے کس طرح بچا لیا۔

مالابار میں گرد وایور کا مندر بہت پرانا اور مشہور ہے۔ مالابار کے ہندوؤں کا اگر اس کو کعبہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ہزاروں خوش اعتقاد اس کی زیارت کے لئے دور دور سے آتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ہندوؤں کے مشہور دیوتا اوتار کرشن جی مہاراج کے والد واسدیو نے وشنو کی یہ مورت اپنی پرستش کے لئے ایک خواب دیکھ کر بنائی تھی اور گرو برہسپتی اور وایو نے جنوبی ہند میں ایک مناسب مقام تلاش کر کے یہ مورت نصب کی اور اسی لئے اس کا نام گرد وایور قرار پایا۔ ٹیپو سلطان جب مالابار کو فتح کرتا ہوا گرد وایور کے قریب پہنچا تو اس مندر کے پجاری بہت گھبرائے اور انہوں نے دیوتا کی بیش قیمت مورت کو ریاست ٹراونکور کے ایک مشہور مندر میں بھیج دیا۔

ٹیپو سلطان نے تو گرد وایور کے قریب ہی ایک مقام پر رک گیا اور اپنی فوجوں کو گرد وایور فتح کرنے کے لئے بھیج دیا۔ اس کے سپاہیوں نے گرد وایور فتح کر لیا۔ اور چونکہ ان دنوں مسلمانوں کی مرہٹوں سے لڑائیاں ہو رہی تھیں۔ اس لئے بعض مسلمان سپاہیوں نے از راہ انتقام اس مندر کو جلا کر خاک کر دینا چاہا چنانچہ چند سپاہیوں نے مندر کی دیواروں پر گھی چھڑک کر آگ

گاہ کی عمارت تھوڑی ہی جلنے پائی تھی کہ ٹیپو سلطان کے افسروں کو اپنے بادشاہ کے احکام کا خیال آ گیا اور انہوں نے جلدی جلدی آگ بجھا کر مندر کے دو تین برہمنوں کو ٹیپو سلطان کے پاس بھیجا کہ وہ جا کر شورش پسند سپاہیوں کی شکایت کریں۔

ٹیپو سلطان نے جس وقت پجاریوں سے یہ سنا کہ اس کے چند شریر سپاہیوں نے مندر میں آگ لگانے کی کوشش کی تو وہ بہت ناراض ہوا۔ وہ راتوں ہی رات سفر طے کر کے گرد ابھوتا پہنچا۔ یہاں پہنچ کر اس نے تحقیقات شروع کیں۔ اور جن مسلمان سپاہیوں نے مندر میں آگ لگانے کی کوشش کی تھی ان کو سخت سزا دی۔ مندر کو درست کرایا۔ اور حکم دیا کہ اس شہر سے جو کچھ آمدنی ہو وہ سرکاری خزانے میں داخل کرنے کی بجائے ہمیشہ اس مندر کو بخش دی جائے۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ پجاریوں نے اس کے خوف سے مندر کی مورتی کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے بیچ دیا ہے تو اس نے حکم دیا کہ دیوتا کی مورت کو فوراً واپس منگا کر اس مندر میں نصب کیا جائے۔"

("انقلاب" لاہور)

اس قسم کی اور کئی مثالیں اس سلطان کی بے تعصبی اور ہندو نوازی کی مل سکتی ہیں۔ لیکن سب سے بڑا ثبوت اس کی ہندو نوازی اور بے تعصبی کا اس اعداد و شمار سے ملتا ہے جو اس سلطان نے ہندوؤں اور برہمنوں کے مندروں اور مٹھوں بلحاظ ان کی کثرت اور آبادی کی اکثریت کے اور مسلمانوں کے مسجدوں اور درگاہوں کے لئے بوجہ ان کی اقلیت کے سرکاری قدریہ سالانہ مقرر کر رکھا تھا۔ اور وہ حسب ذیل ہے :-

ہندوؤں کے مندروں کو سالانہ	۱۹۳۹۵۹	کنٹی رائے پگوڈے
برہمنوں کے مٹھوں کو سالانہ	۲۰۰۰۰	؍ ؍
مسلمانوں کی مسجدوں و درگاہوں کو سالانہ	۲۰۰۰۰	؍ ؍
میزان	۲۳۳۹۵۹	؍ ؍

دو لاکھ تینتیس ہزار نو سو انسٹھ کنٹی رائے پگوڈے

یہ اعداد شمار شو پورنیا نے اس انگریزی کمیشن کو دیا تھا جو سلطان شہید کے انتظام کے لیے مقرر ہوا تھا۔ (میسور گزیٹیئر لیوس رائس جلد اول صفحہ ...)

Extract from Mysore Gazetteer by Lewis Rice, C. I. E. (Vol. I)

Jagirs and Inams for Religious purposes as allowed by Tippu Sultan :-

	Kanthiraya Pagodas	
Devasthanams and Agrahars ...	1,93,959	yearly
Maths of Brahmins ...	20,000	„
Mohammadan Establishment ...	20,000	„
Total	2,33,959	

The detail delivered by Purnaya

to the Mysore Commissioners."

(Page 680)

میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر سلطان کی بے تعصبی اور ہندو دوستی کے ثبوت کی اور کوئی ضرورت باقی نہیں ہے مسلمانوں کی مسجدوں اور درگاہوں پر جو رقم خرچ کی جاتی تھی وہ کل خرچ کا ۱/۱۲ حصہ ہے۔

یہ تو سمجھ میں آسکتا ہے کہ اگر انگریزی مورخ جھوٹے الزام دیتے ہیں تو وہ ایک خاص پالیسی پہ کاربند ہیں۔ لیکن یہ امر ناقابل فہم ہے کہ ملکی مورخین کے زیر نظر کونسا مقصد ہے۔ سوائے اس کے کہ :-

وہ فریب خوردہ شاہین جو پلا ہو کرگسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہبازی

(اقبالؒ)

منتخب مکاتیبِ سلطانی

مکاتیبِ سلطانی اور کرک پیٹرک

کرنل ولیم کرک پیٹرک ٹیپو کی چوتھی جنگ میں موجود تھا۔ یہ اُن پانچ افسروں میں سے ایک تھا جو ولزلی نے سازشیں کرانے کے لیے مقرر کیے تھے۔ اور سقوط سرنگاپٹم کے بعد اس کو سلطان کے کاغذات کا معائنہ اور ترجمہ کرنے پر متعین کیا گیا اس سلسلہ میں اُس نے سلطانی مکاتیب اور دوسری تمام تحریروں کو جمع کر کے، ان سے اپنی یہ کتاب مرتب کی۔ اور ۱۸۱۱ء میں انگلستان میں طبع کرائی۔ اس وقت لارڈ ولزلی انگلستان کا سکریٹری آف اسٹیٹ تھا۔ کرک پیٹرک نے اس کتاب کو اُس کے نام حسب ذیل الفاظ میں معنون کیا ہے۔

مائی لارڈ

یہ آپ کی ذات کے لیے کچھ باعث اعزاز نہیں کہ میں اس کتاب

کو آپ کے نام نامی پر معنون کیا ہے ۔ یہ [illegible] آپ [illegible]
ہی کی ہمت تھی جس کی [illegible] اور [illegible]
ان اللہ [illegible] کو [illegible]
کے خلاف کی تھی ۔ اور [illegible]
تدابیر تھیں یہ ان کی وجہ سے [illegible] اس [illegible] انگریزوں کو
بھی سخت اور [illegible] سالانہ اس کو [illegible] کر دیا تھا
اس کارروائی سے آپ نے نہ صرف اپنے ملک کی [illegible] بچایا بلکہ
اس کی شہرت کو بھی چار چاند لگا دیئے ۔ [illegible] آپ کے لئے سب
سے بڑا اعزاز ہے ۔ اور یہ کتاب آپ کی اس خدمت جلیلہ کے اعتراف
میں، جو آپ نے انگلستان کی عظمت [illegible] ادا کی [illegible] ہدیہ
کے طور پر پیش کی جاتی ہے ۔

اس انتساب کے بعد دیباچہ شروع کیا گیا ہے ۔ اس میں کرک پیٹرک لکھتا ہے :

یہ عام طور پر معلوم ہے کہ سقوط سرنگاپٹم کے بعد ٹیپو سلطان
کے تمام دفاتر اور ریکارڈ فاتحین (انگریزوں) کے ہاتھ آ گئے لیکن ان
میں بہت سے کاغذات یا تو اتفاقی طور پر جل گئے یا چوری ہو گئے ۔ تاہم
کوشش کی گئی ہے کہ جو کچھ باقی رہا اس کو بچا لیا جائے ۔ اور ان بچے
ہوئے کاغذات میں اتفاق سے ایک رجسٹر بھی مل گیا ہے جس میں ان خطوط
کی نقلیں تھیں [illegible] ان میں آداب و القاب کو جو سلطان اپنے ہر
خط میں مکتوب الیہ کے مراتب کے مطابق باقاعدہ اور ہمیشہ لکھا کرتا

تھا نہیں لکھا گیا ہے۔ اور اسی کا تتبع کرتے ہوئے یہاں بھی ان مکاتیب کو سیدھے سادے الفاظ میں لکھا گیا ہے۔

اس رجسٹر میں وہ مکاتیب ہیں جو سلطان نے ۱۷ فروری ۱۷۸۵ء سے ۱۷۹۳ء تک لکھے تھے۔ افسوس ہے کہ اس سے پہلے اور بعد کے رجسٹر نہیں ملے۔ سلطان کی طبیعت اور پابندی کو دیکھتے ہوئے یہ ناممکن ہے کہ وہ ۱۷۸۵ء سے پہلے اور ۱۷۹۳ء کے بعد کے مکاتیب کا رجسٹر نہ رکھا ہو۔ لیکن اس خلا سے جو کمی محسوس ہوتی ہے۔ وہ کوئی زیادہ مایوس کن نہیں ہے، اسلئے کہ میں نے اس رجسٹر سے جن خطوط کو انتخاب کرکے پیش کیا ہے ان سے سلطان کی شخصیت پر بہت نمایاں روشنی پڑتی ہے اور اس کی فطرت اور حکومت کا ہر پہلو سامنے آجاتا ہے

اس رجسٹر میں جس کا ذکر میں نے اوپر کیا ہے، قریباً دو ہزار مکاتیب ہیں۔ ان میں سے میں نے صرف ان مکاتیب کو لیا ہے جو کسی تاریخی واقعہ سے تعلق رکھتے ہیں یا سلطنت کے انتظامی معاملات سے متعلق ہیں۔ باقی مکاتیب کو میں نے اس لئے چھوڑ دیا ہے کہ وہ میرے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتے اور ساتھ ہی ساتھ ان مکاتیب کو بھی نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ جو اس رجسٹر کے علاوہ دوسرے ذرائع سے حاصل ہوئے اور اس رجسٹر کی تاریخوں کے بعد کے تھے۔ اور وہ مکاتیب بھی چھوڑ دیئے گئے ہیں جو سلطان نے انگریزی گورنر جنرلوں اور گورنروں کو لکھے تھے

لے۔ مکاتیب کے متعلق کرک پیٹرک نے عمداً غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ کرنل ٹیبسن کی تحریر سے جو اسی کتاب میں دی گئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ تمام رجسٹر موجود تھے۔ کرک پیٹرک کے متضاد بیان سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

کیونکہ انگلستان کی پبلک ان سے روشناس ہو چکی ہے۔ ان کے علاوہ ان تمام مکاتیب کو بھی عمداً چھوڑ دیا گیا ہے جن کی اشاعت ملک کی موجودہ سیاسی حالت کا لحاظ کرتے ہوئے مناسب معلوم نہیں ہوتی۔[1]

کتاب کی اشاعت کا مقصد اور سلطان کے متعلق لکھتا ہے:

ان مکاتیب کے پیش کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ ٹیپو سلطان کی شخصیت کو، قارئین کے قریب سے قریب تر لاؤں۔ انھوں کے سیاسی، مالی اور تجارتی انتظام کو واضح کرتے ہوئے، اس زمانہ کی تاریخ پر بھی روشنی ڈالوں۔ یہاں یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ سلطان بہت سخت محنتی تھا بلکہ اپنے فرائض کا حد درجہ پابند بھی تھا۔ اس لئے اپنی تمام خط و کتابت کا باقاعدہ رجسٹر رکھا تھا جس میں نمبر اور تاریخ وار مکاتیب درج ہوتے تھے۔

ان مکاتیب کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ ان کا مصنف یعنی سلطان نہایت ہی منظم اور غیر معمولی محنتی شخص تھا۔ اس کا ہر کام باقاعدہ تھا۔ وہ صبح سے شام بلکہ رات کو بغیر آرام لئے سلطنت کے کاموں میں منہمک رہتا تھا۔ کیونکہ اکثر و بیشتر مکاتیب میں تحریر کا وقت

---

[1] میرا اپنا تو خیال یہ ہے کہ مکاتیب سلطانی کا سب سے اہم حصہ یہی مخطوطہ ہیں جنہیں عمداً چھوڑ دیا گیا ہے۔ اگر یہ منظر عام پر آجاتے تو ان تمام الزامات کا جواب خود بخود مل جاتا جو سلطان کی شخصیت پر اس وقت سے لے کر ابھی تک لگائے گئے ہیں یا لگائے جا رہے ہیں۔ اور اس وقت کی سیاست بھی بے نقاب ہو جاتی۔

"... تشبیہ الٹا ہوا ہے

سلطان ہی سے منسوب ہے بہت کہ کام اپنا تھا یہی وجہ ہے کہ بہت ناواقف جب شخص اس کی تحریریں پڑھتے ہیں وہ تعجب کرتے ہیں کہ شیوں کی تحریر میں اس قسم کی باتیں معلوم ہوتی ہیں کہ [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ احکامات اپنا ورد وہ اختیار سے ان مکاتیب پر اپنا دیتا ہے یقیناً یہ کسی شخص کے قلم سے ادا نہیں ہو سکتا۔ وہ جہاں کہیں وہ ادب تعلیم پر آ جاتا ہے۔ وہاں وہ اپنے احکام کو اس طرح منوانے کی کوشش کرتا ہے، جو ایک غیر معمولی دل و دماغ والی شخصیت سے ہی ممکن ہے۔ لہٰذا اس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ جس قدر مکاتیب ملے ہیں۔ وہ سب کے سب سلطان ہی کے ذہن کا نتیجہ ہیں۔"

ان مکاتیب کے آئینے میں سلطان کی شخصیت جیسی کچھ نظر آتی ہے۔ [illegible] کو مزید دکھائی دے گی، اور آخری فیصلہ انہیں کے ہاتھ ہے لیکن کرکپیٹرک کو [illegible] عکس نظر آیا وہ اس کو ان الفاظ میں ادا کرتا ہے: ۔

"ان مکاتیب کے آئینے میں بیک وقت انسان کے متضاد [illegible] معمولی ذہانت، اختراعی قوت، بہترین شخصیت اور انتظامی صلاحیت نظر آتی ہے۔ تو ساتھ ہی یہ بھی نظر آتا ہے کہ وہ ایک سفاک ظالم [illegible] دشمن، ایک غیر روادار متعصب، ایک سفاک [illegible] الصادق [illegible]

ایک شوریدہ سر ظالم۔ ایک ریاکار سازشی۔ ایک خونخوار و بلے بہر فرمانروا۔ ایک سبک سر و تلون مزاج حاسد۔ ایک ہلکی اور خود رس طبیعت کا کفایت شعار، ایک بساطی اور خردہ فروش تاجر بھی تھا۔

مگر اس کے ساتھ یہ بھی مد نظر ہونا چاہئے کہ ان مکاتیب کی تحریر کے وقت، وہ جانتا تھا کہ اس کا ارادہ اُس کے ملک کے لئے ایک فرمان اور اُس کی خواہش اس کی رعایا کے لئے ایک قانون کا حکم رکھتی ہے جس سے کسی شخص کو سرتابی کی مجال نہیں ہو سکتی۔ اور ثانیاً یہ کہ جس چیز کو ہم جس نظر سے دیکھنے کے عادی ہیں تو وہ اسی چیز کو ایک اور نظر سے دیکھتا تھا۔ اسی لئے اُس کے وہ فعل جنہیں ہم ظلم و ستم سے تعبیر کرتے ہیں ممکن ہے کہ اس کے خیال میں وہ عین انصاف پر مبنی ہوں کیونکہ اُس کی فطرت ہی میں بے رحمی و بے مہری ودیعت کی گئی تھی۔ شاید یہ اس کے غیر روا دارانہ مذہبی جذبے اور دینی تعصّب کا نتیجہ تھا۔

قرآن نے اس کو سکھایا تھا کہ کافروں کے ساتھ میل جول نہ رکھا جائے۔ اس لئے اُس کے لئے یہ کوئی مشکل امر نہیں تھا کہ اس معاملہ میں وہ ان تمام لوگوں کو بھی شامل کرلے جو اس کے ان خیالات کی تائید نہ کریں جو اشاعتِ اسلام کے متعلق تھے۔ اسی لئے اُس کو ہمارے ان اتحادیوں سے جو مسلمان تھے، اسی طرح سخت نفرت تھی، جیسی ہم سے تھی۔ رہا، اس کا انگریزی قیدیوں کو قتل کرنا یا کورگیوں یا نایروں

کو ہزارہا کی تعداد میں تبدیل مذہب پر مجبور کرنا یا ان کو قتل کرنا، تو وہ اس ظلم و ستم کو اس لئے جائز سمجھتا تھا کہ اس کے آگے اس کے مذہب کے بانی کی مثال اور اس کی تعلیم تھی جو اس کو سکھاتی تھی۔ کہ کافروں کے ساتھ قسموں اور معاہدوں کا نباہنا، مذہب کی توہین ہے"

کرک پیٹرک نے اسلام و بانیٔ اسلام روحی فداہ پر جو دل آزار حملے کئے ہیں وہ اس کی خباثت نفس کا ثبوت دیتے ہیں۔ اور اس سے ظاہر ہے کہ تعصب انسان کو کس قدر اندھا بنا دیتا ہے۔ قرآن مجید موجود ہے اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک لفظ دنیا کے سامنے فیصلہ کے لئے موجود ہے۔ اس لئے ہم یہاں کرک پیٹرک کی اس دریدہ ذہنی کا جواب دینا نہیں چاہتا، کیونکہ اس قسم کے ہذیانات کا جواب خود یورپ کے منصف مزاج عیسائی ہی دے چکے ہیں۔ آفتاب پر خاک ڈالنے سے آفتاب چھپ نہیں سکتا۔

کرک پیٹرک کی اس تحریر سے ہی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ٹیپو سلطان کے متعلق اس نے جو ہرزہ سرائی کی ہے، اس میں کہاں تک صداقت ہو سکتی ہے لیکن ہم اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آئینہ میں اس کو سلطان کا عکس نہیں بلکہ خود اپنا اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے اس وقت کے ملازموں یا افسروں کا عکس نظر آیا ہے جو مردار خوار گدھوں کی طرح ہندوستان کے خوان یغما پر آ کر ٹوٹ پڑے تھے۔"

کرک پیٹرک کے ایک ایک جملہ کا جواب خود انگریزی تاریخوں سے دیا جا سکتا ہے لیکن اس سے تضیع اوقات کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا کیونکہ اسی کتاب میں کئی جگہ اپنے اپنے موقع پر ان سب الزاموں کا جواب پڑھنے والوں کو

مل جائے گا۔ لیکن یہاں انگریزی قیدیوں کے قتل کے متعلق کرک پیٹرک اور اُس کے ہم قوم و ہموطن مورخوں نے جو پروپیگنڈہ پھیلایا ہے اس کا جواب لکھنا ضروری سمجھا گیا ہے :۔

"انگریزی قیدیوں کے قتل کا ڈھنڈورہ جو اس شدومد سے پیٹا جا رہا ہے۔ اس کی حقیقت اگر کچھ ہے تو صرف اتنی ہے :۔ کرنل ہٹسن اپنی کتاب کے صفحہ ۱۶۶ ۔ ۱۶۷ پر لکھتا ہے کہ اس وقت انگریزی قیدیوں کے قتل کی خبر بہت شدومد سے پھیلی ہوئی تھی۔ اس کی تحقیقات کے لئے سقوطِ سرنگاپٹم کے بعد کپتان ولیم مکلوڈ کو مقرر کیا گیا۔ اس افسر نے مندرجۂ ذیل رپورٹ کمانڈر انچیف کو بھیجی :۔

"وہ پہرے میں سید صاحب (میر معین الدین) کے ایک رشتہ دار نے مجھ سے کہا کہ محاصرے کے دوران میں سلطان نے تمام انگریزی قیدیوں کو قتل کر دیا تھا۔ یہ تو ہم کو معلوم تھا کہ ہمارے کل تیرہ سولجر لاپتہ ہیں۔ ان میں آٹھ تو چھٹویں اپریل کو راستہ بھول کر گم ہو چکے تھے اور باقی پانچ پہلے سے لاپتہ تھے۔

ایک چپڑاسی نے مجھے وہ جگہ بتائی۔ جہاں ہمارے قیدیوں کو قتل کر کے دفن کیا گیا تھا۔ آنریبل کرنل ولزلی نے چند افسروں کو تحقیق کے لئے اُس جگہ بھیجا۔ میں نے سنا ہے۔ کہ یہاں ۳۳ ویں رجمنٹ کے ایک سولجر کی لاش ملی۔

دیوانی راؤ جو قاصر بین تصدی تھا۔ اُس نے یہی کہا کہ تیرہ انگریزی

قیدیوں کو سلطان کے حکم سے قتل کیا گیا تھا مختلف باشندگان سرنگاپٹم سے بھی معلوم ہوا کہ بارہ یا تیرہ قیدی قتل کئے گئے تھے۔"

یہ ہے وہ افسانہ جو انگریزی قیدیوں کے قتل کے متعلق ہے۔ اور جس کے لئے قریباً ڈیڑھ صدی سے سلطان کو مطعون کیا جا رہا ہے۔ اس رپورٹ میں کئی باتیں قابلِ لحاظ ہیں۔

(۱) رپورٹ دینے والا میر معین الدین جیسے غدار کا رشتہ دار ہے۔

(۲) زمین کو کھودا گیا۔ تو صرف ایک لاش ملتی ہے اور وہ بھی مکلوڈ موقع پر حاضر رہنے کے باوجود نہیں دیکھتا بلکہ سنی ہوئی بات لکھتا ہے اور یہ بھی حیرت انگیز ہے کہ کرنل ولزلی سے تک وہ حقیقت حال دریافت نہیں کرتا۔

اس رپورٹ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ کرنل ولزلی نے ان خبروں کو کوئی اہمیت نہیں دی ورنہ وہ خود جاکر معائنہ کرتا

بالغرض اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ سلطان نے تیرہ[13] انگریزوں کو قتل کیا تھا تو کیا اس قلیل تعداد کو دیکھتے ہوئے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ وہ انگریزی جاسوس تھے جو قلعہ میں جاسوسی کے لیے مختلف اوقات میں آئے ہوتے تھے جیسا کہ خود مکلوڈ کے بیان سے ظاہر ہے۔ دنیا کی متمدن سے متمدن حکومتیں بھی جاسوسوں کو یہی سزا دیتی ہیں۔ اور یہ تو تاریخ گواہی دے رہی ہے کہ اس جنگ میں انگریزوں کو جو فتح حاصل ہوئی وہ بہ نسبت تلوار کے سازشوں کی بہت زیادہ رہینِ منت ہے اور اگر اس کے ساتھ سرنگاپٹم کی مقامی روایات پر اعتبار کیا

جائے۔ کہ اہلِ نوائیط نے دورانِ محاصرہ میں انگریزی افسروں کو مٹھائیاں بھیجتے تھے تو اس میں کوئی شک وشبہ نہیں رہتا۔ کہ جو انگریز قلعہ میں پائے گئے وہ جاسوس تھے جو ان لوگوں سے معلومات حاصل کرتے آئے ہوئے تھے

اس الزام کا جواب دینے کے بعد میں پھر اصل کتاب کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ کرک پیٹرک نے کتاب میں انتساب اور دیباچہ کے بعد سلطان کی ایجاد کردہ تقویم دی ہے۔ اور اس کے بعد ۴۳۵ مکاتیب ہیں۔ اور ان میں سے اکثر مکاتیب کے تحت تبصرہ کے عنوان سے اپنی رائے بھی ظاہر کی ہے۔ اور ساتھ ساتھ سلطان کی چند خاص تحریریں بھی ہیں، جو جنگوں کے متعلق ہیں۔ اخیر میں چند ضمیمے بھی ہیں جن میں سلطان کی برّی۔ بحری اور تجارتی احکامات بھی دئیے گئے ہیں جن میں ایک حکم "فتح المجاہدین" کتاب سے بھی لیا گیا ہے۔ کرنل اور شاہنور (سادنور) کے پٹھانوں کی مختصر تاریخ بھی کرمانی کی کتاب "تذکرۃ البلاد والحکام" سے دی گئی ہے۔ کتاب میں تقریباً نصف سے زیادہ حصہ کرک پیٹرک نے اپنے تبصروں کے لئے مخصوص کر لیا ہے۔ یہ تبصرے جیسے کچھ ہیں، ان کا اندازہ، کتاب کی اشاعت کے مقصد سے ہی ظاہر ہے۔ یہ تبصرے اس قدر بے سروپا ہیں۔ کہ ان سے سوائے تعصّب کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا۔ چنانچہ ایک جگہ سلطان نے حافظ کی یہ بیت دی ہے:۔

حافظ اگر قدم زنی در رہِ خاندانِ عشق
بدرقۂ رہت شود ہمت شحنۂ نجف

اس پر کرک پیٹرک نے اپنی رائے یوں لکھی ہے:۔

"سلطان نے سُنی ہونے کے باوجود حافظ کی یہ بیت بطور سند استعمال کی ہے جس میں صاف طور پر حضرت علیؓ کا نام بھی لیا گیا ہے"

بہر طور متعصبانہ تبصروں سے صرف نکتہ چینی ہے۔ اس لئے میں نے مکاتیب کے تحت جہاں ضروری سمجھا ہے کرک پیٹرک کی رائے کے ساتھ ساتھ علیحدہ اپنی رائے بھی تاریخی شواہد سے دی ہے۔ اور بہت سے حالات کو واضح بھی کیا ہے۔ چونکہ سلطان کے اعلانِ جہاد پر کرک پیٹرک نے نہ صرف اپنے دیباچہ میں بلکہ اس اعلان کے تحت بھی سلطان کے علاوہ خود مذہب اسلام پر بھی حملے کئے ہیں اس لئے میں نے اس کو کتاب کے درمیانی حصّہ سے نکال کر آخر میں لکھا ہے۔ اور اسی سلسلے میں سازشوں اور سلطان کی شہادت کے متعلق بھی مضامین لکھے ہیں۔

کرک پیٹرک نے کتاب کی اشاعت کا مقصد یہ ظاہر کیا ہے کہ ٹیپو سلطان کی شخصیت کو پبلک کے سامنے پیش کرے۔ اس میں وہ ایک حد تک صحیح ہے لیکن پبلک سے مراد یہاں انگلستان کی پبلک ہے کیونکہ اس کتاب کی اشاعت کا زمانہ، وہ زمانہ ہے۔ جب انگلستان کی پبلک میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملک گیری اور اس کے ظلم و ستم کے خلاف ایک ہیجان پیدا ہو گیا تھا۔ اور پارلیمنٹ میں کارنوالس اور ولزلی کی کارروائیوں پر نکتہ چینیاں ہو رہی تھیں تو اپنے ان آقایانِ نعمت کی مدافعت میں نہ صرف کرک پیٹرک نے بلکہ بہت سے انگریزی فوجی افسروں نے بہت سی کتابیں لکھیں، کیونکہ انہیں کے طفیل انہوں نے ہندوستان اور سرنگاپٹم کی دولت کو لوٹا تھا اور اس لوٹ کو جائز دکھانے اور انگلستان کی پبلک کی آواز کو دبانے کے لئے اس قسم کا پروپاگنڈہ ضروری سمجھا گیا تھا۔ اس

سے ان کا ایک مقصد ور بھی تھا اور وہ یہ تھا کہ جہاں دل بھر کر سلطان کو گالیاں دی گئی ہیں۔ وہیں اس کی روشن خیالی۔ اس کی سلطنت کی تنظیم۔ اس کی فوج اپنی بری اور بحری تیاری اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا نقشہ پیش کر کے یہ بتانا مقصود تھا کہ اگر ٹیپو کو چھوڑ دیا جاتا تو ہندوستان میں انگلستان کبھی ہیبت نہیں سکتا تھا۔ مسیحیت کو فروغ نہیں ہو سکتا اور یہ بالکل سچ ہے کہ سلطان کا مقصد سیاسی ہی یہی تھا کہ ہندوستان کو غیروں کے جوئے سے آزاد رکھا جائے۔ اور یہ بھی بالکل صحیح ہے کہ وہ ملک میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے تسلط کا روادار نہیں تھا اسی لئے ان مورخین نے اس کو دل بھر کر گالیاں دی ہیں جس کے متعلق خود انہیں کا ایک فوجی افسر کپتان لشل لکھتا ہے :-

> "گذشتہ چند سالوں سے انگریزی زبان کے ان تمام الفاظ کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر نکالا جا رہا ہے جس سے ٹیپو سلطان کو بدنام کیا جا سکے۔ لغات میں ذلیل سے ذلیل الفاظ، سلطان کی مذمت کی غرض سے تلاش کر کے نکالے جا رہے ہیں۔ باوجود اس کے بہت سے لوگوں کو رنج ہے کہ زبان میں اس قدر وسعت نہیں کہ ٹیپو سلطان کو دل بھر کر گالیاں دی جائیں۔ اس لئے یہ لوگ نئی اصطلاحات وضع کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔"

{ سیاحت نامہ کپتان لشل زاید ورد موور
{ مطبوعہ لندن دربار ڈرن میسور صفحہ ۲۲۰ }

لشل کی شہادت سلطان کی بریت کے لئے بالکل کافی ہے۔ اور اس سے

بڑھ کر خود سلطانی مکاتیب شہادت دے رہے ہیں کہ ان کا مصنف کس شخصیت کا حامل تھا۔

افسوس اور حد درجہ افسوس ہے کہ کرک پیٹرک نے نہایت چالاکی سے ان مکاتیب کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے جو سلطان نے مرہٹوں کو لکھے تھے۔ اگر یہ مکاتیب منصۂ شہود پر آجاتے۔ تو سلطان کے خیالات اپنی ہمسایہ ہندو حکومت اور ہندوؤں کے متعلق بہت زیادہ واضح ہو جاتے۔ مگر یہ مورخ یا مصنف جن کا منتہائے نظر ہی یہ ہو کہ پھوٹ ڈال کر حکومت کریں۔ ان سے اس قسم کی امید کب ہو سکتی ہے۔ تاہم جو دوسرے خطوط اس مجموعہ میں ہیں۔ اہلِ نظر ان سے اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ع

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

مکاتیبِ سلطانی کا تجزیہ

کرک پیٹرک نے اپنی کتاب میں جن مکاتیب کا ترجمہ دیا ہے اور جس رجسٹر سے اُس نے وہ مکاتیب لئے ہیں، وہ سلطنت کے انتظامی خطوں کا رجسٹر ہے۔ دوسرے تمام مکاتیب اور رجسٹروں کا اُس نے ذکر تک نہیں کیا ہے۔ اس لئے یہاں کرنل ہٹسن کی کتاب (صفحات ۱۶۹ - ۱۹۴) سے جو معلومات مکاتیب سلطانی کے متعلق حاصل ہوئی ہیں، دی جاتی ہیں۔

وہ (کرنل ہٹسن) لکھتا ہے کہ سلطانی کاغذات کے معائنہ کے لئے گورنر جنرل نے کرنل ولیم کرک پیٹرک کو مقرر کیا۔ کرک پیٹرک نے اس عہدہ کو قبول کرتے ہوئے گورنر جنرل کو یہ اطلاع دی:

"یور لارڈشپ کی ہدایات پر میں یہ اہم ذمہ داری قبول کرتا

ہوں اور ٹیپو سلطان کے کاغذات جو محل میں پائے گئے۔ ان کی تفصیل آپ کی اطلاع کے لئے دیتا ہوں۔

۱۔ نواب حیدر علی کی خط و کتابت۔ جن سے ان کی تاریخ اور ان کے عادات و اطوار پر روشنی پڑتی ہے۔

۲۔ ٹیپو سلطان کی خط و کتابت۔ اس کو مندرجہ ذیل عنوانوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) کاغذات جو فرانسیسی زبان میں ہیں یہ فرانسیسیوں سے خط و کتابت کے متعلق ہیں۔

(۲) کاغذات جو فارسی زبان میں ہیں۔ یہ بھی فرانسیسیوں سے خط و کتابت کے متعلق ہیں۔

(۳) سلطان کی خط و کتابت کابل کے امیروں کے ساتھ۔ زتیمور شاہ اور زمان شاہ سے[1]

---

[1] کرنل ٹیسن نے اپنی کتاب میں بہت سے خطوط دیئے ہیں۔ جو سلطان نے فرانسیسیوں کو لکھے تھے یا فرانسیسیوں نے سلطان کو تمام کا ماحصل یہی ہے کہ ہندوستان سے انگریزوں کو نکالنے کے لئے سلطان نے فرانس سے فوجی کمک طلب کی تھی اور اس کے عوض وہ فرانسیسیوں کو تجارتی مراعات دینا چاہتا تھا اور دوسری طرف سے جواب میں وعدے کئے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں انگریزی مورخوں نے سلطان پر بہت سے اعتراضات کئے ہیں اور عملی طور پر میسور کی چوتھی جنگ کا سبب بھی یہی بتایا جاتا ہے لیکن سلطان ایک آزاد حکمران تھا اس کو حق حاصل تھا کہ جس سے چاہے خط و کتابت اور معاہدے کرے کیا انگریزی حکومت یہی نہیں کر رہی ہے۔

(۴) سلطان کی خط وکتابت ترکی حکومت کے ساتھ۔

(۵) سلطان کی خط وکتابت پیشوائے پونہ اور دولت راؤ سندھیا کے ساتھ۔ یہ سلسلہ سلطان کے ابتدائے عہد سے زوالِ سلطنت تک ہے[1]

(۶) سلطان کی خط وکتابت حیدرآباد کے ساتھ۔ یہ سلسلہ بھی سلطان کے ابتدائے عہد سے زوالِ سلطنت تک ہے۔

(۷) دہلی میں اپنے ایجنٹوں کے ساتھ۔

(۸) اپنے ایجنٹوں کے ساتھ جو مالابار میں تھے (۱۷۹۲ء کے بعد سے یہ خطوط شروع ہوتے ہیں)

(۹) ہدایات جو قسطنطنیہ جانے والے وکیلوں کو دی گئیں۔

(۱۰) ہدایات جو سفارت کابل کو سلطان نے دی تھیں۔

(۱۱) سلطان کے خطوط ہندوستان کے مختلف درباروں کو۔ ان خطوط میں جودھپور۔ جے پور حتیٰ کہ راجہ نیپال تک کے نام خطوط موجود ہیں۔ ان خطوط میں اس نے آزادیٔ ہند کے لئے سب کو متفق ہونے کی دعوت دی ہے۔

(۱۲) سلطان کے خطوط ایران، مسقط اور عرب کے دوسرے مسلمان حکمرانوں کے نام

---

[1] کاش ملک کی کوئی علمی انجمن ان خطوط کو حاصل کر کے شائع کرے۔

(۱۳) "سلطان کے خطوط۔ انگریزی گورنر جنرلوں اور گورنروں کے نام"

(۱۴) "سلطنت کے انتظامی خطوط"

بٹسن لکھتا ہے۔ کہ سوائے ان خطوط کے جو انگریزوں کے نام ہیں۔ باقی تمام خطوط میں انگریزوں کے خلاف دشمنی کا اظہار کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ وہ یہ لکھتا ہے۔ کہ میسور کی چوتھی جنگ میں مرہٹوں کے شریک نہ ہونے کا سبب سلطان کے خطوط ہی ہیں۔ جو دربار پونا کو لکھے گئے تھے۔ اس کے بعد وہ ان رجسٹروں کا ذکر کرتا ہے، جن میں آئے ہوئے جوابات علیحدہ علیحدہ رکھے جاتے تھے چنانچہ حیدر کے رجسٹر میں اسد علی خاں کے لکھے ہوئے چند خطوط پائے گئے ہیں۔ جو سنہ ۱۷۹۱ء میں اس نے سلطان کو لکھے تھے۔ ان خطوں کے ذریعہ سلطان کو دھوکہ میں رکھنا اس شخص کا مقصود معلوم ہوتا ہے۔

(نوٹ:۔ اسد علی خاں شاید ریاست بیگن پلی والا تھا جو ہمیشہ سلطان کے خلاف رہا۔ اور حیدرآباد میں رہ کر سلطان کے خلاف سازشیں کرتا رہتا تھا۔) (محمود)

بیاضِ سلطانی

کرنل ٹبسن نے اپنی کتاب میں جو ضمیمے دیئے ہیں اُس کے صفحہ ۱۱۵ پر لکھا ہے
ہادت کے بعد ٹیپو سلطان کی ایک جیبی بیاض ملی جس میں یہ فارسی اشعار خود
ان کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے۔ ذیل میں ان کا انگریزی ترجمہ جو ٹبسن
یا ہے دیا جاتا ہے۔ افسوس ہے کہ ٹبسن نے بجنسہ فارسی اشعار نہیں
ے۔ اس لئے یہ مجبوری یہاں انگریزی کا اُردو ترجمہ بھی دیا جاتا ہے

1. Oh, my soul be thy devotion that of the heart if thou wouldst seek God,

   For otherwise the Ka'aba and the idol house are both the same.[1]

2 Great and small are at a loss to recount thy praises.[2]

The service of thy altar is preferable to both the worlds

Thou takest away sickness, thou restorest health,

Oh father, out of Thy Goodness take (from me) sickness and grant (me) health.

3. I am full of sin, Thou art a sea of mercy,

Where Thy mercy is, what became of my sin.

Notes.—1 Meaning that it is true devotion alone that makes the difference between them, otherwise both Ka'aba and idol house are built of stone

2. These are ejaculatory lines for persons labouring under sickness.

3. *i.e.*, Great as are my sins, they are nothing in comparison to the extent of Thy mercy.

اردو ترجمہ

۱۔ اے میری روح! اگر تجھے خدا کی تلاش ہے تو تو بھی دل کی طرح اس کا پرستار
بن جا ورنہ کعبہ اور بتکدے میں کوئی فرق نہیں ہے۔

۲۔ چھوٹے اور بڑے دونوں تیری تعریف میں قاصر ہیں۔
تیرے در کی دربانی، دونوں جہان کی دولت سے بڑھ کر ہے
تو ہی ہے جو مرض کو دور کرتا ہے اور صحت بخشتا ہے۔
اے مالک! اپنے کرم سے میرے مرض کو دور کر اور مجھے شفا عطا کر

۳۔ میں سرتاپا گناہوں سے بھرا ہوا ہوں اور تو دریائے رحم ہے۔
تیری رحمت بے پایاں کے آگے میرے گناہوں کی کیا حقیقت ہے۔

تقویم سلطانی

(از کتاب کرک پیٹرک)

اس کتاب میں سلطان کے خطوط میں انگریزی تاریخوں کے ساتھ ساتھ سلطان کی ایجاد کردہ تقویم کے مہینے بھی دیئے گئے ہیں چونکہ لسرنی مہینے لگان کی وصولی کیلئے فصلی اعتبار سے وقت پر مطابقت نہ قائم رکھ سکتے تھے۔ اس لئے سلطان نے یہ نئے نام فصلوں کی مطابقت کے لحاظ سے جاری کئے تھے چند سال بعد اُن میں چند ناموں کی ترمیم کی گئی تھی۔

مہینوں کے ہندی نام	سلطانی نام	ترمیم شدہ نام
۱۔ چیت	احمدی	احمدی
۲۔ بیساکھ	بہاری	بہاری

۳- جیٹھ	جعفری	تقی
۴- اساڑھ	دارائی	شمری
۵- ساون یا سراون	ہاشمی	جعفری
۶- بھادوں	واسطی	حیدری
۷- اسوج	زبرجدی	خسروی
۸- کارتک	حیدری	ذہبی
۹- مگھر	طلوعی	ذاکری
۱۰- پوہ یا پوس	یوسفی	رحمانی
۱۱- ماگھ	یازدی	رازی
۱۲- پھاگن	بیاضی	ربانی

مکاتیبِ سلطانی

خط نمبر ۱

بنام میرزا محمد علی ناظم اصطبل فیلاں نگر[۲] مورخہ ۲ بیاضی ۱۲۰۰ فریدی (۱۷۸۵ء)[۳]

"تمہارا خط موصول ہوا۔ تم نے لکھا ہے کہ تمہارے ماتحت جو

---

۱ خطوں میں حسب مراتب آداب و القاب نہیں ملتے کیونکہ سلطان اپنی ذات کے لئے بادشاہت کے الفاظ استعمال کرنا ناپسند کرتے تھے۔ کرک پیٹرک صاحب نے چونکہ ترجمے میں انہیں حذف کر کے مکتوب الیہ کے حسب مراتب آپ یا تم یا دیگر الفاظ کے استعمال کیے ہیں اس لئے حسب ضرورت ہم نے بھی ان خطوں میں وہی الفاظ اختیار کئے ہیں۔

۲ نگر — اس کا قدیم نام بدنور تھا۔ لیکن جب حیدر علی نے اس کو فتح کیا تو اس کا نام حیدر نگر رکھا۔ سلطنت خداداد میں سرنگاپٹم کے بعد دوسرا بڑا شہر اور کارخانوں کا مقام تھا۔ موجودہ وقت قریب قریب ویران ہے اور نگر کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی تاریخ بہت مفصل کتاب تاریخ حیدر علی میں دی ہے۔

۳ سلطان کی ایجاد ہوئی تاریخوں کے ساتھ ناظرین کی سہولت کے لئے کرک پیٹرک کی کتاب سے عیسوی ان کے مطابق انگریزی تاریخیں بھی دے دی گئی ہیں۔

سلطان نے بھی اپنے عہد کے شروع میں اس کو بحال رکھا ہو
اور بعد میں اس کو منسوخ کر دیا ہو۔

خط نمبر ۲

بنام میر کاظم۔ تجارتی قنصل و ناظم کوٹھی مسقط   مورخہ ۵ بیاضی

(۲۰ فروری ۱۷۸۵ء) وقت شب

تاجران مسقط کو یہاں (ہماری سلطنت میں) آنے کی ترغیب دی جائے۔ اور ان سے کہا جائے۔ کہ اپنی خالی ڈنگیوں (کشتیوں) میں تجارت کے لئے گھوڑے لائیں۔ اور واپسی میں بدستور یہاں سے چاول لے جائیں۔ اس کے متعلق امام مسقط سے احکام حاصل کئے جائیں۔

تبصرہ

مسقط۔ ساحل خلیج فارس پر ایک چھوٹی سی عرب ریاست ہے۔ ہندوستان اور عرب کے درمیان اکثر و بیشتر تجارت مسقط ہی کے ذریعہ سے ہوتی تھی۔ سلطان نے یہاں ایک تجارتی کوٹھی قائم کی تھی جس کے ذریعہ سے ہندوستان، خصوصاً سلطنت خداداد کا مال یہاں آکر فروخت ہوتا تھا۔ نیز یہاں سے عرب و ایران کا مال خرید کر ہندوستان روانہ کیا جاتا تھا۔

خط نمبر ۳

بنام محمد غیاث۔ سفیر سلطنت خداداد بدربار پونا ۶ بہاری (۱۲ فروری ۱۷۸۵ء)

"آں حشمت مآب کا ۵ فروری کا خط ملا۔ مضمون سے آگاہی ہوتی۔ رقم متعینہ بنام ہے جب کبھی حاکمان پونا طلب کریں گے، ہنڈی بھیج دی جائیگی۔

"زمیندار نرگند" کی سرکشی کی اطلاع گذشتہ سال نور محمد خاں کو کئی بار دی گئی تھی یقین ہے کہ انہوں نے ان حالات سے حاکمان پونا کو اطلاع دے دی ہوگی۔ اگر ایک معمولی زمیندار اور رعایا کے ایک فرد کو بھی ہم سزا نہ دے سکیں۔ تو ہمارا اقتدار کس طرح قائم رہ سکتا ہے۔ ہماری اس دلیل کو افراتنا نے بھی قبول کرلیا ہے۔ لہذا اس زمیندار کی سرزنش ضروری ہے۔ اگر حاکمان پونا اس کو نصیحت کرکے راہ راست پر لے آئیں۔ تو اچھا ہے، ورنہ اس کو ختم کر دیا جائیگا۔

اگر حاکمان پونا ہمارے گذشتہ احسانات کو بھول کر نرگند کے زمیندار کی تائید میں فوج بھیجتے ہیں تو اس کا مطلب کیا ہوگا؟ خدا کی تائید پر بھروسہ کرتے ہوئے، نرگند کی تسخیر کے لئے ہم نے ایک زبردست فوج بھیج دی ہے۔ اور اس اثناء میں اگر مرہٹہ فوج آبھی جائے۔ تو ہمیں خوف کرنے کی کوئی وجہ نہیں"

تبصرہ

اس خط پر کرک پیٹرک لکھتا ہے، کہ اگرچہ ظاہر میں نرگند کا معاملہ ایک معمولی سا سبب تھا لیکن دراصل مرہٹوں کا مقصد اس سے یہ تھا کہ ٹیپو سلطان سے وہ پیش کش حاصل کی جائے۔ جو آٹھ سال

[illegible] کی آخری [illegible]

(۱) [illegible]

[illegible]

(۲) [illegible]

(۳) [illegible]

(۴) [illegible]

(۵) [illegible] ہے

جب کبھی حاکمانِ پونا طلب کریں گے ہنڈی بھیج دی جاتی تھی۔ [illegible]
رقم سے مراد پیش کش کی رقم ہے۔ پیش کش خراج کا دوسرا [illegible]
نام ہے۔ یہ رقم مرہٹے مقررہ علاقوں سے [illegible] چند
کے دوسرے علاقوں سے بھی وصول کرتے تھے۔ مرہٹے جس بنیاد پر
یہ پیش کش سلطنتِ خداداد سے وصول کرتے تھے اس کی اصلیت
یہ ہے۔

۱۷۰۷ء میں شہنشاہ عالمگیر اورنگ زیب کی وفات کے بعد جب
اس کا بیٹا محمد معظم تخت نشین ہوا تو اس نے اپنے دورِ حکومت میں
متواتر شورشوں سے تنگ آ کر اور مرہٹوں کو اپنا طرفدار بنانے کے
خیال سے انہیں خاص مرہٹواڑی میں چند مخصوص علاقوں میں چوتھ
اور سردیش مکھی (ایک قسم کا ٹیکس) وصول کرنے کی اجازت اس شرط
پر دی تھی کہ ضرورت کے وقت مرہٹے اپنی فوج سے شہنشاہ کی مدد
کریں۔ اس کے بعد سیدین بھائیوں (سید عبداللہ و سید حسین) جو دلی
میں بادشاہ گر تھے، نے نظام الملک کی طاقت کو کچلنے کے لئے مرہٹوں
کی طاقت کو بہت بڑھا دیا اور پھر نظام الملک نے بھی انہیں گجرات
اور مالوہ پر قبضہ کرنے کی اجازت دے دی۔ ۱۷۳۷ء میں [illegible]
کی وقت اس قدر بگڑ گئی تھی کہ [illegible] نظام سلطنت [illegible]
نے شورشوں کو دبانے کے لئے [illegible] مرہٹوں [illegible]
کچھ علاقوں پر انہیں قبضہ دلا دیا۔ اس کے بعد تو [illegible] طاقت

ہندوستان میں اس قدر زور پکڑ گئی کہ وہ ہر علاقہ سے چوتھ اور سردیش مکھی وصول کرنے لگے تھے۔ اور اس کو اپنا حق سمجھتے تھے۔ گو ۱۷۶۱ء میں احمد شاہ ابدالی نے پانی پت کی جنگ میں ان کی طاقت کو بالکل کچل دیا تھا، لیکن اس کے واپس چلے جانے سے وہ کچھ سنبھلنے لگے اور چوتھے پیشوا مادھوراؤ کے ماتحت انہوں نے پھر مختلف علاقوں پر فوج کشی شروع کر دی۔ اس سلسلے میں میسور پر کئی بار انہوں نے فوج کشی کی۔ اور یہاں کے پالیگاروں نے جن میں میسور کا زمیندار راجہ بھی شامل تھا۔ یہ رقم انہیں دے دی اور دیتے رہے۔ جب نواب حیدر علی نے زمام سلطنت سنبھالی۔ تو مرہٹوں نے ان سے بھی یہ رقم طلب کی۔ جو کبھی دی گئی۔ اور کبھی دینے سے انکار کیا گیا۔ جس کی وجہ سے مرہٹوں اور حیدر علی میں کئی خونریز لڑائیاں ہوئیں اور باوجود فتح پانے کے بھی حیدر علی کو یہ رقم کچھ گھٹا بڑھا کر دینی ہی پڑی۔ اس لئے کہ مرہٹے یہ رقم ان فرمانوں کے تحت طلب کر رہے تھے۔ جو انہیں دہلی سے حاصل ہوتے تھے۔

اس سلسلے میں جو آخری لڑائی اور صلح حیدر علی اور مرہٹوں میں ہوئی اس کے متعلق کرنل ولکس اپنی تاریخ میسور کے صفحہ ۴۱۰ تا ۴۱۹ پر لکھتا ہے:-

"جس وقت نواب حیدر علی، اپنی بیٹی و بیٹے کی شادیوں کے جشن منا رہے تھے۔ مرہٹوں کا وکیل گنیش راؤ، سرنگا پٹم آیا۔ اور سوائے دھونڈو

(پیشوا) کی جانب سے مبارکباد کا خط پیش کرتے ہوئے کہا کہ:۔

انگریزوں نے پیشوا نارائن راؤ کے قاتل رگھوبا (رگھوناتھ راؤ) کی حمایت کرتے ہوئے مرہٹوں سے جنگ شروع کر دی ہے آپ بھی تو انگریزوں سے برگشتہ خاطر ہیں۔ اور نظام الملک بھی۔ لازم ہے کہ ہم تینوں مل کر انگریزوں سے لڑیں اور کامل اتحاد ستہ ہیں۔ لیکن اس اتحاد کے لئے ضروری ہے کہ:۔

(۱) آپ (۳) کو پچیس[2] لاکھ کی رقم ادا کریں۔ جو اگلے صلحنامہ کی رو سے واجب الادا ہیں۔

(۲) آٹھ سال سے پیش کش کی رقم جو رکی ہوئی ہے ادا کر دی جائے۔

(۳) ہرپن ہلی اور اس کے مضافات کے پالیگار، مرہٹوں کے باجگذار ہیں۔ آپ نوج کشی کر کے ان سے جو پیش کش وصول کر رہے ہیں۔ وہ واپس کی جائے۔

(۴) دریائے تنگ بھدرا اور دریائے کرشنا کے درمیان جس علاقہ پر آپ نے قبضہ کیا ہے۔ وہ مرہٹوں کا علاقہ ہے۔ اس کو چھوڑ دیا جائے۔"

نواب حیدر علی نے ان مطالبات پر جواب دیا کہ:

(۱) ہرپن ہلی اور اس کے مضافات ایام قدیم سے نوابی سرا کے ماتحت تھے۔ اور بہ حیثیت نواب سرا مجھے ان سے پیش کش لینے کا حق حاصل ہے

ت حاشیہ دیکھو اگلے صفحہ ۱۲۲ پر۔

(۲) دریائے تنگ بھدرا اور کرشنا کے درمیان کے جس علاقہ کو مرہٹے اپنا علاقہ سمجھتے ہیں، وہ بھی سرا کے ماتحت ہی تھا۔ مرہٹوں نے اس پر زبردستی قبضہ کر لیا تھا۔

(۳) اب رہی ملک انسا کی دوستی پچیس لاکھ کی واجب الادا رقم اور گذشتہ سالوں کی پیشکش کا معاملہ تو ان دونوں کے متعلق رگھوبا سے ایک نیا معاہدہ ہو چکا ہے۔ اس لئے یہ رقمیں واجب الادا نہیں ہیں۔

ان باتوں کو سن کر گنپت راؤ نے کہا کہ "رگھوبا مسند پونا کا جائز حقدار نہیں تھا۔ حقدار صرف سوائی مادھو راؤ ہے۔ اس لئے رگھوبا سے جو معاہدہ ہوا ہے۔ وہ جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔" اس کے جواب میں حیدر علی نے کہا۔ "خود مرہٹوں میں ابھی تک اس کا فیصلہ نہیں ہوا کہ جائز حقدار کون ہے۔ اور ناجائز کون۔ اور جب تک یہ فیصلہ نہ ہو جائے۔ رگھوبا سے کیا ہوا معاہدہ برقرار رہے گا۔" آخر بہت قیل و قال کے بعد یہ طے ہوا کہ:

(۱) جو علاقہ حیدر علی نے فتح کر لیا ہے، وہ حیدر علی کے قبضہ میں ہی رہے گا۔

(۲) پچھلی تمام رقم چھوڑ دی جائے گی۔"

---

(۱) حاشیہ صفحہ ۱۰۰۔ نظام الملک کو بسالت جنگ سے ... باوجود اس کی نواب حیدر علی کو شکست دینے ... کرنے والی تھی۔

(۲) مرہٹوں کا اس وقت پیشوا ... کمسن ... رہی تھی۔

(۴) آئندہ سے یعنی اس سال سے شمالی سرکار کی رقم سالانہ [illegible] روپیہ کو
مقرر کی جاتی ہے۔

۱۷۸۰ء [illegible] کے عہد [illegible] انگریزوں [illegible]
[illegible] کے متعلق جنگ [illegible]
لڑائی چھڑ گئی۔ اور نواب [illegible] نے [illegible] کی [illegible]
انگریزوں [illegible] جنگ شروع کر دی۔ جنگ جاری رہی [illegible] نواب
حیدر علی کا ۱۷۸۲ء میں انتقال ہو گیا۔ اور سلطان ٹیپو [illegible] جانشین ہوا۔
جنگ جاری رہی [illegible]
ہوا۔ اس وقت [illegible]
[illegible]
[illegible] ٹیپو سلطان کی مدد [illegible] کیونکہ [illegible]
سے لڑائی [illegible] نقصان [illegible]
کی [illegible] سلطان [illegible]

۱۷۸۵ء کی [illegible]

لے [illegible] جنگ کے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

خرچ ہوئے، صرف مرہٹوں کی تائید میں تھی تو پھر یہ پیشکش کی طلب کس بنا پر کی جاتی ہے میرے والد نے ترکہ میں صرف چند بندوقیں اور توپیں چھوڑی ہیں جو حاضر ہیں" (کرمانی)

اور اس کے ساتھ وہ احسانات یاد دلائے جو سلطنت خداداد نے مرہٹوں پر کئے تھے۔ (اس کا بیان خود سلطان کی تحریر سے کسی اور جگہ دیا گیا ہے) مرہٹوں پر اُس کا کچھ اثر نہ ہوا، بلکہ مرہٹوں اور نظام علی خاں نے سلطان کی بڑھتی ہوئی طاقت سے ڈر کر بمقام ایت گیر ۱۷۸۴ء ہی میں ایک معاہدہ کیا[1] کہ ٹیپو سلطان پر فوج کشی کی جائے۔ اس معاہدہ پر حیدرآباد کی جانب سے نظام علی خاں اور مرہٹوں کی جانب سے نانا فرنویس نے دستخط کئے تھے۔ یہ خبر جب سلطان کو ملی۔ تو اس نے حد درجہ کوشش کی کہ نظام علی خاں اس ناجائز اتحاد سے باز آجائے۔ سلطان نے اس موقع پر جو کوششیں بھی کیں وہ اسی کتاب میں کسی اور جگہ لکھی گئی ہیں۔ ملاحظہ ہو خط نمبر ۲۱-۲۲ اور خود حیدرآبادی مورخین بھی اس معاہدہ میں نظام علی خاں کو حق بجانب نہیں سمجھتے[2]۔ اس معاہدہ کے بعد مرہٹوں نے سب سے

۱ـ یہ معاہدہ صلحنامہ منگلور کے چند دن بعد ہی ہوتا ہے صلحنامہ منگلور انگریزوں اور ٹیپو سلطان کے درمیان میسور کی دوسری جنگ کے خاتمہ پر ہوا تھا۔ اس جنگ میں سلطان فتحیاب ہوا تھا۔ اور اس کی طاقت بہت بڑھ چکی تھی۔ یا تو مسلسل چار سال کی جنگ کی وجہ سے سلطنت خداداد کو کمزور سمجھ کر یا سلطان کی بڑھتی ہوئی طاقت کو کچل دینے کے خیال سے مرہٹے اور نظام سازش کر کے ایت گیر کا معاہدہ کئے تھے۔

۲ـ ملاحظہ ہو کتاب "نظام علی خاں" مطبوعہ حیدرآباد صفحہ ۱۴۳ ۹

پہلے وِنکٹ راؤ (کالا پنڈت) زمیندار زرگنند کو جس کو ڈیسائی کہا جاتا تھا اُکسایا کہ وہ ٹیپو سلطان کے علاقہ کو لوٹے۔ اور اپنی پیشکش بند کر دے اس کے بعد ہی جنگ شروع ہو گئی جس میں نظام علی خاں اور مرہٹے ایک جانب تھے، اور دوسری جانب سلطان، اس جنگ کے واقعات اور تفصیل ان خطوں میں ملے گی جو محمد غیاث اور نور محمد خاں سپہ سالار برہان الدین قمر الدین اور بدر الزماں کے نام اسی کتاب میں درج کئے گئے ہیں۔

خط نمبر ۴

بنام راجہ رامچند۔ دیوان وتربیت علی خاں[1] نائب دیوان۔ بنگلور۔ (مورخہ ۱۲ ایپا ضمی = ۲۷ فروری ۱۷۸۵ء)

تمہارا خط ملا۔ تم نے لکھا ہے۔ کہ "جو فرنگی قیدی پائین گھاٹ میں ملا تھا، اس کو روزانہ دو دمہ کا وظیفہ مقرر تھا۔ اس کی نا اطاعتی کے سبب یہ وظیفہ ایک دم کر دیا گیا اس کو توپ چلانے میں اچھی مہارت ہے۔ نیز اس نے یہ بھی ارادہ ظاہر کیا ہے کہ اسے حلقہ اسلام میں داخل کر لیا جائے۔"

---

[1] تربیت علی اہل نوائط سے تھا۔ ارکاٹ کے مرتضیٰ علی کا فرزند تھا۔ جو ارکاٹ کی حکومت انوری (والا جاہی) خاندان میں منتقل ہونے سے ملازمت سلطانی میں آ گیا تھا۔ اس کو راجہ رامچند کے تحت بنگلور کا نائب دیوان مقرر کیا گیا۔ اس کتاب میں اس کے نام دو دیگر خطوط ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ "راجہ رام چندر کے ماتحت کام کرنا پسند نہیں تھا۔"

ان امور کے متعلق تم نے [illegible] دریافت کی ہے [illegible] ختم کر
معلوم ہوتا ہے [illegible] تو اس کا [illegible] بحال کر دیا
جائے گا اور اس کو [illegible] کیا جائے [illegible]
اس [illegible] حاصل کریں [illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]

تبصرہ

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

اس کتاب میں ملیبار اور کورگ کے واقعات کی پوری داستان سب تفصیل پر دیئے گئے ہیں۔ سوا انگریزی فیصلوں کو جو مسلمان بنانا رہا ہے کہ یہ پیر کی افترا پردازی ہے۔ کیونکہ جو کمیشن کہ انگریزوں کی جانب سے ۱۷۹۲ء میں قیدیوں کے متعلق تحقیقات کرنے کے لئے مقرر کیا گیا تھا اس کی رائے یہ ہے کہ:

"سلطان نے صلح نامہ منگلور ۱۷۸۴ء کے بعد سب قیدیوں کو چھوڑ دیا تھا۔ ماسوا ان چند لوگوں کے جو خود وہاں رہ گئے یا جنہوں نے از خود اسلام قبول کر لیا تھا۔ مگر ان کی تعداد دو تین سو سے زیادہ نہیں تھی۔"

اس خط کی عبارت سے تو سلطان کے [illegible] کو صاف [illegible] انگریز [illegible] وہاں کے [illegible] پائی گئی [illegible] کو اسلام لانے کے حالات میں آزاد چھوڑ دیا تھا۔

خط نمبر ۵

بنام رگھو پنڈت پانڈی چری [illegible]

آپ کا خط موصول ہوا۔ اس سے معلوم [illegible] فرانس [illegible] ہندوستان [illegible] صلح ہو گئی ہے اور اس کی رو سے پانڈی چری [illegible] آپ کا قبضہ [illegible] جاتا ہے۔ اس سے بڑی خوشی ہوئی۔ اطلاع دیں کہ آپ کے [illegible] لئے روانہ ہوں اور [illegible] (Saffron) [illegible] مسافت [illegible]

خط نمبر ۶

بنام محمد اشرف۔ داروغہ کچہری دیوانی گوتی (۱۶ ابیاضی۔ ۳۰ مارچ ۱۷۸۵ء)

تم نے اطلاع دی ہے۔ کہ کورگی پگوڈا کی قیمت بازار میں پونے چودہ فنم ہو گئی ہے۔ تمہارا ارادہ ہے۔ کہ اس کی قیمت (شرح تبادلہ) ایک فنم اور چار آنے مزید اضافہ کر کے، اس نرخ پر پیادوں کی تنخواہ تقسیم کی جائے۔"

اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ تبادلہ کا نرخ کبھی بھی ایک فنم سے نہ بڑھایا جائے اور اس کے بڑھانے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ یہ بات کئی بار تمہارے ذہن نشین کرائی گئی۔ مگر تعجب ہے۔ کہ پھر بھی تم شرح بڑھانا چاہتے ہو۔

خط نمبر ۷

بنام شاہ نور اللہ (۲۲ بیاضی۔ ۹ مارچ ۱۷۸۵ء)

عثمان خاں کا بھیجا ہوا خط آں سیادت دستگاہ کے ملاحظہ کے لئے ملفوف ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے۔ کہ وہ بصرہ پہنچکر بادشاہ (سلطان ترکی) سے ملنے کے لئے روانہ ہو چکے ہیں۔ گورنر بصرہ نے بھی ہمارے خط کے جواب میں لکھا ہے کہ اس نے عثمان خاں اور ان کے ساتھیوں کو آگے کے سفر پر روانہ کر چکا ہے۔

ان حالات میں آپ (سلطان نے یہاں آپ کے عوض آں رفعت نشان استعمال کیا ہے) کو جہاز فخر المراکب کی فوری مرمت کا انتظام کرنا چاہئے جیسا کہ پہلے بھی حکم دیا گیا تھا۔

تبصرہ

(عثمان خاں کو بطور سفیر دربار ترکی میں ۱۷۸۴ء میں بھیجا گیا تھا۔ اس سے پہلے وہ مدراس میں حیدر علی کی جانب سے وکیل تھے)
اس خط میں وہی اطلاع ہے کہ وہ بصرہ سے قسطنطنیہ روانہ ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد سلطان نے ایک اور وفد ترکی اور فرانس کو بھیجا جس میں شاہ نور اللہ اور لنگر اغلام علی وغیرہ شامل تھے۔ اسی وفد کی روانگی کے لئے جہاز فخر المراکب کی مرمت کے لئے لکھا گیا ہے)
اس پر کرک پیٹرک لکھتا ہے کہ "سلطان نے یہ وفود کس لئے بھیجے اس کا اس کو علم نہیں ہے"
(سلطان کا مقصد ان وفود سے تجارتی اور سیاسی تعلقات قائم کرنا تھا۔ جس کی تفصیل آئندہ خطوط میں ملے گی۔)

خط نمبر ۸

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں۔ (بقلم احمدی) ۱۸ مارچ ۱۷۸۵ء

(سفیرانِ سلطنت خداداد بہ دربار پونا)

حاکمانِ پونا (مرہٹے) نے اپنے اس عہد و پیمان کو بدلا دیا ہے جو انہوں نے ہمارے ساتھ کیا تھا۔ لہذا اب ہمارا ارادہ ہے کہ سال گذشتہ کے عہد نامہ پر ... ہیں اس لئے اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر ہماری مرضی کے مطابق ... ہو جائے تو اچھا ہے ورنہ آپ اور نور محمد خاں ... راستہ ... اجازت لے کر واپس آ جائیں۔

ہمارا ارادہ ہے کہ ۱۲ احمدی کو فوج کو کوچ کا حکم دیں۔ اس عرصہ میں اگر وہ (مرہٹہ) آپ کی بات نہ مانیں۔ تو آپ پونا سے واپس چلے آئیں۔

آپ نے لکھا ہے۔ کہ پیر محمد منشی جن کی تنخواہ گھٹا کر چالیس روپیہ کر دی گئی ہے۔ عیال دار ہونے کی وجہ سے اس رقم میں گزارہ نہیں کر سکتے۔ حکم دیا جاتا ہے کہ اگر وہ آپ کے ساتھ یہاں واپس آنا چاہیں۔ تو ان کی تنخواہ ساٹھ روپیہ کر دی جائے ورنہ چالیس کافی ہیں۔

خط نمبر ۹

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں۔ پونا (۱۲/۱ احمدی ۱۲۱۳ھ = ۱۳ مارچ ۱۷۸۹ء)

آپ کے دونوں مکتوب موصول ہوئے جن میں ان خطوط کی نقول بھی ہیں جو آپ نے راؤ راستا کو تحریر کئے تھے۔ یہ خطوط بالکل ہماری مرضی کے مطابق ہیں آپ دونوں کو اس معاملہ میں مہارت تامہ ہے۔ امید ہے۔ کہ کوئی ضروری امر بھی نظر انداز نہ ہوگا۔

تبصرہ

(راؤ راستا، مرہٹوں کا ایک سردار اور سلطان کا دوست تھا۔ اور پونا میں پیشوا کے بعد اس کے خاندان کا بہت بڑا اثر تھا)

خط نمبر ۱۰

بنام برہان الدین

اگر آں نور چشم کو یہ اطلاع ملی ہے کہ دشمن کی فوج بہت بڑی تعداد میں آ رہی ہے

تو تم کو چاہیے کہ نندو کا محاصرہ اٹھا کر امداد توپوں کو ساتھ لے کر دہارواڑ کے قریب کیمپ کر دو) (انشاء اللہ ہم بھی چند دنوں میں تاریخ احمدی کو یہاں سے کوچ کر کے جلد وہاں پہنچ جائیں گے اور اس کے بعد جو مناسب ہوگا، کیا جائیگا۔ اس عرصے میں نرگند کے پہاڑ کو کوئی سر پر اٹھا کر نہیں لے جائیگا

تبصرہ

برہان الدین، سلطان کا نسبتی بھائی، دربار کا سالار اور بانوئے سلطنت رقیہ بانو کا حقیقی بھائی تھا۔ یہ خط نرگند کے قلعہ کے متعلق ہے معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف تو پونا سے خط و کتابت تھی اور دوسری طرف سلطانی فوجوں نے نرگند کا محاصرہ کر دیا تھا خط کے آخر میں سلطان نے یہ فارسی جملہ لکھا تھا "کوہ نرگند را کسے برداشتہ نمی برد، جائے کہ ہست، ہمانجا ہست۔"

یہ فارسی جملہ کرک پیٹرک نے اپنی کتاب کے حاشیہ پر دیا ہے

خط نمبر ۱۱

بنام میر قمر الدین (۱۱ احمدی ۲۸ مارچ ۱۷۸۵ء)

تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ تم مقام جاری تک پہنچ گئے ہو تم کو بار بار داود پٹھان کی سرزنش برہان الدین بھیجا ہے چھپیں بارود اور جو کچھ ضروریات ہے منگوا لیا جائے امید ہے کہ سپہ دار زند علی کی فوجوں کے ساتھ آکر تم سے مل گئے ہونگے کیونکہ انہیں بخود دکھنا سے بھیج

دیئے گئے تھے۔ تمہاری فوج کا وہ حصہ جو کرٹہ میں مقیم تھا، وہ بھی تمہاری فوج سے ملنے کے لئے روانہ ہو چکا ہے۔

تبصرہ

میر قمر الدین، ٹیپو سلطان کے ماموں کا بیٹا تھا۔ اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان نے برہان الدین کی تائید کے لئے ایک اور فوج میر قمر الدین کے ماتحت روانہ کی تھی۔

خط نمبر ۱۲

بنام تربیت علی خاں۔ بنگلور (۱۱ ر احمدی = ۲۸ مارچ ۱۷۸۵ء)

تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ تمنا نایک دار رشوت لے کر لوگوں کو پایین گھاٹ میں جانے اور آنے کی اجازت دیتا ہے۔ حکم دیا جاتا ہے کہ دو دیانت دار اور ہوشیار آدمیوں کو چند پیادوں کے ساتھ اس درے کے قلعہ پر متعین کریں، جو پایین گھاٹ کے راستہ میں ہے، تاکہ وہ اس کا سدباب کر سکیں۔ اس حفاظتی دستہ کو ہر تین ماہ بعد بدل دیا جائے۔

تبصرہ

اس خط پر کرک پیٹرک نے طنزاً لکھا ہے کہ "اس کارروائی سے سلطان کا مقصد یہ تھا کہ اس کی سلطنت کے راز انگریزوں کو معلوم نہ ہوں"۔ آج بھی سلطنتیں اپنی جنگی رازوں کی اسی طرح حفاظت کرتی ہیں۔

خط نمبر ۱۴

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں - پونا (۱۱ - احمدی ۱۲۰۵ = ۷ اپریل ۱۷۹۱ء)

آپ کا ۹ تاریخ کا مکتوب ملا۔ ہمارے فارسی خط کا ترجمہ جو آپ نے مرہٹی زبان میں راؤ راستا کے پاس بھیجا تھا۔ اور جس کی نقل آپ نے ملفوف کی ہے۔ اس بات سے آپ کی فراست و معاملہ فہمی کا ثبوت ملتا ہے۔ آپ نے ترگنڈے کے محاصرے کے متعلق راؤ راستا کی تجاویز مفصل طور پر لکھی ہیں جن کا اجمال یہ ہے کہ ہم اپنے موجودہ واگذاشت مطالبوں کے عوض اسی ہزار روپیہ زمیندار ترگنڈے سے قبول فرما کر محاصرہ اٹھا لیں۔ ہمیں یہ یقین دلایا جاتا ہے کہ یہ زمیندار آئندہ ہر سال اپنی مقررہ پیشکش ادا کرتا رہے گا۔

اس دوستی کا لحاظ کرتے ہوئے جو راؤ راستا اور ہمارے درمیان ہے، ہم اس تجویز پر عمل کرنے کے لئے تیار ہیں بشرطیکہ زمیندار مذکور مقررہ قسطوں کے علاوہ اس تباہی کے عوض بھی جو اس نے ہمارے علاقہ میں کی ہے ہرجانہ ادا کرے۔ اگر یہ بات منظور ہے تو ہم فوراً اپنی فوج کو محاصرہ اٹھانے کا حکم دے دیں گے۔ ویسے قلعہ خدا کے فضل سے اب قابل تسخیر ہو گیا ہے۔

آپ کو چاہیے کہ جو تجاویز بھی راؤ راستا کی خدمت میں پیش کریں وہ اپنے قلم سے تحریر نہ کریں اور نہ ہمارے خطوط کی نقلیں دیں بلکہ آپ کو جو کچھ کہنا ہے اس کو خود راؤ راستا کے متصدی کو بلا کر اسی کے ہاتھ سے لکھوائیں۔ اس طریقہ سے اگر کوئی غلطی بھی ہو جائے تو آپ قابل گرفت نہ ہوں گے۔

معلوم ہوا کہ ہمارا وہ خط جو راؤ راستا کے لئے تھا آپ نے روک لیا ہے

مذکورخط یہاں واپس بھیجدیا جائے۔ اس کے عوض آپ نے جو اشارات کئے ہیں ان کے مطابق دوسرا خط بھیجدیا جائیگا۔

ہمیں اطلاع ملی ہے کہ مرہٹہ فوج کے دس یا بارہ ہزار سوار ہماری فوج پر حملہ کرنے کی نیت سے دریائے کرشنا کو عبور کر چکے ہیں۔ اگرچہ مرہٹوں نے ہماری مہربانیوں کو بھلا دیا ہے تاہم ہم نے ابھی تک کوئی ایسا کام نہیں کیا۔ جو معاہدہ کے خلاف ہو لیکن اس کے باوجود ہمارے ان گذشتہ احسانات کو بھول کر اور عہدناموں کو توڑ کر وہ ہم پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ تو نتائج کی ساری ذمہ داری انہیں پر ہوگی۔ اور اس وقت ہم پر لازم ہوگا۔ کہ ان کے حملوں کا جواب دیں۔ ان کارروائیوں کے بعد دوستی کی کوئی صورت باقی نہیں رہے گی۔

تبصرہ

کرکپیٹرک نے اس خط پر اپنی رائے اس طرح ظاہر کی ہے کہ:

"ٹیپو نے جو یہ لکھا ہے۔ کہ راؤ راستا کو آپ اپنے قلم سے نہ لکھیں۔ بلکہ کسی منشی کو بلا کر لکھوائیں"۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ٹیپو سیاست میں امانت دار نہیں تھا"۔

کرکپیٹرک کا مقصد اس رائے سے یہ بتانا ہے۔ کہ ٹیپو اپنے قول و فعل میں سچا نہیں تھا۔ حالانکہ خط کی عبارت سے صاف ظاہر ہے۔ کہ سلطان نے بنظر احتیاط سفیروں کو یہ حکم دیا تھا۔ کہ ان کو جو کچھ کہنا ہے۔ وہ راؤ راستا کے تصدیق سے لکھوائیں۔ تاکہ ان سے اگر کوئی غلطی ہو جائے۔ تو اس کا خمیازہ سلطنت کو نہ اٹھانا پڑے۔ حکومت پونا کی جانب سے

جو خطوط آتے تھے، ان کا جواب بھی حکومت ہی سے دیا جاتا تھا۔ سلطان نے یہ حکم سفیروں کو صرف ان کی اپنی رائے کے ظاہر کرنے کے لئے دیا تھا۔ سلطان کی زندگی کے پورے حالات میں کہیں نہیں ملتا کہ اس نے کبھی دورخی پالیسی سے کام لیا ہو۔ نہ صرف سلطان بلکہ پورا ہندوستان اس منافقانہ چال بازیوں سے ناواقف تھا۔ قول و فعل کی یہ منافقت ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانہ سے نظر آتی ہے۔ کرک پیٹرک کو اچھی طرح معلوم تھا کہ ہندوستانی رئیس یا عوام کس طرح اپنی بات کے پکے ہوتے تھے۔ یہ تو ایسٹ انڈیا کمپنی ہی تھی۔ جو ہمیشہ دوہری (Dual) پالیسی اختیار کرتی تھی۔ وہ خطوں اور معاہدوں میں ایسے الفاظ استعمال ہونے لگے کہ ضرورت کے وقت جیسے چاہیں، ویسے معنی لیں۔ وہ رئیسوں سے معاہدے بھی کرتے تھے۔ اور دوسری طرف ان کے دشمنوں یا خود ان رئیسوں کے نمک خواروں سے سازشیں بھی کی جاتی تھیں۔ جیسا کہ خود سلطنت خداداد اور ٹیپو کے ساتھ گزر چکا ہے۔ اور کرک پیٹرک کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ اس واقعہ کے ۴۴ سال پہلے کلائیو نے راجہ امی چند سے کتنے ہی روپوں کا معاہدہ کیا تھا۔ اس کی دو نقلیں لی گئیں۔ ایک امی چند کو دی گئی جس میں روپوں کا ذکر تھا۔ لیکن اپنے پاس کلائیو نے جو نقل رکھی اس میں وہ ذکر ہی نہیں تھا۔ اس طرح امی چند کو دھوکا دے دیا گیا۔ اور اس طرح ثابت کر دیا گیا کہ اگر ناجائز فائدہ اٹھانے کا کوئی

موقع ملتا ہو۔ تو اس سے فائدہ نہ اٹھانا، انگریزی ڈپلومیسی میں گناہ ہے۔ اس قسم کے بیسیوں واقعات تاریخ ہند سے ثابت کئے جا سکتے ہیں۔"

خط نمبر ۱۴۱

بنام عبدالحکیم خان۔ حاکم شاہنور (۲۴-۱ احمدی = ۱۰ اپریل ۱۷۸۵ء

بالوراؤ، شیام راؤ، اور دیگر متصدیوں کو جو آپ نے اپنی مشروط جاگیر کی حساب فہمی کے لئے یہاں بھیجا تھا، اس متفقہ فیصلہ پر پہنچے ہیں۔ کہ آپ کی جانب ۳۸۴۰۷۸۵ روپیہ واجب الادا ہیں۔ آپ کی دوستی کو مدِنظر رکھتے ہوئے اس رقم سے دو لاکھ روپے منہا کئے جاتے ہیں۔ بقیہ ۳۶۴۰۷۸۵ روپیوں کے لئے آپ کے متصدیوں نے تحریری ضمانت دی ہے۔ جو وصولی کے لئے یہاں کے مہاجنوں کے حوالے کر دی گئی ہے۔ آپ کے متصدیوں کے ساتھ یہ مہاجن وہاں آ رہے ہیں امید ہے۔ کہ اس رقم کو جلد سے جلد ادا کر کے آپ ان مہاجنوں کو جلد واپس بھیج دیں گے۔ یقین ہے۔ کہ اس معاملہ میں کوئی تاخیر نہ ہوگی۔

کیا میں امید کر سکتا ہوں۔ کہ آپ اس موقع پر وہ دس لاکھ روپے بھی ادا کر دیں گے۔ جو آپ کے متصدیوں نے پہلے تسلیم کر لیا تھا اور آپ بھی اس کی تصدیق کر چکے تھے

تبصرہ

عبدالحکیم خان میانہ شاہنور کا زمیندار تھا۔ یہ ایک چھوٹی سی

زمینداری تھی جو پہلے مرہٹوں کے زیر اثر تھی نواب حیدر علی نے جب اس کو فتح کیا تو اس پٹھان خاندان کو اپنا طرفدار بنانے کیلئے اپنی بیٹی کی شادی حکیم خاں کے بیٹے سے کردی تھی یہ لڑکی ٹیپو سلطان کی خود بہن تھی اور حکیم خاں کی بیٹی کی شادی اپنے بیٹے کریم شاہ سے کی ٹیپو سلطان کا سوتیلا بھائی تھا باوجود اس رشتہ داری کے بھی حکیم خاں ہمیشہ مرہٹوں کا طرفدار ہی رہا۔ اس نے اس جنگ میں جو ہونے والی تھی سلطانی فوج کی نقل و حرکت سے مرہٹوں کو آگاہ کیا۔

"شاہنور کی یہ زمینداری بیجاپور کے زمانہ ہی سے مشروط جاگیر کے طور پر چلی آرہی ہے۔ یہاں کے حاکموں کو کبھی نواب کا خطاب حاصل نہیں تھا مغلیہ بلکہ صوبہ داران دکن کے ریکارڈوں میں بھی انہیں زمیندار ہی لکھا گیا ہے۔ نواب حیدر علی نے بھی بہ حیثیت صوبہ دار سرا، یہ جاگیر مشروط طور پر سالانہ چار لاکھ روپے پیش کش کے عوض دی تھی۔ اس کے ساتھ اور بھی چند شرائط تھے۔ جن کا ذکر آگے آئیگا کرک پیٹرک نہ صرف پٹھانوں کے اس خاندان کے متعلق بلکہ تمام پٹھانوں کے متعلق لکھتا ہے کہ :۔۔

"یہ پٹھان جو دراصل افغانستان اور ترکستان کے رہنے والے ہیں تعجب ہے کہ اپنا سلسلہ نسب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے ملاتے ہیں۔ درآں حالیکہ یہ لوگ بنی اسرائیل سے ہیں جو شام سے ہجرت کرکے ترکستان اور افغانستان میں آکر آباد ہوگئے۔"

کرنل وکس نے نہ صرف پٹھانوں کے متعلق بلکہ مسلمانوں کے اور خاندانوں کے متعلق بھی لکھ دیا ہے کہ :-

" یہ اندازہ نہیں ہو سکتا کہ اس سلسلۂ نسب میں کچھ صداقت کبھی ہے یا نہیں۔ کیونکہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ مسلمانوں میں جب بھی امیری آ جاتی ہے تو سب سے پہلے وہ اپنا نسب نامہ تیار کرنے لگتے ہیں "

یہ ایک حقیقت ہے۔ جو وکس نے لکھی ہے۔ اس زمانہ میں بھی یہی ہو رہا ہے۔ اب تو نسب نامے بھی تیار نہیں ہوتے۔ ادھر کچھ امیری آئی اور دوسرے ہی دن ان کا نسب خلفائے راشدین یا اہل بیت سے ملتا ہے۔

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوۂ اہل نظر گئی (غالب)

اور سمجھتے ہیں کہ اس سے ان کی عزت میں چار چاند لگ جائیں گے لیکن خدا کے یہاں نہ سید کا امتیاز ہے۔ نہ شیخ کا۔ نہ مرزا کا اور نہ پٹھان کا۔ بلکہ حقیقی عزت تقوٰی کو حاصل ہے۔ جو پرہیزگار ہے۔ حضرت سلمان فارسیؓ سے کسی نے آپ کا نسب پوچھا تھا۔ تو آپ نے کہا تھا :-

" مسلمان ابن اسلام "

نسب کا یہ تعلق شاید گذشتہ عہد میں لوگوں کو دھوکہ دے سکتا تھا۔ کیونکہ شمالی ہند اور دکن کے اسلامی سلاطین سیدوں وغیرہ کی بہت خاطر و مدارت کرتے تھے۔ اسی امتیاز کو دیکھ کر مجہول النسب

لوگ بھی نقل مکانی کرتے ہوئے دوسری جگہ پہنچ کر نسب نامے تبدیل کرتے ہوئے سید یا شیخ بن جاتے تھے۔ لیکن اس زمانہ میں اس کی شہرت

شد پریشان خواب من از کثرت تعبیر ہا

کا مصداق بن گئی ہے۔

اسلام تو اسی تنہا رنگ و نسل کو جو آیا اس پر ہم سب فخر کرتے تھا مٹانے کے لئے آیا تھا لیکن یہ ہمارا نصیب ہے کہ اس کو چھوڑ کر پھر جاہلیت کی طرف دوڑ رہا ہے۔

لفظ پٹھان کے متعلق راقم الحروف کی رائے ہے کہ یہ لفظ پختون یا پشتون سے نکلا ہے۔ قدیم جغرافیہ میں اس علاقہ کا نام پختو تھا۔ اس نام کے لحاظ سے ان کا نام بھی پختون یا پشتون ہے۔ موجودہ وقت میں اس علاقہ کو افغانستان کہا جاتا ہے اور اسی جغرافیائی لحاظ سے باشندے بھی اپنے کو افغان کہتے ہیں۔ بعض مورخوں کا خیال ہے کہ پشتون یا پختون ترکستان کے ایک علاقہ کا نام تھا جہاں سے ترک وطن کر کے یہ لوگ افغانستان میں آکر آباد ہوئے تھے اور افغان کہلانے لگے لیکن ان کی زبان وہی قدیم پشتو رہی۔

موجودہ وقت شاہ آباد کی یہ ریاست جس کو انگریزی میں ... کہا جاتا ہے بہار کے علاقہ میں شامل ہے۔ رقبہ ... اس میں ۲۶۵ گاؤں ہیں۔ اور آبادی ۱۹۶۱ء کی مردم شماری کے مطابق بائیس ہزار چار سو پانچ نفوس پر مشتمل ہے۔

خط نمبر ۱۵

بنام برہان الدین (۲۲ - احمدی = ۸ - اپریل ۱۷۸۵ء)

معلوم ہوا کہ تم دشمن کی سرکوبی کے لئے بالکل تیار ہو۔ اگر دشمن کی فوج بہت زیادہ تعداد میں آجائے تو تم نرگنند کا محاصرہ اٹھا کر اپنا بھاری توپ خانہ دہارڑ والوں کو بھیج دیں گے۔" ٹھیک ہے۔ اس درمیان میں تم دشمن کی نقل و حرکت کا پتہ لیتے رہو۔ اور موقع کے لحاظ سے جو کارروائی مناسب ہو اختیار کریں۔ اس معاملہ میں ضرور ان تین کمانڈروں (کمیدان یا افسر) جو آپ کے ساتھ یعنی آپ کے سٹاف میں ہیں، سے صلاح و مشورہ کیا جائے۔ اور تمام کارروائی اس مشورہ پر منحصر ہو۔ ہمیں دشمن کی فوج کی پوری تعداد کی اطلاع مل ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ تمہاری فوج کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکیں گے۔ تاہم تم کو پوری احتیاط اور سخت خبرگیری کی ضرورت ہے۔

تمہاری خواہش کے مطابق دلیر دل خان وغیرہ کو خطوط بھیج دیئے گئے ہیں۔ یقیناً وہ اپنے فرائض خلوص و وفاداری سے ادا کریں گے، اور تم سب لوگ مل کر ہماری ہدایات کے مطابق باہمی مشوروں سے کام کو سرانجام دیں گے۔ اس کے بعد پردہ غیب میں جو ہے۔ وہ ظاہر ہو کر رہے گا۔

تبصرہ

دلیر دل خاں وغیرہ سے مراد افسروں کا وہ سٹاف ہے۔ جو برہان الدین کے ساتھ تھا یعنی سپہ دار دلیر دل خاں، سید حمید، سید غفار ملاحظہ ہو خط نمبر ۱۲

خط نمبر ۱۶

بنام دلیر دل خاں، سید حمید و سید غفار (سپہ داران) (۲۲- احمدی = ۸- اپریل ۱۷۸۵ء)

ہماری تحریر کے مطابق تم تمام افسر باہمی تحریری مشورے سے کام کریں۔ اس کام سے تمہارا اخلاص اور وفاداری نمایاں ہوگی۔ تم صاحبوں کو بغیر آپس میں مشورہ کئے کوئی کام نہ کرنا چاہیے۔ اس کے بعد خدا کو جو منظور ہوگا، ہو کر رہے گا۔ اس معاملے میں دیر اور تساہل کو جگہ نہ دی جائے۔

خط نمبر ۱۷

بنام راجہ رامچند دیوان بنگلور (۲۳- احمدی = ۹- اپریل ۱۷۸۵ء)

تمہارے دونوں خط موصول ہوئے۔ تم نے لکھا ہے کہ سرخ رنگ ہماری مملکت میں نہیں ملتا۔ صرف پانڈیچری میں مل سکتا ہے۔ نقد قیمت بھیج کر منگوالیں۔ ان کے عوض مال بھیجنا ضروری نہیں۔

تم نے لکھا ہے کہ تمہارے رشتہ دار لوگوں کے بہکانے سے تمہارے خلاف ہمارے لئے شکایتیں کر رہے ہیں کہ ہم تم سے ناراض ہو جائیں۔ تم کو اپنے فرائض کے متعلق تحریری احکام دیے گئے ہیں۔ اگر تم اپنا فرض برابر ادا کروگے تو تم کو خوف کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ اگر اس پر بھی ایسی شکایتیں ہمارے پاس آئیں تو ہم کو معلوم ہے ان پر کیا عمل کیا جانا چاہیے۔ تم کو امانت دار، ذہین اور محنتی سمجھ کر ہم نے یہ عہدہ تم کو دیا ہے۔ امید ہے کہ تم اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کرتے ہوئے

سرکار خداداد کی بہبودی کے ساتھ وابستہ ہونگے ۔

خط نمبر ۱۸

بنام میر قمرالدین (۲۳-۲ احمدی = ۹ اپریل ۱۷۸۵ء)

تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ تم پٹن کے پاس پہنچ گئے ہو۔ تم کو چاہئے کہ اپنی فوج کا کیمپ دریا کے کنارے ... کے قریب ڈالو۔ جو کچھ ضروری تھا گذشتہ خطوط میں لکھ دیا گیا ہے۔ اس پر عمل کیا جائے ۔

معلوم ہوا ہے کہ دشمن کی تعداد بہت کم ہے۔ اس لئے یہ خیال نہیں کیا جا سکتا کہ وہ تمہارا مقابلہ کر سکیگا

خط نمبر ۱۹

بنام انور بیگ سفیر پانڈیچری (۲۳ احمدی = ۵ اپریل ۱۷۸۵ء)

آپ کے خط سے معلوم ہوا کہ پانڈیچری کے ان تاجروں کو جو ہماری مملکت میں تجارتی مال لاتے ہیں، ان کی واپسی کے وقت محصول کا مطالبہ انہیں منع ہے۔ اور آگے بڑھنے نہیں دیتا۔ آپ چاہتے ہیں کہ ہم اس کو منع کریں۔ آپ کی خواہش کے مطابق اس کو لکھ دیا گیا ہے ۔

آئندہ جب بھی پانڈیچری سے تاجر یہاں آئیں تو آپ اپنی جانب سے ان کے تعداد کو ایک خط فارسی یا کنڑ زبان میں لکھیں یہاں اس معاملہ میں احتیاط اس لئے کی جاتی ہے کہ آج کل بعض بدیشی لوگ ہمارے

سلطنت میں آکر مختلف قسم کی ناگفتہ بہ شرارتیں کر چکے ہیں۔
"ہمیشہ آپ کی خیریت سے آگاہ کرتے رہیں"

تبصرہ

کرک پیٹرک کہتا ہے کہ اس خط میں پادشاہوں سے مراد انگریزوں
سے ہے۔ سیرنگاپٹم کی جامع مسجد سلطان کی تعمیر کردہ ہے۔

خط نمبر ۲۰

بنام میر قمر الدین (۲۴-۱ احمدی ... اپریل ۱۷۸۶ء)

تمہارا خط جس میں صوبیدار محمد علی کے متعلق شکایات ہیں، موصول ہوا۔ تم نے صوبیدار مذکور کے متعلق جو لکھا ہے معلوم کیا ہے۔ اس سے آگاہی ہوئی۔ صوبیدار مذکور غصے بھرتی ہوئے ہیں۔ اور ابھی اپنے فرائض اور ان طریقوں سے جن پر ہماری حکومت چل رہی ہے پوری طرح واقف نہیں ہیں۔ اگرچہ ان کے ماتحت ایک ہی قشون زیر تعمیر دی گئی تھی۔ انہوں نے اس کو بھی پوری طرح اپنے باز ... نہیں کیا ہے۔ اور اس طرح اپنی نااہلیت کا ثبوت دیا ہے۔ نزاکت وقت کا لحاظ کرتے ہوئے مصلحت یہی ہے کہ ان کی ماتحت قشون کو سر دست ... کرنے کے متعلق تم احکام صادر کر دو۔ اور جس طرح چاہو اس قشون سے کام لو۔

کروپہ سے جو فوج نکلی تھی، وہ گوٹی پہنچ گئی ہے۔ اور بہت جلد تمہارے پاس پہنچ جائیگی۔ لیکن تم تو اس کا انتظار کرنا چاہیے، بلکہ نرگوند کی طرف بڑھ کر

وہاں ہماری فوج سے مل جاؤ "

تم نے یہ بالکل صحیح کیا۔ کہ لوہا اور دوسرا ضروری سامان خرید لیا۔ اس کے علاوہ تم کو چاہیئے۔ کہ سپہ دار محمد علی کے قشون کے لئے بھی ضروری سامان خرید لو اور توپ خانہ کی جن گاڑیوں کی مرمت کی ضرورت ہے، اُن کی مرمت کر لو

تم نے لکھا ہے۔ کہ دشمن کی فوج، جو سولہ ہزار سوار اور چھ ہزار پیادوں پر مشتمل ہے، ہرگند سے سولہ کوس کے فاصلہ پر کیمپ ڈالے پڑی ہے۔ خدا کے فضل سے اس قلعہ کی تسخیر پر ہماری جو فوج متعین ہے۔ وہ نہ صرف قلعہ ہی سر کرے گی بلکہ دشمن کی سرزنش بھی کر سکے گی۔ ہماری اس فوج کے ہوتے ہوئے، دشمن کو آنکھ اُٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں ہو سکے گی۔ لہذا آں برخوردار کو چاہیئے کہ جلد سے جلد ہماری نرگست کی فوج سے مل جائے۔ اور اگر دشمن راستے میں حائل ہو۔ تو تم اپنے افسروں (سٹاف) سے باہمی مشورہ کرتے ہوئے، ایک متفقہ فیصلہ پر پہنچ کر اس کو قرار واقعی سزا دو۔

تبصرہ

"کرک پیٹرک تعجب کرتا ہے۔ کہ جب سلطان نظم و نسق قائم رکھنے کے لئے سخت سے سخت سزا دیتا تھا۔ تو اُس نے سپہ دار محمد علی سے اس قدر نرم برتاؤ کیوں کیا۔" تعجب ہے۔ کہ کرک پیٹرک یہ معلوم کرنے کے بعد بھی کہ سپہ دار مذکور نیلہ ہے۔ اعتراض کرنے سے باز نہیں رہا۔ یہ سپہ دار ۱۷۸۰ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت چھوڑ کر سلطانی ملازمت میں داخل ہوا تھا۔

خط نمبر ۲۱

بنام راجہ راجندر - دیوان منگلور (۲۳۲ - احمدی - ۱۰ اپریل ۱۷۸۵ء)

تم نے لکھا ہے کہ تمہاری ذات برادری کا کوئی مناسب آدمی نہ ملنے کی وجہ سے تم اپنی بیٹی کی شادی پائین گھاٹ میں کرنا چاہتے ہو۔ اس لئے برات کو پائین گھاٹ سے یہاں آنے کے لئے پروانہ طلب کیا ہے۔ پروانہ ملفوف ہے۔ جس شخص کے ساتھ تمہاری بیٹی کی شادی ہو اُس کو شادی کے بعد یہیں رکھا جائے۔ پائین گھاٹ واپس بھیجنے کی ضرورت کیا ہے۔ اگر یہ داماد یہاں رہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ رکھے یہیں اپنی ذات برادری کا کوئی گھر تلاش کیا جا سکتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ ہمارے ملک کی آبادی بڑھائی جائے۔

خط نمبر ۲۲

بنام میر نصیر الدین (۲۴۳ - احمدی - ۱۲ اپریل ۱۷۸۵ء)

تمہارا عریضہ ملاحظہ سے گزرا جس میں اطلاع دی گئی ہے کہ تم … گئے ہو۔ اور برہان الدین بھی وہاں سے ہٹ کر اپنا … سے … ہوتے ہیں۔ تم کو چاہیے کہ … تمہاری سابقہ ہدایات کے مطابق دشمن کی سرزنش میں … تم نے جو لکھا ہے کہ بار برداری کے سامان کو کم کر دیا گیا ہے تو یہ امر ہمارے منشا کے مطابق ہے۔

خط نمبر ۲۳

بنام برہان الدین (۲۶-۱ احمدی = ۱۲-اپریل ۱۷۸۵ء)

تمہارا خط موصول ہوا تم نے لکھا ہے کہ نرگند کا محاصرہ اٹھا کر تم دریائے بناہالا (Bnahala) کے کنارے کیمپ ڈالے ہوئے اور تم اپنی سوار فوج کو ہدایت دو کہ دشمن کے بازوؤں اور عقب پر چھاپے مار کر اس کو پریشان کرتے ہوئے جس قدر گھوڑے مل سکتے ہوں پکڑ لیں۔ گھوڑے حاصل کرنے کا یہ بہترین موقع ہے۔

ہماری ہدایات کے مطابق تعلقدار نگر زرسیا نے تمہاری فوج کی تنخواہ کے لئے چالیس ہزار بہادری پگوڈے ارسال کر دیئے ہیں امید ہے کہ یہ رقم تم کو مل گئی ہوگی۔

خط نمبر ۲۴

بنام میر قمر الدین (۲۸-۱ احمدی = ۱۴-اپریل ۱۷۸۵ء)

تمہارے خط مورخہ ۲۵-۱ احمدی سے اطلاع ملی کہ تم مع فوج کے نرگند پہنچکر برہان الدین کی فوج سے مل گئے ہو۔ اور برہان الدین سے ملاقات بھی ہو چکی ہے۔" تم اور وہ مل کر اب روز روشن (کھلے طور پر) میں دشمن پر حملہ کر کے اس کی ایسی سرزنش کرو کہ وہ پھر ہمارے مقابلہ میں نہ آسکے۔

خط نمبر ۲۵

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں - پونا (۲۸- احمدی ۱۲۱۳ ۱۴ اپریل ۱۷۸۵ء)

آں حشمت مآب کا خط موصول ہوا۔ راو راستا کی خواہش کے مطابق نرگند کا محاصرہ اٹھا دیا گیا ہے۔ اور ہماری فوج اب اس مقام سے دو یا تین کوس کے فاصلہ پر اپنا کیمپ ڈالے ہوئے ہے۔ آپ کو چاہیئے کہ آپ راو راستا سے کہیں کہ ہم اس زمیندار سے جرمانہ لینا نہیں چاہتے۔ بلکہ ہمارے ملک میں اس نے جو تباہی پھیلائی ہے۔ ہمیں اس کا ہرجانہ - مع اس خراج کے جو کئی سال سے واجب الادا ہے، ملنا چاہیئے۔"

خط نمبر ۲۶

بنام برہان الدین (۱۲- احمدی ۱۷- اپریل ۱۷۸۵ء)

تمہارا مصری کوٹہ میں کیمپ کرنا اور ترکل کے قاضی کو حضوری میں بھیجنا، ٹھیک ہے۔ تمہاری درخواست کے مطابق تعلقوں کے عاملوں اور قلعہ داروں کو ہدایات بھیج دی گئی ہیں کہ دشمن کی نقل و حرکت کی خبروں سے تم کو اطلاع دیتے رہیں۔

تمہاری غارت گر سپاہ (سوار اور پیادوں) کو حکم دو، کہ دشمن کو دق کرتے ہوئے ان کے گھوڑے گرفتار کریں، اور تم اپنی فوج کو موقع کے لئے ہمیشہ تیار رکھو۔"

خط نمبر ۲۷

بنام میر قمر الدین ۲۴ احمدی ۱۲۱۵ ۔ اپریل ۱۷۸۷ء

آپ نے چشم دید خط ارسال کیا ہے، جس میں خواہش کی ہے کہ وہاں کے تعلقہ کے نام پر ... روانہ کئے جائیں کہ وہ ہم کو ... سے اونچا کرنے کے لئے ... کے لئے اور ... جیالے فراہم کریں۔ اور یہ کہ تم نے اطلاع دی ہے کہ تم ... ذکر ... کرتے ہوئے رام درگ کے قلعہ پر چڑھائی کرنے والے ہو۔ ہم کو چاہیے کہ فی الوقت [illegible] جہاں کرو ... بلکہ ... کرتے رہو ... تو ... [illegible] ... دیکھیں ... اگر وہ پھر مقابلہ کرنا چاہے۔

... دھارواڑ (Dharwar) بادامی (Badami) اور گجیندر گڑھ (Gajan Gadgarh) کے نام پر ... ہمیں ... تم کو ... کی ضرورت ہو گی تو ...

ہماری واقفیت کے لئے رام درگ (Ramdrug) کے حالات پوری طرح اطلاع دیں۔

خط نمبر ۲۸

بنام میر قمر الدین ... احمدی ... ۱۲۱۵ ... ۱۷۸۷ء

معلوم ہوا کہ دشمن کی فوج رام درگ کے قلعہ سے ایک توپ کے فاصلہ پر مقیم ہے۔ میر قمر الدین سے ... کہ اس فوج پر حملہ کرتے ہوئے اس کی سرکوبی اس طرح

کہ دشمن دوبارہ مرید آتے تھے کہ تم کو پہنچے کہ چند روز میں کام ... اپنے ساتھ لکھو۔ سید آپ کی معلوم ہوا کہ خان محمد مسند امیر قمر الدین آپ کی طبیعت ناساز ہے اس لئے تم کشنا پنڈت کو جو کہتا ہے ساتھ لے کر ہیں جلد وہاں آنے معائنہ کے لئے بھیج دو۔

خط نمبر ۹۴

بنام برہان الدین (۹ ذی الحجہ = ۲۴ اپریل)

تم یقین کرو کہ ہم اس نے تمہارے امیر قمر الدین سے متعلق کچھ مشورہ کرتے ہوئے منتظر ہاتھ سے دشمن پر اس طرح حملہ کرو گے کہ دوبارہ آنکھ اٹھا کے اس پار میں تم ہم پیش قدمی کی بات نہ کرے ... کے بعد تمام ... شروع کیا جائے گا۔

تشریح

اس خط کا مطلب اس طرح پر لکھا ہے کہ:

معلوم ہوتا ہے کہ برہان الدین اس وقت اپنی سپہ سالاری کا عہدہ چونکہ امیر قمر الدین کو بھی عزیز رکھتا تھا۔ اس لئے سلطان نے ان کو لکھا کہ ایک دوسرے کے مشورہ سے کام کریں۔

یہ یاد رہنا چاہیئے کہ برہان الدین سلطان کا حقیقی برادر اور قمر الدین میر ابراہیم کا ... سلطان دونوں سے یکساں محبت کرتا تھا لیکن قمر الدین کو بہت پیار کرتا تھا۔ وہ اپنے آپ کو سلطان کے بعد سب سے بڑا

سمجھتا تھا۔ اور اسی لئے برہان الدین سے حسد کرتا تھا۔ اسی برائی کو دور کرنے کے لئے سلطان نے صد درجہ کوشش کی لیکن افسوس ہے کہ سلطان اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ برہان الدین کو سلطان سے جو محبت تھی۔ وہ سچی محبت تھی۔ قمرالدین خود غرض تھا۔ اس نے سلطنت کی تباہی میں جو حصہ لیا۔ اس کا ذکر تاریخ سلطنت خداداد میں مفصل طور پر کیا گیا ہے۔ اور اس کتاب میں بھی کچھ مختصر بیان آئندہ صفحات میں ملے گا۔

خط نمبر ۳۰

بنام میر قمرالدین (۹۔ احمدی ۲۴۔ اپریل ۱۷۸۵ء)

تم نے دشمن کی فراری اور اس کے بہت سے گھوڑے گرفتار کئے جانے کی خبر دی ہے۔ اور تم نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ ابراہیم علی خاں اور راجو پنڈت عاملان علاقہ کے نام رسد پہنچانے کے لئے حکمنامے روانہ کئے جائیں یہ حکمنامے بھیجدئے گئے ہیں۔ لوٹ میں جو گھوڑے ملیں، ان میں جو عمدہ ہوں، ہمارے خاص دستے کے لئے چھانٹ کر، باقی ان سلحداروں میں تقسیم کر دیں، جو بغیر سواری کے ہیں۔ تم برہان الدین اور دیگر سپہداروں سے مشورہ کرتے ہوئے دشمن کو اس قدر پریشان کر دو۔ کہ وہ دریائے کرشنا سے ادھر ادھر نہ ہو سکے۔ اس قسم کی سرزنش کے بعد سیرا رام درگ کے آگے کیمپ ڈالو۔

تم کو چاہئے۔ کہ وقتاً فوقتاً برہان الدین کے کیمپ میں جا کر ان سے اور دیگر

سپہ داروں سے مشورہ کرو کہ رام درگ کا محاصرہ بہترین طور پر کس طرح کیا جائے۔ اور اسی طرح وقتاً فوقتاً تم برہان الدین کو اپنی جگہ بلاؤ۔ ہم نے برہان الدین اور ان کے ماتحت سپہ داروں کو اس کے متعلق لکھ دیا ہے۔

خط نمبر ۳۱

بنام برہان الدین ۱۴۱ - احمدی = ۲۵ - اپریل ۱۷۸۵ء

میر قمرالدین کی علالت کے متعلق تمہارا خط موصول ہوا۔ تم نے لکھا ہے۔ کہ دو یونانی طبیب اور چند ایک ویدک طبیب بھیجے جائیں۔ تم کو چاہیئے کہ خان موصوف کے علاج کے لئے کشنا پنڈت کو حکم دو۔ اور ایک یونانی طبیب کے لئے عبدالحکیم خاں حاکم شاہنور کو لکھو۔ ان دونوں طبیبوں کو سخت تاکید ہونی چاہیئے۔ کہ خان موصوف کا علاج نہایت ہوشیاری اور غور و فکر سے کیا جائے۔ تاکہ وہ جلد سے جلد شفایاب ہوں۔

دہارواڑ کے قلعہ دار کے نام حکمنامہ ملفوف ہے۔ اس میں حکم دیا گیا ہے۔ کہ توپ خانہ کے لئے بیل روانہ کئے جائیں۔ ان بیلوں کے آنے کے بعد ان میں سے عمدہ اور مضبوط بیلوں کو منتخب کر کے سپہ دار سید غفار کے حوالے کر دیا جائے۔

خط نمبر ۳۲

بنام میر قمرالدین ۱۴۱ - احمدی = ۲۹ اپریل ۱۷۸۵ء

تمہارا خط ملا معلوم ہوا۔ کہ تم نے سپہ دار سید غفار کی قشونوں کو باربرداری

کے سامان کی حفاظت پر چھوڑ کر سپہ دار محمد علی کی قشون کو اپنے ساتھ لے لیا ہے۔ اب سوائے بڑے اور چھوٹے خیموں کے، تمہارے اور برہان الدین کے ساتھ باقی تمام سامان موجود ہے۔ اس لئے سید غفار کی قشون کو صرف خیموں کی حفاظت کے لئے چھوڑنا مناسب نہیں۔ بارش کا موسم قریب ہے۔ ضروری ہے کہ تمام خیمے بھی تمہارے ساتھ رہیں۔ اس طرح سید غفار کی قشون بھی بہ وقت ضرورت کارآمد ثابت ہوگی۔

تم کو اور برہان الدین کو باہم محبت سے رہنا چاہئے۔ یہ مناسب نہیں کہ تم دونوں عزیز ایک دوسرے کی مخالفت کرو۔ بلکہ دونوں کو متحد ہو کر دشمن کی سرزنش کرنا نہایت ضروری ہے۔ یہ نہایت ضروری ہے کہ تم خود اس معاملہ میں سبقت کر کے کبھی کبھی برہان الدین سے ان کے کیمپ میں جا کر ملو اور کبھی ان کو اپنے کیمپ میں آنے کی دعوت دو۔

خط نمبر ۳۳

بنام راجہ رام چند۔ دیوان بنگلور ۲ ۔ ۱۲۱۷ ۔ احمدی = ۲۹ اپریل سنہ ۱۷۸۵

تم نے لکھا ہے کہ ہرکارہ بنگلور کے لوگوں کے خلاف غلط افواہیں پھیلاتا رہتا ہے۔ اور اس وجہ سے وہاں کے لوگ بدظن ہو رہے ہیں۔ تم کو چاہئے کہ ہرکارہ مذکور کو قید میں ڈال دو۔

خط نمبر ۳۴۲

بنام میر قمر الدین و برہان الدین — ۱۶ - احمدی [illegible]

تمہارے دونوں خط ملے۔ اس جنگ میں ہم نے تم دونوں کے علاوہ تین پیادل (سید حمید، سید غفار اور شیخ انصر) کو بھی جو نہایت قابل اور ہوشیار ہیں تعینات کیا ہے۔ ہمارا ارادہ ہے کہ تم تمام افسر باہمی مشورے سے دشمن کی قرار واقعی سرکوبی کر دو۔ کیونکہ ہیڈ وارڈن کو بھی اس معاملے کے متعلق احکام بھیج دیئے گئے ہیں۔

یہ سن کر تعجب ہوا کہ فوج کے لئے رسد ناکافی ہے۔ کوتوال رسد کے ماتحت لمبانیوں کو سخت تاکید کی جاتی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اناج فراہم کریں تاکہ فوج کو وقت پر پریشان نہ ہونا پڑے۔

معلوم ہوا ہے کہ خدا کے فضل سے اب تمہاری جمعیت آ گئی ہے۔ اس خبر سے نہایت خوشی ہوئی۔ شاہ چنور کے تعلقہ کو واپس دے دیا جائے۔

تم نے اطلاع دی ہے کہ باہنا روی نے سامان پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ یہ مناسب نہیں سمجھا۔

یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ تمہاری سوار فوج نے دشمن کو بھگا دیا اور وہ درہ رام ورگ سے نکل کر بھاگ گیا۔ اب تم رسالداروں کو حکم دو کہ اس میں سے چند چنیدہ آدمی اٹھا کر علیحدہ علیحدہ دستے روانہ کریں تاکہ جس قدر گھوڑے مل سکیں پکڑ لائیں اور جس قدر سامان مل سکے اس پر قبضہ کر لیں اور اس کے ساتھ ساتھ دشمن کے بارے میں اطلاعات بھی حاصل کرتے رہیں۔

خط نمبر ۳۵

بنام محمد غیاث سفیر دولت خداداد بہ دربار پونا (۱۶۱-احمدی = یکم مئی ۱۷۸۵ء)

آپ کا خط ملا۔ اس کا جواب ہندوی زبان میں لکھا گیا ہے تاکہ آپ کو تفصیلات سے آگاہی ہو سکے۔ انہوں (مرہٹوں) نے باوجود موثق عہدناموں کے جو دغابازی کی ہے، خوب معلوم ہے ایسی صورت میں کس بنا، اور کس اعتماد پر، ان کو بڑی رقم (پیش کش کی) بھیجی جائے۔ اس کا کیا بھروسہ کہ وہ رقم حاصل کر لینے کے بعد پھر بدعہدی نہ کریں گے۔ نور محمد خاں کو ہم نے اسی لیے طلب کیا تھا کہ ان (مرہٹوں) کے خیالات سے پوری طرح آگاہ ہوں۔ ماسوا اس کے اور کوئی مقصد نہیں تھا آپ کو یہ معاملہ راؤ راستا کو واضح کرتے ہوئے، ان کے دل سے تمام شکوک وشبہات کو دور کر دینا چاہیئے۔ وہاں کے معاملات سے آگاہی کے لیے نور محمد خاں کا یہاں آنا ضروری ہے۔ اگر مرہٹے یہ چاہتے ہوں۔ کہ آپ بھی چلے جائیں۔ تو آپ کو دیر نہ کرنا چاہیئے۔

آپ نے راؤ راستا کی زبانی لکھا ہے۔ کہ "اگر نرگند کا محاصرہ اٹھا لیا جاتا جیسا کہ انہوں نے تجویز کیا تھا۔ تو حاکمان پونا سے معاملات کے سلجھانے میں انہیں بڑی تقویت ملتی لیکن حالیہ واقعات کی وجہ سے وزیر نانا فرنویس کی بدگمانی اور بڑھ گئی ہے، جس کی وجہ سے ان (راؤ راستا) کی مشکلات میں اضافہ ہو گیا ہے۔"

آپ کو کہنا چاہیئے۔ کہ "ہم۔ نے ان (راؤ راستا) کی ہدایات سے سر مو فرق

نہیں کیا۔ اور نرگند کا محاصرہ اُٹھا لیا۔ اب رہی مرہٹہ فوج کی سرزنش۔ یہ اس لئے ضروری تھی۔ کہ وہ ہمارے ملک کے اندر آ گئی تھی۔ یہ آخر الذکر بات اس قدر مشہور ہے۔ کہ اس کے متعلق کسی شہادت کی ضرورت نہیں۔

تبصرہ

کرک پیٹرک اس خط پر اپنی رائے یوں لکھتا ہے: کہ "گو سلطان نے نرگند کا محاصرہ اُٹھا لیا تھا۔ لیکن راؤ رستا کو اچھی طرح معلوم تھا کہ یہ اس کے کہنے سے نہیں بلکہ مرہٹہ فوج کے آجانے سے ایسا کیا تھا۔ دیگر حاکمان پونا کا بھی یہی خیال تھا۔ کرک پیٹرک نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ ہندی زبان میں خط بھیجنے سے سلطان کا مطلب یہ تھا۔ کہ اگر وہ خط حاکمان پونا کو بھجائے۔ تو کوئی غلط فہمی نہ ہو۔

خط نمبر ۳۶

بنام محمد غیاث سفیر سلطنت خداداد بہ دربار پونا (۱۶۱) احمدی ۔ یکم مئی ۱۷۸۵ء)

پونا کی آب و ہوا کے اختلاف کے متعلق: آپ نے جو کچھ لکھا ہے۔ معلوم ہوا ہمارے اطباء نے اس مرض کو دفع کرنے کا موثر علاج دریافت کر لیا ہے۔ علاج یہ ہے۔ کہ سب سے پہلے مریض کے جسم سے غلیظ مواد دور کرنے کے لئے سینگیاں لگا کر غلیظ خون کو کھینچ لیا جائے۔ اس کے دور ہوتے ہی مریض کی حالت قابو میں آجاتی ہے۔ اس کے بعد بقیہ جو کچھ ہے۔ اس کو ادویات کے ذریعہ دور کر دینے سے مریض بہت جلد صحت یاب ہو جائیگا۔"

تبصرہ

"انگریز مبصر نے اس خط کے مضمون سے یہ مراد لیا ہے کہ پونا کی آب و ہوا کے اختلاف سے سلطان کی مراد وہ تنازعہ ہے جو اس کے اور مرہٹوں کے درمیان تھا۔ طریق علاج سے مراد جنگ ہے۔"

خط نمبر ۳۷

بنام نور محمد خاں۔ پونا (۱۶) احمدی۔ یکم ہجری سنہ [illegible]

آپ کا خط ملا۔ اس کے متعلق ہمیں جو کچھ کہنا ہے، وہ محمد غیاث کے خط میں تحریر کر دیا گیا ہے۔ آپ اس خط کو پڑھیں اور عمل پیرا ہوں۔

خط نمبر ۳۸

بنام برہان الدین (۲۰) احمدی۔ جعفری سنہ [illegible]

معلوم ہوا ہے کہ قلعہ [illegible] کے لوگوں نے ہتھیار ڈال دینے کی تجویز کی تھی جس کو تم نے مسترد کر دیا۔ یہ معلوم نہیں ہوا کہ کس مصلحت کی بنا پر ایسا کیا گیا اور کیوں ناحق تاخیر روا رکھی گیا۔ خیر جو ہوا سو ہوا۔ تم کو قلعہ کا محاصرہ جاری رکھنا چاہیے۔ ہر طرف سے قلعہ شکن توپیں منگوا کر اور دوسرے سامان کے ساتھ تم کو ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ دشمن کے دل میں تمہارا خوف بیٹھ جائے اور اگر وہ تمہاری پیش کردہ شرائط پر اطاعت قبول کر لے تو منظور کر لو۔ اس

ہم دونوں کو چھوڑ دینا ہو گا کہ وہ دیکھتے ہیں تو یا ہم کو قلعہ سے باہر نکلیں۔ اگر وہ
وہاں رہے تو ہمیں نواب کو [illegible] پہنچ جانا ہے۔ اور قلعہ میں
پہنچ کر [illegible] کر دیا جائے۔

ہم نے [illegible] کو سمجھا دیا ہے۔ ہمارے حکم کے مطابق درویش [illegible] جو ہیں
ہم کو [illegible] دونوں کو چاہئے کہ محمد اقبال اور ہم آپس میں ربط رکھیں۔
[illegible] کام بہترین طریقہ پر سر انجام پا سکتا ہے۔ اس بارے قاصد [illegible] ہم نے
پیشتر ہی تم دونوں کو لکھا تھا۔

نوٹ: اسی مضمون کا خط قمر الدین کو بھی لکھا گیا ہے۔ (ذکریا [illegible])

خط نمبر ۱۳

بسم اللہ [illegible] ۱۲ جمادی [illegible]

[illegible] کام [illegible] کا [illegible] اور [illegible] ہماری [illegible]
[illegible] کوشش کی [illegible] طلب کرکے [illegible] نذر کرے۔ اس میں
[illegible] پہنچ گئے ہونگے پہلے
[illegible] (Room [illegible]) اور [illegible] (Hab [illegible]) کے مزید
[illegible] خاص کی [illegible] کر لیا جائے [illegible]
[illegible]
[illegible] قمر الدین [illegible] باہمی اتحاد سے کام کرتے رہیں گے۔

خط نمبر ۴

بنام غلام محمد سناشی نگر

۲۸ر احمدی = ۹ مئی ۱۷۸۵ء

آپ کے خط سے معلوم ہوا۔ کہ نو فرانسیسیوں اور ان کے ایک افسر نے بغیر کسی جبر واکراہ کے یعنی اپنی رضا و رغبت سے اسلام قبول کرلیا ہے اس شرط پر ہے کہ اس کو رسالہ کی کمان دی جائیگی" آپ کو چاہیے کہ ان لوگوں کو ضروری محافظوں کے ساتھ حضوری میں بھیجدیں۔ سفر خرچ کے لئے انہیں فی کس دس روپیہ دئے جائیں یہاں آنے کے بعد اس افسر کی خواہش کو پورا کیا جائیگا

سفر خرچ اور حفاظتی دستہ کے لئے بحر کے تعلقدار کو لکھ دیا گیا ہے۔

تبصرہ

اس خط میں احمدی رسالہ کا ذکر آیا ہے۔ اس میں صرف نومسلموں کو بھرتی کیا جاتا تھا۔ احمدی فوج دو قسم کی تھی۔ ایک سوار اور دوسری پیادہ اس فوج کو سلطان نے ترکی کی جاں نثاری فوج کی طرز پر تیار کیا تھا۔ ان کے خاص باڈی گارڈ کا دستہ بھی احمدیوں پر مشتمل تھا۔ یوں تو کورگ اور ملیبار میں جو لوگ مسلمان ہوئے۔ وہ بھی احمدی کہلائے۔ لیکن ان کی بنیاد شمالی و جنوبی کنارا اور نگر علاقہ کے نومسلموں سے پڑی تھی۔ پرتگالی مقبوضہ گوا کے نزدیک ہونے کی وجہ سے ان علاقوں پر پرتگالی پادریوں نے تبلیغ عیسائیت کا نہایت مضبوط جال بچھا رکھا تھا۔ سلطان کی دوربین نظریں یہ دیکھ چکی تھیں۔ کہ بنگال اور کرناٹک میں یہی معصوم عیسائی

پادری کس طرح مذہب کا جال بچھا کر عیسائی حکومت کے لئے راستہ ہموار کر چکے تھے۔ اس لئے اس نے متواتر اعلانات شائع کئے جس کو خود انگریزی مورخوں نے اس طرح لکھا ہے:۔

"اگر ہندو عیسائی مذہب قبول کرتے جاتے تھے۔ تو سلطان نے اس پر نہیں لکھا۔ کہ وہ اپنے آبائی مذہب کو ترک نہ کریں۔ مگر جب چھ دفعہ لکھنے پر بھی ان پر اثر نہ ہوا۔ تو آخر سلطان نے لکھا کہ آئندہ تم میں سے کوئی شخص اپنا آبائی مذہب ہرگز ترک نہ کرے۔ اور اگر ایسا ہی تبدیل مذہب کا شوق ہو۔ تو خود اپنے بادشاہ کا مذہب قبول کر لے۔ مذہب اسلام اختیار کریں۔"

(بورنگ)

مگر جب اس کے باوجود عیسائی پادریوں اور ہندو آبادی پر اس کا اثر نہ ہوا تو ٹیپو سلطان نے وہی کیا جو اس کو کرنا چاہیے تھا۔ اس کے متعلق وہ اپنی یادداشتوں میں خود اپنے قلم سے لکھتا ہے:۔

"قریباً تین سو سال آگے پرتگال کے نصرانی اس ملک میں آکر ساحل سمندر پر سونڈا کے راجہ سے صرف تجارت کرنے کے بہانے ایک علاقہ (گوا) حاصل کیا۔ پھر زمانہ نے ان کے لئے جو سہولتیں بہم پہنچائیں ان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، انہوں نے اطراف کے علاقہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ جس سے تین یا چار لاکھ روپیہ سالانہ کی آمدنی ہوتی تھی۔ اس علاقہ میں انہوں نے ہندوؤں کو بت پرستی اور مسلمانوں کو روزہ رکھنے اور نماز پڑھنے سے منع کر دیا۔ جن لوگوں نے ان کا حکم نہیں مانا، ان کو شہر (گوا) سے باہر نکال دیا۔ پرتگالیوں نے باشندوں کو صرف تین دن کی مہلت دی کہ اگر وہ اس عرصہ

یہاں باہر نکلے۔ تمام ان کو زبردستی عیسائی بنا دیا جائے گا۔ بعض لوگ تو ڈر کر اپنا گھر بار چھوڑ کر باہر چلے گئے لیکن اکثر و بیشتر آبادی جس کا کوئی وسیلہ نہ تھا وہیں گھروں میں پڑی رہ گئی۔ آخر ان بے چاروں پر پرتگالیوں نے تین دن کے بعد انہیں مجبور کر دیا کہ وہ ان کے عیسائی مذہب کو اختیار کر لیں۔

اس کے بعد انہوں نے علاقے کے حاکموں اور راجاؤں سے زمین اور انعامات حاصل کر کے انہوں نے ان نو عیسائیوں کے ہاتھ سے نگر، سونڈہ اور کوڑیال بندر (بنگلور) میں گرجا گھر تعمیر کئے۔ اور یہاں ایک ایک دو دو پادری مقرر کئے گئے۔ جن کے ذریعے انہوں نے مکاری اور طرح طرح کے لالچ دے کر یہاں کے لوگوں کو اپنے مذہب میں داخل کر لیا۔ حالانکہ یہ مشنری تھے کہ خدا کے فضل سے کوڑیال بندر ہمارے ہاتھ آیا۔ اور یہاں پرتگالیوں کے تمام مکر و فریب ہم پر کھل گئے تو اس وقت میں نے حضور کچہری سے دیوان کو حکم دیا کہ تمام عیسائی مکانات کی مردم شماری کی جائے۔ دیوان نے سونڈا، نگر اور کوڑیال بندر کے منصبیوں کو مع ایک ایک مردم شماری ہمراہ ایک ایک دستہ چند سپاہیوں کو ان مقامات پر متعین کیا جہاں عیسائی آباد تھے ان افسروں سے ہم نے کہا کہ ہم نے عیسائی کے متعلق احکام دیئے جاتے ہیں جن پر پورا عمل کرنا ہوگا۔ اس وقت تک تمام کارروائی مخفی رکھی جائے۔

اس کے بعد افسروں کو حکم نامے بھیج دیئے گئے کہ مقررہ روز مقررہ وقت پر (جو صبح کی نماز کا وقت تھا) تمام عیسائی آبادی کو

(عورتوں اور بچوں سمیت) گھیر کر اس طرح قید کر لیا جائے کہ ایک آدمی
بھی بچ کر نہ نکل سکے۔ فوج نے اس پر عمل کیا۔ اس طرح ساٹھ ہزار
عیسائی ہاتھ آئے۔ ان کے متعلق حکم دیا گیا کہ تقسیم کر دیئے
جائیں۔ ان کو پانچ پانچ سو کی تعداد میں علیحدہ علیحدہ ٹکڑیوں میں بھیجا گیا۔
ان کو مختلف مقامات پر کھانا، کپڑا دے کر رکھا گیا۔ اور یہاں انہیں
اسلام کی دعوت بھی دی گئی۔ یہ لوگ جب اسلام لے آئے، تو ان کا
نام "احمدی" رکھا گیا۔"

ڈاکٹر کرک پیٹرک لکھتا ہے۔ کہ اس طرح ان لوگوں میں سے سلطان نے
اپنی فوج کے لئے پندرہ ہزار نوجوان لے لئے۔ بعد میں ملیبار اور کورگ
کے نومسلموں کو بھی شامل کر کے احمدیوں کی تعداد بڑھائی گئی۔ یہ لوگ
مملکت کے ہر حصے میں آباد کئے گئے تھے۔ سلطان نے وہاں کے حاکموں
اور دوسرے لوگوں کو سخت حکم دیا کہ ان لوگوں سے نہایت ہمدردانہ برتاؤ
کا سلوک کیا جائے۔ یہاں تک کہ ان کو اپنی جان سے زیادہ عزیز جانیں۔

نوٹ:۔ ان نومسلموں کے نام کے ساتھ اگرچہ عام طور پر "شیخ" کا
لفظ بطور لقب مستعمل ہے۔ مگر ان میں اکثر نام کے ساتھ "خان" کا لقب
بھی استعمال ہوتا ہے۔ اب بھی ان علاقوں یعنی جنوبی ہند، میسور
وغیرہ کے اکثر و بیشتر خاندانوں کو جو اپنے نام کے ساتھ "خان" استعمال
کرتے ہیں، یہ فخر حاصل ہے کہ ان کے آباؤ اجداد کو یہ شرف سلطان سے
حاصل ہوا تھا۔

تحریر نمبر ۱۴

بیٹا امیر قمر الدین (۲۵ راحمدی = ۱۰ مئی سنہ ۱۷۸۶ء)

تمہارا خط ملا تو معلوم ہوا کہ بیڈ سے (Bede) سواروں نے جو باقاعدہ سرکاری ملازم ہیں، سرکاری علاقہ میں بہت سی زیادتیاں کی ہیں۔ تم کو چاہیے کہ انہیں سختی سے حکم دو کہ وہ صرف ان علاقوں میں لوٹ مار کیا کریں جو تدبیر گمونٹے سے مل سکتے ہوں۔ اسلئے تمہیں، ورنہ ہمارے علاقہ میں قطعی کوئی شورش نہ کی جائے۔

تم کو اور بہادر الدین کو بالکل سگے بھائیوں کی طرح مل جل کر رہنا چاہیے۔ امید ہے کہ تم کو سندھ کے سرحد کا تمام سامان تیار ہو گیا ہوگا۔ ترکل زئی اور توکل کے زمیندار سے جو کہ لہا پور کے علاقہ میں رہتے ہیں ہمارا دوستانہ ہے اس سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کی جائے بلکہ صرف اس علاقہ پر تاخت کی جائے جو براہ راست پونا کے ماتحت ہو۔ اس کے متعلق پہلے بھی تم کو صریح احکام دیئے گئے تھے۔

تشریح

بیڈ سے سوار ایک بے قاعدہ فوج تھی جو بیڈر قوم کے لوگوں پر مشتمل تھی۔ ان کا کام صرف لوٹ مار کرنا تھا۔ بیڈر ضلع اننت پور، بلاری وغیرہ میں آباد ہیں اور یہ ہندو قوم کا ایک فرقہ ہے۔

جنستہ - ۱

خط نمبر ۲۴۳

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں پوتا (۲۹ احمدی ۱۲۱۲ ... [illegible])

آپ کے گیارہ اور بارہ تاریخ کے دونوں خط پہنچے اور راستہ کی پیش قدمی جو تم نے لکھی تھی اس کا سارا حال معلوم ہوا۔

[illegible] فوج ہمارے سرحد [illegible] ... [illegible] ... کو نقصان پہنچ چکا ہے۔ لہٰذا ہمارے افسروں نے ... [illegible] ... ضروری ہے کہ وہ مجبور ہو کر دریا کے اس پار چلا گیا ہے ... [illegible] سرکاری فوج نے رام ورگ ... کا قلعہ فتح کیا اور اب ... کا محاصرہ کر رہی ہے۔

ہم بھی ... کا محاصرہ اٹھانے کے لیے تیار ہیں بشرطیکہ ... [illegible] ... ہے۔ اگر دشمن اور ہمارے ... نقصان پہنچایا گیا ہے ... [illegible] ... قبضہ کر لیا جائے گا۔

آپ کے اور نور محمد خاں ... [illegible] ... آپ کو چاہیے کہ ... واپس کریں۔ اگر ... نور محمد خاں کی واپسی ... [illegible] ... تو تم ان سے ... دریافت کر کے ... [illegible] ... خبر فراہم کرے۔

آپ کا ارسال کردہ حساب ... [illegible] ... جائیگی۔

خط نمبر ۳۴

بنام میر قمر الدین — دیکم بہاری = ۱۵ مئی ۱۷۸۵ء

تم نے اطلاع دی ہے۔ کہ "باوجود حکمنامہ جاری ہونے کے، وہاں کے کسی عامل نے ابھی تک نرگند کے محاصرہ کے لئے جو سامان ضروری ہے، نہیں بھیجا۔ اس لئے تم چاہتے ہو کہ دوبارہ حکم نامے جاری کئے جائیں"

نور چشم! ابھی تک تمہارا بچپن نہیں گیا۔ ورنہ تم دوبارہ حکمنامے جاری کرنے کے لئے نہ لکھتے۔ ایک حکم نامہ کافی ہے معلوم نہیں وہ کون عامل ہے جس نے ہمارے احکام کی تعمیل نہیں کی۔ اگر کوئی ہے۔ تو اس کو فوراً گرفتار کر کے سزائے موت دو۔ اور ان حکمناموں کو حاصل کر کے یہاں بھیجدو۔

وہ مزدور جو مختلف تعلقوں سے کام کے لئے اب آئے ہیں۔ اور ان مزدوروں کو جو پہلے سے برہان الدین کے پاس ہیں، ملا کر تم اور برہان الدین آپس میں مساوی تقسیم کرتے ہوئے، فوراً محاصرہ کی کارروائی شروع کر دو کیونکہ بارش کا موسم جلد شروع ہونے والا ہے۔ اور جب وہ شروع ہو جائیگا تو مشکلات پیش آئیں گی۔"

تبصرہ

کرک پیٹرک اس خط کے اس جملہ پر جس میں سلطان نے لکھا ہے کہ "ابھی تک تمہارا بچپن نہیں گیا" لکھتا ہے کہ دراصل سلطان کو اس کی قابلیت پر بھروسہ نہیں تھا۔ اس لئے اس نے ایسا لکھا" حالانکہ

یہ الفاظ و نور مجنت پہ دلالت کرتے ہیں

خط نمبر ۶۴

بنام میر قمر الدین (۲۳ بہاری ۱۷۸۵ء)

تمہارا خط ملا معلوم ہوا کہ برہان الدین کے سپاہیوں نے ان مزدوروں کو جو دہارواڑ سے آئے تھے رد کیا ہے۔ اسی خط میں تم نے یہ بھی لکھا ہے کہ بارہ اور ۱۸ اور ۲۴ پونڈ کے گولے برہان الدین کی فوج میں بہت کم ہیں۔ لہذا دہارواڑ کے قلعہ دار کو حکم دیا جائے کہ اس سامان کو جلد بھیج دے۔ اس سے پہلے لکھا گیا تھا اور اب پھر لکھا جاتا ہے کہ جو سامان بھی تعلقوں سے آئے وہ تم اور برہان الدین مساوی طور پر تقسیم کر لو۔

قلعدار دہارواڑ کے نام حکم نامہ ملفوف ہے مطلوبہ سامان آنے کے بعد تقسیم کر لیا جائے۔ نرگند پر ایک طرف سے تم حملہ کر لو اور برہان الدین دوسری طرف سے کریں۔

خط نمبر ۶۵

بنام محمد اشرف ناظم دیوان کچہری (Goot) گوتی (۲۳ بہاری ۱۷۸۵ء)

خط کے ساتھ حساب بھی موصول ہوا۔ اور بلاری اور ہنڈے انت پور (Hindy Anantapur) کے تعلقوں کی باقی بھی ملی۔ تم نے لکھا ہے کہ باوجود چار سزاول (Suzawal) مقرر کئے جانے کے بھی بلاری اور گتی سے

صرف ایک ہزار روپے حاصل ہوئے ہیں۔ لہٰذا تم نے لکھا ہے کہ وہاں کے عاملوں کے نام تہدیدی احکام بھیجے جائیں، یہ ملفوف ہیں۔

تبصرہ

سزاول = سپاہی۔ ان علاقوں میں دستور ہے کہ باقی وصول کرنے کے لئے آدمیوں کو بھیجا جاتا ہے جو باقی داروں کی خرچ پر اس وقت تک بیٹھے رہتے ہیں، جب تک کہ باقی وصول نہ ہو جائے۔ ان لوگوں کو کھانا پانی باقی دار ہی دیتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی حکومت کی جانب سے بھی یہ کارروائی ہوتی تھی۔ ان لوگوں کو بھی سزاول کہا جاتا ہے۔

خط نمبر ۱۴۲

بنام میر قمر الدین (۱۱ جمادی = ۲۳ مئی ۱۷۸۵ء)

تم نے لکھا ہے کہ پہلے دو مورچے تیار ہو گئے ہیں۔ اور ابھی تک برہان الدین کی طرف مورچے تیار نہیں ہوئے۔ یہ ایک پہاڑی قلعہ ہے جب تک اس کے بالکل قریب پہنچ کر فصیل میں ایک رخنہ نہ ڈالا جائے، حملہ کرنا عقلمندی نہیں ہے لہٰذا برہان الدین کے مورچے تیار ہونے تک تم انتظار کرو۔ لیکن اس عرصے میں قلعہ پر لگاتار گولہ باری اس وقت تک ہوتی رہے جب تک کہ تمہاری طرف کی فصیل بالکل مسمار نہ ہو جائے۔ برہان الدین کو لکھا گیا ہے کہ مزدوروں اور توپوں کی مناسب تعداد تمہارے پاس بھیج دے جن کی مدد سے تم اپنے مورچوں کو آگے

بڑھا کر قلعہ کو جلد فتح کر سکیں گے۔

خط نمبر ۴۷

بنام برہان الدین (۱۱ جمادی الاول = ۹ فروری ۱۷۸۷ء)

کنٹری منشی کی سرقت کی اطلاع جو تم نے بھیجی تھی اس سے آگاہی ہوئی، حسب خواہش ایک نیا کنٹری منشی رکھ لو۔ قمر الدین کو توپوں اور مزدوروں کی فہرست دو۔ سنا گیا ہے کہ کولا پنڈت (حیدر نگر) اپنے اہل و عیال کے ساتھ فرار ہو گیا ہے۔ تحقیق کر کے اطلاع دی جائے کہ اب قلعے کی کمان کس کے ہاتھ میں ہے۔

خط نمبر ۴۸

بنام محمد کاظم برادر زین العابدین سابق منشی کچہری (۱۲ جمادی الاول = ۱۰ فروری ۱۷۸۷ء)

یہ خدا کی مرضی تھی کہ تمہارے بھائی فوت ہو گئے۔ اس خبر سے ہمیں رنج ہوا۔ تالیف خاطر و تعزیت داری کی نیت سے ہماری خواہش ہے کہ تم فوراً حضوری میں آؤ اور اپنے آپ کو ہمارے سپرد کر دو۔

خط نمبر ۴۹

بنام زین العابدین (۱۹ جمادی الاول = ۱۷ فروری ۱۷۸۷ء)

لال باغ کی آمد و خرچ کا حساب اور تمہارا خط ملا۔ تم نے کفایت ... کر ...

اس گڑھی کا عامل لاپتہ ہوگیا ہے۔ اور چاہتے ہو۔ کہ ایک نئے عامل کو مقرر کرکے بھیجا جائے۔" لیکن یہ معلوم نہ ہوا کہ سابق عامل کیوں اور کس طرح لاپتہ ہوگیا۔ اس معاملہ میں پوری تحقیقات کرکے اطلاع دی جائے۔

خط نمبر ۵۰

بنام برہان الدین (۲۱ بہاری = ۴ جون ۱۷۸۵ء)

اطلاع ملی ہے۔ کہ تم نے قمرالدین سے درخواست کی تھی۔ کہ شیخ انصر کی قشون تمہارے سپرد کی جائے۔ اور اس کے عوض محمد علی کی قشون کو وہ لے لے۔ لیکن خان مذکور نے لکھا ہے۔ کہ بہ حالتِ موجودہ یہ تبدیلی مناسب نہیں" بالکل ٹھیک کہتا ہے۔ محمد علی کی قشون جہاں ہے۔ وہیں رہے۔

تم نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ بڑی توپوں اور مزدوروں کی نصف تعداد تم قمرالدین کے حوالے کردوگے۔ اور نصف تم رکھو گے۔ یہ بالکل درست ہے۔ اسی خط میں مذکور ہے۔ کہ کابوڑ کا وکیل تمہارے پاس آیا تھا۔ اور اس نے آمادگی ظاہر کی ہے۔ کہ ایک یا دو قشوں کے بعد کر وہ ہماری ملازمت میں داخل ہو جائیگا۔ جب وہ آئے تو اس کو ضرور داخل کر لو۔

خط نمبر ۵۱

بنام محمد غیاث و نور محمد خان پونا (۲۲ بہاری = ۵ جون ۱۷۸۵ء)

آپ کے پانچویں خط سے۔ آپ نے اطلاع دی ہے کہ:-

ہم رستم خان نے راؤ راستا کے خط میں یہ لکھا تھا کہ آپ (یعنی راؤ راستا) نے ہمارے سفیر محمد غیاث و نور محمد خان سے کہا تھا کہ آپ دخل دست کر نرگند واپس الادا پیش کش و بہر جانہ ہونا ہے دلو دیں گے"

آپ نے کہا ہے کہ آپ کے خط کا یہ مطلب نہیں تھا۔ بلکہ یہ تھا کہ "راؤ راستا نے یہ تجویز کی ہے کہ اسی ہزار روپیہ بطور ہرجانہ اور دس ہزار روپیہ بطور پیش کش نرگند دلائے جائیں گے۔ اور آیندہ پیش کش کی رقم کو وہ اپنے ذمہ لیتے ہیں" ان حالات میں آپ نے دریافت کیا ہے کہ راؤ راستا نے یہ دریافت کیا کہ اول الذکر بات انہوں نے کب کہی تھی۔ تو اس کا کیا جواب دیا جائے"

اطلاع دی جاتی ہے کہ راؤ راستا کو جو کچھ لکھا گیا ہے۔ سوچ سمجھ کر ہی لکھا گیا ہے۔ اس کی مصلحت آپ کو بعد میں معلوم ہوگی۔

آپ نے راؤ راستا کے فرزند آنند کے فوت ہو جانے کی خبر دی ہے۔ آپ کو چاہئے کہ ہمارا ملفوفہ تعزیتی خط اور لباس جو اس موقع کے لئے بھیجا گیا ہے ان کی خدمت میں پہنچا دیں۔

اگر پونا میں اور زیادہ ٹھہرنے سے ہماری سرکار کی سبکی اور آپ کی ہتک کا باعث ہے۔ تو آپ رخصت طلب کر کے فوراً واپس آ جائیں۔ لیکن آنے سے پہلے ذیل بات سنا آئیں:-

"باوجود ہمارے آقا کی آپ پر مہربانیوں کے آپ نے اس کے ایک باغی پالیگار کو مدد دی ہے اور تمام احسانات کو بھلا کر اپنی فوج اس کے ملک میں بھیج دی ہے۔ اور ملک کو کئی لاکھ کا نقصان پہنچایا ہے

حالانکہ راؤ راستا کی خواہشوں کے مطابق ہمارے آقا نے نرگند کا محاصرہ اٹھا لینے کا حکم دیا تھا لیکن پھر بھی آپ کے سپہ سالار پرسرام بھاؤ نے سرکاری ملک پر حملہ کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سرکاری فوجوں نے اس کو شکست دی اور وہ دریائے کرشنا کے پار بھاگنے پر مجبور ہوا۔ باوجود اس کے راؤ راستا کا اصرار ہے کہ ہم نرگند سے محاصرہ اٹھا لیں۔ اور اسی ہزار روپیہ کا جرمانہ اور پیشکش کے دس ہزار روپیہ قبول کر لیں۔ اور یہ کہ یہ پیشکش آئندہ برابر ادا ہوتی رہے گی۔ اب یہ آپ ہی انصاف سے دیکھیں کہ نرگند کے باجگذار پر جب دس لاکھ ہنگوڈے باقی ہیں اور سرکاری علاقہ کو بھی بہت نقصان پہنچایا گیا ہے۔ تو کس طرح اسی ہزار کی رقم پر معاملہ طے کر لیا جائے۔

ایک دوسرے خط میں آپ نے لکھا ہے کہ "راؤ راستا نے جو تجویز پیش کی ہے، وہ نانا فرنویس کی ہے اس لئے راؤ راستا پر کوئی الزام نہیں۔" آپ نے مزید یہ بھی لکھا ہے کہ "نانا فرنویس نے کہا ہے کہ جب سلطان کی جانب سے پیشکش (پیشگی) کی رقم آتی ہی نہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہماری دوستی رکھنا نہیں چاہتے۔ اور اب بھی اگر رقم بھیجدی جائے تو دوستی قائم رہ سکتی ہے۔ ورنہ آپ کا پونا میں رہنا بیکار ہے۔"

اس میں شک نہیں کہ ہم نے ان کی دوستی کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ انہوں نے عہدنامہ کو جس طرح نبھایا ہے ظاہر ہے۔ اب ان تمام باتوں کو دہرا کر فائدہ ہی کیا؟ اگر کسے در خانہ ہست یک لفظ بس ہست۔ ہم نے بارہا لکھا تھا

کہ وکیل نور محمد خان کو ہمارے پاس آنے کی اجازت دی جائے تاکہ ہم حالات کو ماحقہ سمجھا کر پیش کریں۔ تو انہوں نے ان کو اجازت ہی نہیں دی۔ یہ بھی ہماری خواہش رہی ہے کہ وہ نور محمد خان کو اجازت دیں۔ تو ہم حالات سمجھنے کے بعد مناسب طریق اختیار کریں گے۔ مگر اس کے عوض یہ حکومت آپ کا وہاں رہنا بھی مناسب نہیں سمجھتی۔ تو آپ دونوں اجازت حاصل کرکے فوراً آ جائیں۔

آپ نے لکھا ہے کہ خفیہ تحریریں سرکار کے دوست کے نام کوئٹہ کے علاوہ اور سرکار کے بہی خواہ کے نام روانہ کئے گئے تھے۔ آئندہ خطوط کتابت میں تعبیر کریں۔ تاکہ اگر کوئی خط دشمنوں کے ہاتھ لگ جائے تو وہ کچھ سمجھ نہ سکیں۔ یہ تو صاف ظاہر ہے کہ ہمیں اور ساتھ ان لوگوں کے نام کے اعلان ہیں۔ ان سے وہ نام دریافت کرلیں گے۔ اس کے بجائے جس شخص کا نام گاف سے شروع ہوتا ہے اس کو گلاب خان لکھا جائے۔ اور جس کا نام ن سے ہے اس کو سردار دل لکھا جائے۔ اس سے کوئی شبہ پیدا نہ ہو سکے گا۔"

تبصرہ

اگرچہ اس آخری پیرے کے بارے میں یہ بات واضح ہے کہ چیف کمشنر کے وکیل بھی کسی قسم کے خطاب و القاب استعمال کرتے تھے۔ مدار ہی سے قصر کی کاروائیوں کے کاغذات جو اس شخص کو ملے تھے ذریعہ حفاظت سندا کے دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ ہم کو ذوالفقار کے بعد ملی ہیں وہ تیار شدہ نوشتہ۔

خط نمبر ۲ ۵

بنام چشتی یار خاں ۲۳ ربہاری - ۲ جون ۱۷۸۵ء

دیوان کچہری، گتی کے ناظم محمد اشرف نے اطلاع دی ہے کہ انہوں نے تم کو اطلاع دی تھی کہ لبسونت راؤ عامل بنگن پلی کو حساب فہمی کے لئے مع دفاتر بھیجا جائے ۔"

یہ سن کر ہماری حیرت کی کوئی حد نہ رہی ۔ کہ جب ناظم مذکور کا خط تمہارے سامنے پیش ہوا ۔ تو تم نے غصہ میں آکر خط کو چاک کر دیا ۔ اور سخت سست کہتے ہوئے اخط کے ٹکڑے واپس لے جانے کے لئے کہا ۔ ہم کو امید نہیں تھی کہ تم جیسے عاقل شخص سے اس قسم کی کارروائی ہوگی ۔ لہٰذا تم فوراً عامل بنگن پلی کو محمد اشرف کے پاس دفاتر کے ساتھ بھیج دو ۔ اور آئندہ اس قسم کے حرکات سے باز رہو کیونکہ یہ ہماری ناراضگی کا موجب ہیں ۔

تبصرہ

بنگن پلی جس کو انگریزی میں بنگن پلی (Banganapalli) لکھا جاتا ہے ، ضلع کرنول میں ایک چھوٹی سی زمینداری یا نوابی ہے ۔ جس کا رقبہ ۲۵۵ مربع میل اور آبادی قریباً چالیس ہزار ہے ۔ جو زیادہ تر ہندوؤں کی ہے ۔ سالانہ آمدنی ۲۳۷۵۵۴۵ روپے ہے ۔ پورے مدراس علاقہ یعنی جنوبی ہند میں یہی ایک اسلامی ریاست ہے ۔

خط نمبر ۵۳

بنام میر قمر الدین (۲۵ بہاری ۔۔ ر جون ۱۷۸۵ء)

تم نے لکھا ہے کہ نرگنڈ کی فتح تک سپہ دار محمد علی کو سبک دوش کرنا مناسب نہیں اور وہ بدستور محاصرہ میں شریک رہے۔ چونکہ سپہ دار مذکور ابھی نا تجربہ کار ہے اور اس کا قشون بھی نیا ہے۔ ہم نے معلوم کرایا تھا کہ تم شیخ انصر اور ان کی قشون کو تمہارے پاس بلالیں۔ اور محمد علی اور اس کے قشون کو برہان الدین کے پاس بھیج دیں جس سے یہ فائدہ متصور تھا کہ تم کو ایک تجربہ کار سپہ دار اور سپاہی مل جائیں گے۔ اور دوسری طرف محمد علی اور ان کے سپاہی، برہان الدین کے پاس رہ کر تجربہ حاصل کریں گے۔ دراصل ہمارا مقصد یہ ہے کہ سپہ دار مذکور اور اس کے سپاہیوں کو تجربہ کار بنایا جائے۔ اور یہ مقصد نہیں کہ ان کا تنزل کیا جائے یا کسی دوسرے کو ان پر فوقیت دی جائے۔ لہذا تم ان سے مل کر ہمارے ان الفاظ میں اس کا ذکر کر دو۔ اور انہیں برہان الدین کے پاس بھیج دو۔

معلوم ہوا کہ محمد ناصر کے رسالہ کا کچھ حصہ محمد علی کے قشون میں ملا دیا گیا ہے اور بقیہ حصہ برہان الدین کے پاس بھیج دیا گیا۔ خیال رکھا جائے کہ یہ رسالہ تمہارے اور برہان الدین کے پاس عارضی طور پر ہے۔ جب کبھی یہاں سے طلبی ہو تو اس کو یہاں بھیج دیا جائے۔

تم نے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ اناج اور چارہ کی قلت کی وجہ سے تمام سوار دستہ کے گھوڑے تم واپس بھیج رہے ہو۔ ہاں یہ ایک پہاڑی قلعہ کی تسخیر کا معاملہ

ہے۔ سواروں کی کوئی ضرورت نہیں۔ لہٰذا تمام گھوڑے کپورگڑھ ______
(Kapoorgarh) بھیج دیئے جائیں۔ جہاں چارہ کثرت سے ہے۔ ہم نے یہ اطلاع پہلے بھی دی تھی اور یہ تعجب کی بات ہے کہ اتنے سیدھے سادے معاملہ کے متعلق بھی تم بار بار حکم مانگتے ہو

خط نمبر ۳۴۵

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں۔ پونا (۲۶ رمضان = ۹ جولائی ۱۸۸۵ء)

آپ کے تینوں خطوط اور پانچ ہنڈیاں جن میں سے چار آپ کی جانب سے اور ایک نور محمد خاں کی جانب سے ہے، موصول ہوئیں۔ آپ نے ہرکارہ سماشیو کی صحت کاری کے متعلق اطلاع دی ہے۔ وہ تو صرف ایک ہرکارہ ہی ہے۔ اس سے بات چیت کیا اور بحث کیا۔ تعجب ہے کہ اس کو پرائیویٹ معاملات میں دخل دینے کی اجازت کیوں دی گئی۔ اس سے صرف وہی کام لیا جائے جس کے لئے وہ مقرر ہے۔

اگر برٹش حکومت نور محمد خاں کو واپس جانے کی اجازت دے دے تو مناسب ہو گا اور اگر وہ آپ دونوں کو بھی اجازت دے دے۔ تو یہ اور بھی اچھا ہے۔ اس صورت میں آپ دونوں واپس آ جائیں

خط نمبر [illegible]

بنام راجہ رام چند دیوان بنگلور (۲۴ بہاری ۱۲۰۰ / ۱۰ جون ۱۷۸۵ء)

تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ ان تعلقوں سے جو میر فتح علی تعلقدار چک بالاپور (Chuck Bulapoor) کے ماتحت ہیں، دس یا پندرہ ہزار ہنگوڈ[?] سے واجب الوصول ہیں اور کہ تم ان کی وصولی کے متعلق سخت کارروائی عمل میں لانے والے ہو۔ چونکہ تعلقدار مذکور اس عہدہ پر ابھی نئے نئے آئے ہیں اور کام سے بالکل ناواقف اور خود ناتجربہ کار ہیں، لہذا ہماری خواہش ہے کہ تم ابھی سخت کارروائیاں نہ کرو اور آہستہ آہستہ وصول یابی کرو۔ تم نے جو سزاول بھیجا ہے اس کو واپس بلا لیا جائے تاکہ عامل پر بار نہ ہو۔

خط نمبر [illegible]

بنام محی الدین علی خاں - دیوان کڑپہ (۲۸ بہاری ۱۲۰۰ / ۱۱ جون ۱۷۸۵ء)

تمہارا خط دربارہ علی نگر تعلق سبولی[?] کے حسابات موصول ہوئے۔ تم کو چاہیے کہ منظم طریقہ سے حسابات کا جائزہ لیا کرو اور دیکھو کہ وصول باقی باقاعدہ ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر یہ معلوم ہو کہ کسی نے غبن وغیرہ کیا ہے تو اس کو بغیر کسی رو رعایت کے سخت سزا دو۔ کیونکہ اس طرح کا غبن سرکار کی ناشکر گزاری ہے۔

خط نمبر ۵۷

بنام سید قمر الدین (۲۹ ربہاری = ۱۲ جون ۱۷۸۵ء)

خط ملا یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ سپہ دار محمد علی کو برہان الدین کے پاس بھیج کر شیخ انصر کو تم نے اپنے پاس بلا لیا ہے۔ یہ کمیدان اور ان کے سپاہی نہایت ہوشیار اور تجربہ کار ہیں۔

تم کو چاہیئے کہ یادگی کے قلعہ دار یا تورگل کے ناظم کی معرفت نرگند والوں سے خط و کتابت شروع کرو۔ اور کوشش کرو۔ کہ قلعہ جلد از جلد ہاتھ آ جائے۔

خط نمبر ۵۸

بنام برہان الدین (۲ جعفری = ۱۵ جون ۱۷۸۵ء)

قریب کے قلعوں سے جو پیادے تمہاری فوج میں آکر شامل ہوتے ہیں ان کے متعلق خبر ملی ہے کہ یہ لوگ کھانے پینے کی طرف سے سخت تکلیف میں مبتلا ہیں۔ اس لئے ہماری خواہش ہے۔ کہ ان کی تکالیف دور کرنے کے لئے ان کو فی کس دس فنم ماہانہ الاؤنس زیادہ دیا جائے۔

خط نمبر ۵۹

بنام برہان الدین (۳ جعفری = ۱۶ جون ۱۷۸۵ء)

تم کو چاہیئے۔ کہ تمہاری کمان میں جس قدر فوج ہے، خواہ وہ سوار ہو یا پیادہ یا کسی

قسم کی داس کو ایک باقاعدہ تقرری نامہ (سنٹر رول) اور آمد و خرچ کا حساب بھیج دو۔ ایک مہینہ گزر گیا کہ قمر الدین کا توپ خانہ قلعہ کے نزدیک نصب ہو گیا لیکن تمہاری جانب سے ابھی پیش قدمی نہیں ہوئی۔ اگرچہ تم نے ان سے پہلے تیاری شروع کر دی تھی کیونکہ تو سبب ہوگا جس کی وجہ سے یہ دیر ہوئی ہے۔ تم کو چاہئے کہ جس قدر جلد ہو سکے فصیل میں شگاف ڈالتے ہوئے مورچہ بندی کرنے کی تدبیر کرو۔

خط نمبر ۱۰

بنام راجہ جے چند دیوان بنگلور — [illegible] ۱۷ جون [illegible]

تمہارا [illegible] کے نام عامل [illegible] گیری (VENKATA GIRI) [illegible] [illegible] عامل [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

خط نمبر ۱۱

بنام شیخ [illegible] — [illegible] ۸ [illegible]

تم [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کا [illegible] [illegible] رعایا [illegible] اور [illegible] [illegible]

کے مطابق تیسری قسط کی وصولی جلد کرو ۔ اس کیلئے مزید ایک ماہ کی مہلت اور دی جاتی ہے ۔ اسی خط میں ایک پروانہ ملفوف ہے ۔ اس کو داروغۂ مذکور کے پاس بھیج دیا جائے کہ وہ منزادل کو واپس بلالے ۔ لیکن تم کو چاہئے کہ کام میں تساہل نہ کرو ۔

خط نمبر ۶۲

بنام محی الدین علی خاں ۔ دیوان کڑپہ (Cuddapah) (۱۶ جعفری = ۱۹ جون ۱۷۸۵ء)

تم نے لکھا ہے کہ گرم کنڈہ کے قلعہ کی محافظ فوج کے چار سپاہی عرصہ ہوا کہ فوت ہو گئے ۔ لیکن ان کی تنخواہ ابھی تک وہاں کے افسر وصول کر کے اپنے استعمال میں لارہے ہیں ۔ تم کو چاہئے کہ اس معاملہ میں پوری طرح تحقیق کرو ۔ اور اگر الزام ثابت ہو جائے تو یہ روپیہ ان افسروں سے وصول کیا جائے ۔

خط نمبر ۶۳

بنام محمد غیاث ۔ پونا (۱۵ جعفری = ۱۸ جون ۱۷۸۵ء)

اگر حاکمان پونا مرہٹے نور محمد خاں کو اجازت دے دیں تو فوراً انہیں یہاں بھیج دیا جائے ۔ اور آپ وہاں ٹھہر کر دربارِ پونا کی اطلاعات حاصل کرتے رہیں ۔ اگر وہ اجازت نہ دیں تو پھر آپ دونوں اجازت ملنے تک ٹھہریں ۔

خط نمبر ۶۴

بنام محمد غیاث۔ پونا (۵ جعفری = ۱۸ جون ۱۷۸۵ء)

ایک بیت لکھی گئی ہے جو خفیہ کوڈ پر مشتمل ہے اُمید ہے کہ آپ اس پر حاوی ہو جائیں گے۔ ایک علیحدہ کاغذ پر مثالیں بھی دی گئی ہیں۔ اس معمہ سے سوائے آپ کے اور کوئی واقف نہ ہو۔ جب کبھی کوئی اہم معاملہ خفیہ طور پر لکھنا ہو۔ تو یہ کوڈ استعمال کیا جائے۔

نوٹ :۔ کرک پیٹرک نے بیت نہیں لکھی ہے۔ ورنہ یہاں ضرور درج کی جاتی۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ اس کا مطلب سمجھ میں نہ آنے سے اس کو نظر انداز کیا گیا ہے"

خط نمبر ۶۵

بنام میر قمر الدین (۶ جعفری = ۱۹ جون ۱۷۸۵ء)

تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ تم نے اپنی فوج سے ایک رسالہ کو علیحدہ کر کے کنک گیری (Kanakgiri) پر بھیج دیا ہے۔ یہ معلوم نہ ہوا کہ کونسا رسالہ بھیجا گیا اور اس میں کتنے سوار ہیں۔ تم کو چاہیئے کہ اس رسالہ کی تنخواہ وغیرہ کے کاغذات محی الدین علی خاں، دیوان کڑپہ کے پاس بھیجدو۔

قلعہ کی فصیل کے نزدیک مورچہ نصب کرنے اور شگاف ڈالنے کے بعد تم کو چاہیئے کہ سپہداروں اور دوسرے کمیدانوں کے متفقہ مشورے سے اس مقام پر حملہ کرد۔ بہتر تو

یہ ہوگا کہ حکمتِ عملی سے کام لے کر قلعہ تسخیر کیا جائے تاکہ جانوں کا نقصان نہ ہو اشد ضرورت ہی پر عام حملہ کیا جائے۔

خط نمبر ۶۶

بنام محمد اشرف۔ دیوان گوتی (۷ رجب زبرجدی = ۲۰ جون ۱۷۸۵ء)

اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ گوتی کا نام تبدیل کر کے "فیض حصار" رکھا گیا ہے اور یہ بھی معلوم ہو کہ بلاری کا نام "ظفر پٹن" اور چتل درگ (Chitaldroog) کا نام "فرخ یاب حصار" رکھا گیا ہے۔

خط نمبر ۶۷

بنام میر قمر الدین (۸ رجب جعفری = ۲۱ جون ۱۷۸۵ء)

تم نے لکھا ہے کہ مقامی آب و ہوا کی خرابی سے تمہاری ماتحت جیش میں اموات واقع ہو رہی ہیں۔ تمہاری جیش کے ساتھ جو طبیب ہیں۔ انہیں سخت احکام دیے جائیں کہ بیماروں کا نہایت غور و پرداخت سے علاج کیا جائے۔ اور افسروں کو حکم دو کہ سپاہیوں کو روپوشی سے باز رکھیں۔ گھوڑے اور مویشی، ایسی جگہ بھیج دیئے جائیں جہاں چارہ افراط سے ہو۔ رسالداروں کو اس کے متعلق خاص احکام دیئے جائیں

یہ تم نے اچھا کیا کہ کمپنی افسروں کو قریب کے اضلاع میں رنگروٹوں کی بھرتی کے لئے بھیج دیا۔

ہماری سابقہ ہدایات کے مطابق محصورین کو اطاعت کی اجازت دی جائے کہ وہ اپنے اپنے ہتھیار اور خاص سامان اپنے ساتھ لے کر جائیں۔ کالا پنڈت اس کے خاندان۔ اس کے خویش و اقارب اور مہاجنوں کو عہد نامے کے ذریعہ آمادہ کیا جائے۔ کہ قلعہ چھوڑ کر نیچے اُتر آئیں اس کے بعد ان پر محافظ مقرر کر کے ان لوگوں سے دس لاکھ پگوڈے بطور ہرجانہ وصول کیا جائے۔ کیونکہ انہوں نے ہمارے علاقہ میں لوٹ مار کر کے اس قدر نقصان پہنچایا ہے۔ اگر وہ اس رقم کو ادا کریں تو اچھا ہے۔ ورنہ ان کو حفاظت میں رکھو۔ بہر طور کسی طرح حکمت عملی سے کالا پنڈت اور مہاجنوں کو قلعہ سے نیچے اُتر آنے پر آمادہ کرو۔

جب تمہارا مورچہ فصیل قلعہ کے قریب نصب اور خندق پوری طرح بھر جائے تو اس وقت سپہ دار اگر مشورہ دیں۔ تو عام حملہ کا حکم دیا جائے۔ ورنہ حملہ کی کوشش نہ کی جائے۔ کیونکہ یہ ایک پہاڑی قلعہ ہے۔

(نوٹ:۔ اسی مضمون کا ایک اور خط اسی تاریخ کو بیان الدین کو لکھا گیا) اکرک پیٹرک

خط نمبر ۶۸

امیر قمر الدین ۱۰ جعفری۔ ۱۲۱۲ھ جون ۱۷۸۵ء

معلوم ہوا کہ ترسیل کردہ رقم، ۲۱ ہزار پگوڈے تم کو مل چکی ہے تم نے لکھا ہے کہ یہ رقم پوری فوج تو کیا، صرف پیادوں تک کو کافی نہیں اسی لئے ہم نے پیشتر ہی تم کو لکھ دیا تھا کہ تمہاری کمان میں جس قدر فوج ہے اس کا جائزہ اور

تنخواہ کا حساب بھیجدو۔ تاکہ یہاں سے حسب ضرورت رقم بھیجدی جائے۔ اب پھر وہی ہدایت دی جاتی ہے۔ نفری نامہ اور حساب پہنچنے کے بعد پوری رقم بھیج دی جائے گی۔

خط نمبر ۶۹

عرضداشت بخدمت شاہ عالم شہنشاہ ہند۔ دہلی ۱۰ جعفری ۔ ۲۴ رجون ۱۷۸۵ء

حضور پُر نور کا سرفرازنامہ شرف صدور لایا اور باعث صد عزت ہوا۔ آپ نے جو تحائف کہ راؤ بال مکن داس کے ذریعہ ارسال کئے تھے۔ ان سے آپ کی نوازشوں کا ثبوت مل رہا ہے۔ ان سے ہم چشموں میں ہماری عزت و توقیر متصور رہے۔ ان کی وصولی کے اقرار میں اطاعت شعاری کا یقین دلایا جاتا ہے۔

یہ خادم اسلام، دین محمدی کی حمایت میں نصرانیوں کی سرکوبی میں مصروف ہے جنہوں نے اس سرزنش کی تاب نہ لاکر ایک ذلیل صلح[1] کرلی ہے۔ یہ معاملہ اس قدر مشہور ہے کہ اس عریضہ میں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ خدا کے فضل و کرم پر بھروسہ کرتے ہوئے، اس خادم دین محمدی کی خواہش ہے کہ دشمنان دین سے جنگ کرے اور ان کو مٹا دے۔

اس اخلاص و وفا شعاری کی سند میں جو اس خادم دین محمدی کو آپ کی ذات شاہانہ سے ہے، بطور نذر ایک اشرفی ایک طلائی مہر ارسال خدمت ہیں انہیں قبول فرما کر عزت افزائی کریں۔ امید ہے کہ حضور والا اپنے احکام سے وقتاً فوقتاً

---

[1] صلحنامہ منگلور ۱۷۸۴ء

سرفراز فرماتے رہیں گے۔ باقی حد ادب۔

تبصرہ

اس خط پر رائے لکھتے ہوئے کرک پیٹرک افسوس کرتا ہے کہ:۔

"ٹیپو کا یہ خط نہایت گستاخانہ تھا۔ اس نے شہنشاہ ہند کے مراتب کا لحاظ نہیں رکھا۔ اور خط میں بجائے "آپ کا غلام یا خادم" لکھنے کے "خادم دین محمدی" لکھا اور طلائی مہریں جو اس نے بھیجیں، ان پر شہنشاہ کا نام کندہ نہیں تھا۔ حالانکہ تمام ہندوستان میں اس وقت جو سکے رائج تھے یا مضروب ہوتے تھے ان پر شہنشاہ کا نام کندہ ہوتا تھا۔"

کرک پیٹرک کو شاید اس کی خبر نہیں تھی۔ کہ یہی برائے نام شہنشاہ ہند "شاہ عالم" اس وقت یعنی ۱۷۸۵ء میں راجہ سندھیا (مرہٹوں) کا وظیفہ خوار تھا اور اس کو پچیس لاکھ روپیہ سالانہ ملتے تھے۔ اس سے پہلے وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کا وظیفہ خوار تھا۔ اسی برائے نام شہنشاہ ہند نے بکسر کی جنگ (۱۷۶۴ء) میں شکست کھا کر اپنے آپ کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا۔ اور اسی نے اپنے وزیر شجاع الدولہ سے غداری کر کے اس کے ملک اودھ پر کمپنی کو مسلط کر دیا تھا۔ اور اسی نے بنگال، بہار اور اڑیسہ کی دیوانی مستقل طور پر کمپنی کو دے دی تھی۔ اور یہی وہ شہنشاہ بانشاہ شطرنج تھا جس نے پیشوا اور نظام علی خاں (نظام الملک) کے کہنے پر حیدر علی کے خلاف فرمان جاری کیا تھا۔ ان حالات کو جانتے ہوئے

سلطان کو اس شاہ شطرنج کی اطاعت گوارا کر کے تخت و تاج بچانے کی
ضرورت نہیں تھی۔ یہ تو صرف ان مکار و قابوچی حاکموں کا حصہ تھا جو
بظاہر تو اس کو شہنشاہ ہند کہتے تھے اور یہ باتیں آلۂ کار بنا کر اپنے مقاصد
پورا کرتے تھے۔ مزید برآں یہ انہی لوگوں کی نمک حلالی کا تقاضا تھا
کہ جس دادا کے وہ غلام کہلاتے تھے، انہیں سے ملک چھین کر حاصل کیا
تھا اسی کے پوتے کو جو اسی طرح شہنشاہ ہند کہلاتا تھا،
قید و بند میں ڈال کر رنگون کے آخری ملک بدر کیا، اور اس کے معصوم
اور ننھے ننھے بچوں کے سر کاٹ کر بطور نذرانہ اس کے سامنے پیش کئے۔

خط نمبر ۹

بنام منظور علی خاں، دہلی ۱۸۵۸ (۱۰ جنوری ۔ ۲۳ جون)

اقبال نشاں، دامت معالیکم، آپ کی عنایات و مہربانیوں کا شکریہ۔ ایک
خریطہ ارسال خدمت ہے، جس میں حضور شہنشاہ ہند کے ہاتھ کی لکھی تحریر
اور نذر کے لئے ایک سو اکیس طلائی مہریں ہیں۔ آپ کی خوش خلقی اور
مہربانی سے امید ہے کہ آپ اس کو بارگاہ شاہی میں پیش کر دیں گے۔

اگر حضور کو عادت ہو گئی ہے کہ اپنی دوستی کے خطوط اور روپے
بھیجا کرتے ہیں، سو اس کے بجائے چاندی کے سکوں پر شاہانہ القاب
کندہ ہیں، جو ہمارے رسم و رواج کے خلاف ہے۔ اس لئے ہم نے ایک
نئی قسم کی مہر منظور کی ہے جس پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت

رضی اللہ عنہ کے اسماکندہ ہیں۔ ان نئے سکوں سے شہنشاہ کے لئے نذر بھیجی گئی ہے اور اس دوستی کی افزائش کے لئے جو آپ کے اور ہمارے درمیان ہے آپ کے لئے بھی ۲۵ مہر ارسال ہیں۔ یقین ہے کہ آپ اپنے خطوط سے مسرور فرمائیں گے۔ یہاں کے دوسرے حالات انشاء اللہ زبانی کریں گے اس سے معلوم ہوں گے۔ باقی بخیر۔

تبصرہ

خریطہ ایک تھیلی ہوتی تھی جس میں بادشاہ والیان امیروں کو خط بھیجے جاتے تھے۔ یہ زریں کپڑے یا کمخواب کی بنی ہوتی تھی۔ بادشاہوں کو خط لکھنے کے لئے زرافشاں کاغذ استعمال کیا جاتا تھا جس پر طلائی بیل بوٹے ہوتے تھے۔ ان سے کم رتبہ والوں کو نہنالی کاغذ استعمال کیا جاتا تھا جس پر نقرئی بیل بوٹے ہوتے تھے۔

ریک پیٹرک کا کہنا ہے کہ منظور علی خاں دہلی میں شاہی حرم کے خواجہ سراؤں کا افسر تھا۔

خریطہ نمبر ۱۰

بنام مولوی چند بخش ایلچی دہلی (۱۰ ربیع الثانی ۱۲۰۹ھ - ۲۲ جون ۱۷۹۵ء)

تمہارا خط اور خبریں پانچ قطعے بھیجی ہیں موصول ہوئیں۔

حضور پر نور شاہ عالم کی نذر کے لئے ایک خریطہ جس میں ایک سو گیارہ نئی طلائی مہریں رکھی ہیں روانہ ہے۔ اور ایک دوسرا خریطہ بھی ارسال ہے جس میں مرزا اکبر شاہ کے لئے خطاور گیارہ طلائی مہریں ہیں مزید حفاظت کے لئے

طلائی مہریں ہرکاروں کے لباس میں سی دی گئی ہیں۔ انہیں ان کے لباس سے علیحدہ کر کے منظور علی خاں کی خدمت میں پچیس مہریں اور ان کی وساطت سے ایک سو پچیس مہریں اور عرضداشت بادشاہ کی خدمت میں پیش کی جائیں۔

ایک ہزار روپیہ کی ہُنڈی بھیجی جاتی ہے۔ اس رقم سے تم اپنی سولہ ماہ کی تنخواہ بحساب ۳۰ روپیہ فی ماہ لے لو۔ اور بارہ ماہ کی تنخواہ اسی حساب سے پیشگی رکھ لو۔ کل رقم ۸۴۰ روپیہ ہوتی ہے۔ ہرکاروں کو جو یہ خط لائے ہیں۔ اٹھارہ روپیہ دو اور باقی تمہارے پاس ۱۴۲ روپیہ رہیں گے جن سے ہمارے ہرکاروں کو باقاعدہ تنخواہ دو۔ اب جو دو نفر ہرکارے بھیجے گئے ہیں۔ ان میں سے تولا رام کو دس اور رامدھا کو ماہانہ ۹ روپیہ تنخواہ دی جائے۔ ہرکاروں کی دوسری نفری میں کشنا جی اور سنتا جی ہیں، ان کو ۹ روپیہ ماہانہ فی کس دیا جائے۔ دونوں نفریوں کو اس حساب سے ۳ ماہ کی تنخواہ رجب سے رمضان ۱۱۹۹ھ تک یہاں دے دی گئی ہے۔ اب وہ جبکہ تمہارے پاس ہیں۔ تو ان کو شوال سے تنخواہ دی جائے۔ اور جب انہیں یہاں بھیجدو۔ تو دو دو ماہ کی تنخواہ پیشگی دے کر روانہ کرو۔

وقتاً فوقتاً وہاں کی خبریں بالکل صحیح اور ایمانداری سے روانہ کرتے رہیں۔

تم نے لکھا تھا۔ کہ کرایہ کے دو نفر ہرکاروں کے ہاتھ تم نے دو ٹوکرے سیلے دانہ انار اور خط بھیجا تھا۔ ابھی تک یہ ہرکارے یہاں نہیں پہنچے۔

تمہاری خواہش کے مطابق کرایہ کے ہرکاروں کی آخری جوڑی جو یہاں پہنچی، اس کو ۱۲ روپیہ دے دیئے گئے ہیں۔ باقی تفصیلات تم کو راؤ بال کشن داس سے معلوم ہونگے۔

خط نمبر ۲

بنام میر قمر الدین (۱۲ شعبان ۱۲۰۰ ہجری = ۲۵ جون ۱۷۸۵ء)

تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ برہان الدین کا توپ خانہ مکمل ہو چکا ہے اس سے پہلے کئی خطوط میں لکھا گیا تھا۔ کہ تم اپنے توپخانہ کو فصیل قلعہ کے بالکل قریب نصب اور خندق کا بھراؤ کرتے ہوئے سپہ داروں کے مشورہ سے اگر مناسب سمجھا جائے۔ تو قلعہ پر یلغار کر دو تعجب ہے۔ کہ ان صریح احکام کے ہوتے ہوئے تم ہر وقت حکم کے منتظر رہتے ہو۔ اس لئے پھر ایک بار سابقہ احکام کو دہرایا جاتا ہے۔

خط نمبر ۳

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں۔ پونا (۱۴ شعبان ۱۲۰۰ ہجری = ۲۷ جون ۱۷۸۵ء)

اگر حاکمان پونا صرف نور محمد خاں کو واپس ہونے کی اجازت دیں تو اچھا ہے اگر آپ دونوں کو بھی اجازت دے دیں۔ تو آپ بھی واپس آجائیں۔ واقعات کی ذمہ داری ان پر ہوگی۔

خط نمبر ۴

بنام شیخ احمد بن محمد مکرم تاجر (۱۵ شعبان ۱۲۰۰ ہجری = ۲۸ جون ۱۷۸۵ء)

میر محمد رضا اور تمہارے والد محمد مکرم کی زبانی تمہارے حالات معلوم ہوئے۔

اطلاع دی جاتی ہے کہ اس قول نامہ کی وصولی پر تم دلی اطمینان کے ساتھ اپنے اہل و عیال اور ان لوگوں کو جو یہاں آنا چاہتے ہوں، لے کر آجاؤ۔ تمہاری نگہداشت و حفاظت کا پورا ذمہ لیا جاتا ہے۔ تمہاری خواہش کے مطابق تم کو تجارتی سہولتیں دی جائیں گی۔ اور تمہارے کارخانہ کے لئے ایک مناسب جگہ اور رقم مہیا کی جائے گی۔ تاکہ تم تجارت کرکے فائدہ اٹھا سکو۔ دو سال تک تم ہر قسم کے محصول سے بری رہو گے۔ باقی حالات تم کو محمد کریم کے خط اور میر محمد رضا کی زبانی معلوم ہوں گے۔

٭

خط نمبر ۵۰

بنام برہان الدین (۱۶ جعفری = ۲۹ جون ۱۷۸۵ء)

تم نے لکھا ہے کہ نصیرین نرگند نے عامل بادامی کے توسط سے ہتھیار ڈالنے کی اجازت چاہی ہے۔ اور ان کی شرط صرف یہ ہے کہ ان کی جان و آبرو کی حفاظت کی جائے لیکن اس معاملہ میں وہ حاکم ماگری کوٹہ (Magrikota) کی ضمانت چاہتے ہیں۔

اس تجویز کے متعلق ان سے کہا جائے کہ اگر وہ براہ راست ہمارے سپہ سالاروں سے معاملہ کرلیں، تو انہیں ہتھیار ڈالنے کی اجازت دی جائے گی ماگری کوٹہ کا حاکم ہمارا ملازم نہیں ہے۔ اس کی ضمانت کو ہم قبول نہیں کرسکتے

تم کو اطلاع دی گئی تھی کہ سوار فوج کے گھوڑے، چراگاہوں کو بھیج دیئے جائیں۔ اس حکم نامہ کو دہرایا جاتا ہے۔ اور یہ بھی اطلاع دی جاتی ہے کہ بار برداری

کے بیل اور ٹٹو جو لاغر ہو گئے ہوں، ان کو بھی ذبح کر دیا جاتا ہے کیونکہ بارش کا موسم قریب ہے۔

خط نمبر ۸۵

بنام عبدالحکیم خاں حاکم شاہنور [illegible]

آپ کی خیریت کی اطلاع سے خوشی ہوئی۔ آپ کی یہ تحریر کہ نفقہ ادا نہ ہو سکا قلم زد کر دی ہے۔ آپ کو یقین رکھنا چاہیے کہ آپ کے اس دوست کے دل پر آپ کی جانب سے کچھ بھی غبار نہیں ہے۔ آپ جانتے ہیں اگر کچھ ہے تو صرف اس بات کا کہ آپ اپنے محاصل وصولی کا حساب صحیح طریقے سے نہیں دیکھتے اور اس کی وجہ سے وصولی بالکل کم ہوتا ہے۔

ہمارے منشیوں نے آپ کی شرائط جاگیر کا پورا حساب بنایا ہے۔ اس کے بعد آپ کے اخراجات کا مناسب لحاظ رکھتے ہوئے اور فوج کی تنخواہ منہا کرنے کے بعد بتایا ہے کہ آپ کی جانب کس قدر رقم واجب الوصول ہے۔ لہٰذا آپ مہاجنو کے ذریعہ یہ رقم بھیج دیں۔

آپ کو چاہیے کہ جتنے محاسبوں اور دوسرے لوگوں نے کہ آپ کی ملازمت میں ہیں اور انہوں نے حساب میں تغلب اور دوسرے لوگوں نے غبن کیا ہے ان سے تمام رقم وصول کریں۔ پھر ایک بار آپ کو یاد دلایا جاتا ہے کہ آپ کے علاقے کے تعلقداروں اور زمینداروں کے کام میں سرکار خداداد کے کسی بھی فرد کو دخل اندازی کا اختیار نہیں ہے۔

خط نمبر ۷

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں۔ پونا (۱۸ رجعفری = یکم جولائی ۱۷۸۵ء)

معلوم ہوا ہے کہ راؤ راستا سے باتیں کرتے وقت (مرہٹہ سپہ سالار) ہری پنڈت بھی موجود تھے اور انہوں نے سخت کلامی سے آپ کی توہین کی ہے۔ ان حالات میں آپ کا وہاں ٹھہرنا ٹھیک نہیں۔ جب حالات اس حد کو پہنچ گئے ہیں تو آپ اور نور محمد خاں اپنے تمام آدمیوں کو لے کر بہ اجازت یا بلغیر اجازت واپس آجائیں مزید احکام کا انتظار نہ کیا جائے۔

خط نمبر ۸

بنام میر مولا خاں قلعہ دار مدگل (۲۰ رجعفری = ۳ رجولائی ۱۷۸۵ء)

گجندر گڑھ کے نائب گورنر سے اطلاع ملی ہے۔ کہ تم نے کچھ فوج جمع کر کے اس قلعہ میں نہایت مضبوطی سے قائم اور ہماری مدد کے خواہاں ہو ۔ اگر تم یہ اطلاع دو کہ تم کو کس قسم کی مدد ضروری ہے۔ تو ہم مدد بھیجنے کے لئے حاضر ہیں۔

(نوٹ :۔ کرک پیٹرک لکھتا ہے۔ کہ مدگل اس وقت مرہٹوں کے ماتحت تھا۔)

خط نمبر ۹

بنام برہان الدین (۲۳ رجعفری = ۶ رجولائی ۱۷۸۵ء)

تم نے اطلاع دی ہے کہ سرہٹی (Sirhatti) کے پیادے جو

قمرالدین کے کیمپ میں تھے، فرار ہو چکے ہیں۔ اور اُس نور چشم نے ان کے دلوائی اور وکیل پہ پہرہ بٹھا دیا ہے۔ بھاگے ہوئے پیادوں کے عوض تم اپنی قشون سے قمرالدین کو پیادے دو۔۔ اور دلوائی اور وکیل کو حفاظت سے قید میں رکھو اور ان کے تمام گھوڑے اور اونٹ پکڑ لئے جائیں۔

نوٹ

دلوائی ایک ایجنٹ ہوتا تھا جو ٹھیکہ پر پیادے مہیا کرتا تھا۔

"وکیل" مزدوروں کا نائب ہوتا تھا

خط نمبر ۸۰

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں۔ پونا (۲۷ جعفری ۔ ۱۰ جولائی ۱۷۸۵ء)

آپ کے دونوں خطوط ملے معلوم ہوا کہ ہری پنڈت اور دوسرے مرہٹہ سرداروں نے تجویز پیش کی ہے ۔کہ نور محمد خاں کو یہاں واپس نہ بھیج دیں۔ اور ان کی غیر حاضری میں آپ سے روپے کی ادائیگی کی ضمانت لے لی جائے۔ آپ کو کہنا چاہیئے کہ آپ صرف ملازم اور احکام سلطانی کے تابع ہیں۔ اس لئے بغیر اجازت ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ نور محمد خاں کے یہاں آنے کے بعد حالات سے واقف ہو کہ ہم روپیہ بھیجنے کا انتظام کریں گے۔

آپ لکھتے ہیں۔ کہ راؤ راستا نے کہا ہے کہ نرگند کے زمیندار کو ہدایت بھیج دی گئی ہے۔ کہ ہمارے تمام مطالبات کے عوض ایک لاکھ پچھتر ہزار روپیہ ادا کردے اور ہم نرگند کا محاصرہ اٹھالیں"۔ معلوم ہونا چاہئے کہ نرگند کے زمیندار نے ہماری

رعایا سے دس لاکھ پگوڈے وصول کئے ہیں۔ دوسرے علاقوں کو چھوڑ کر اگر وہ صرف اس رقم کو جو ہمارے علاقے سے وصول کی ہے، دے دیتے تو ہم ضرور دعوے اٹھا لیں گے۔"

خط نمبر ۱۵

بنام برہان الدین (یکم دریائی = ۱۱ جولائی ۱۷۸۵ء)

تم نے لکھا ہے کہ تم کو وہاں سے کبھی گھوڑے نہیں خریدا کرتے۔ خیر کوئی مضائقہ نہیں۔ تم اپنے مسلح داروں کو حکم دے دو کہ اپنی مرضی کے مطابق خرید لیں۔ تم نے یہ بھی لکھا ہے کہ تمہارے پاس جو سوار ہیں وہ اپنے علاقوں کے عاملوں سے معاش حاصل کرتے ہیں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم [illegible] جس تاریخ سے کہ وہ مزید تمہارے پاس آئے ہیں تنخواہ دو۔

برخوردار میر قمر الدین کے خط سے معلوم ہوا کہ راستہ کا ایک سانڈنی سوار ڈاکیہ تمہارے اور ان کے نام خط لا رہا ہے۔ [illegible] کے لئے اس کو مناسب [illegible] دیا جائے۔

خط نمبر ۱۶

بنام برہان الدین (۲ دریائی = ۱۲ جولائی ۱۷۸۵ء)

ابراہیم خاں کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ سید حمید، میر تقی بیگ اور ابراہیم رسالداروں نے مختلف لوگوں سے رشوتیں وغیرہ لی ہیں۔ اس امر کی [illegible]

اطلاع دی جاتی ہے کہ تحقیقات کرنے کے بعد اگر الزام صحیح ثابت ہو تو ان لوگوں
سے کمان واپس لیتے ہوئے، ان سے رشوت کی وصول کیا جائے۔ اور یہاں سے ان کے نام
کے آنے تک انہیں پہرہ میں رکھو۔ جس کے بعد ہم یہاں سے دوسرے رسالدار
بھیج دینگے۔

تبصرہ

کتاب فتح المجاہدین میں سلطان کے احکام افسروں کے متعلق
ان الفاظ میں ہیں "ملزم کی تلوار لے کر اس کو نظر بند (پہرہ میں رکھو)
میں تا تکمیل تحقیقات رکھا جائے۔ اس کے بعد جب تک سلطان
کا حکم نہ ہو تلوار واپس نہ دی جائے"

خط نمبر ۳۰

بنام برہان الدین — ۲۳ ردریانی – ۱۲۱۲ ربیع الثانی [illegible] (۱۰۸۵ [illegible])

سید وارث محمد علی کے خط سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے مورچہ کو خندق تک بڑھا
دیا ہے۔ اور ماس وارث کی فصیل اور توپوں کو زمین کے برابر کر دیا گیا ہے۔ اور صرف
خندق کا بھرنا باقی ہے۔ یہ تو ایک معمولی کام ہے۔ خندق بھرنے کے بعد تمام افسروں
کے مشورے سے عام حملہ کا حکم دے دیا جائے۔ اگر اس اثنا میں محصورین اطاعت
قبول کر لیں تو بہتر ہے۔ سوائے کالا پنڈت کے باقی سب کو اپنا اپنا ساز و سامان
لے کر چلے جانے کی اجازت دے دو۔ کالا پنڈت کو گرفتار کر لیا جائے۔ اگر مذکورہ
محصورین ہتھیار نہ ڈالیں تو حملہ ہی کرنا پڑے گا لیکن احتیاط لازم ہے۔ کہ کالا پنڈت [illegible]

[illegible]

خط نمبر ۴۹

بنام [illegible] ([illegible] ۱۹۴۰ [illegible])

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ——————— [illegible]

[illegible] قبول کر لیں [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

خط نمبر ۸۷

بنام سید محمد علی (۵ ردیانی = ۱۸ جولائی ۱۷۸۵ء)

تم نے اطلاع دی ہے کہ جیش رسالہ کی پانچ کمپنیوں کو لے کر تم خندق پر بڑھے اور بہادری بھی راستہ میں مزاحم ہوا اس کو تہ تیغ کر دیا گیا۔ اس کے بعد تمہاری قشونوں کے چند آدمیوں نے فصیل پر چڑھ کر ایک برج پر قبضہ بھی کر لیا لیکن بعد میں دشمن بندوقیں اور دستی گولے کر بہت زیادہ تعداد میں آگئے جس سے مجبوراً برج چھوڑ کر تم کو پیچھے ہٹنا پڑا لیکن ابھی راستہ پر تمہارا ہی قبضہ ہے۔

تمہاری جوانمردی قابلِ تحسین ہے لیکن تمہارا کام وہی ہے جس کا حکم تمہارے سپہ سالار سے تم کو ملے۔ تم کو صرف اپنی مرضی اور اختیار سے کوئی کام نہ کرنا چاہیئے امید ہے کہ آئندہ تمام افسروں کی رائے کے بغیر کوئی اس طرح کا کام نہ کیا جائیگا۔

خط نمبر ۸۸

بنام برہان الدین (۶ ردیانی = ۱۹ جولائی ۱۷۸۵ء)

تم نے لکھا ہے کہ تمہارے مورچے قلعہ کی نصیب تک پہنچ چکے ہیں۔ اور دو تین دن میں یلغار کر دی جائے گی۔ تم نے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ دلیر دل خان نے جانوروں کا چارہ حاصل کرنے کے لئے جانے کی اجازت مانگی ہے۔ تم کو سرفشت آدمیوں کی سخت ضرورت ہے۔ اس لئے تم ہمارے حکم سے خانِ موصوف کو آگاہ

کرتے ہوئے، انہیں کام ختم ہونے تک روک لو۔ اس کے بعد وہ جاسکتے ہیں۔"

خط نمبر ۸۹

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں۔ پونا۔ (۱۸ ردیانی = ۲۱ جولائی ۱۷۸۵ء)

آپ نے لکھا ہے کہ "ہری پنڈت (مرہٹہ سپہ سالار) نے اوڈراسنا کے ذریعہ آپ کو اطلاع دی ہے کہ آپ کے ماتحت جو بار کے سپاہی ہیں، انہیں منزل بہ منزل واپس بھیج دیا جائے کیونکہ ان کا پونا میں رہنا منظور نہیں ہے"

ہم نے اس سے پہلے بھی لکھا تھا کہ ان لوگوں کے معاندانہ رویہ کو دیکھتے ہوئے آپ کا اور نور محمد خاں کا وہاں رہنا ٹھیک نہیں ہے۔ اس لئے اب آپ اور وہ واپس آجائیں آپ کو کسی دوسرے حکم نامہ کا انتظار نہ کرنا چاہئے۔ اس معاملہ میں اور کوئی خط نہیں لکھا جائیگا۔"

نوٹ

بار۔ یہ باقاعدہ فوج کے سپاہی تھے۔ یہ نام میسور میں پہلے سے چلا آتا تھا

خط نمبر ۹۰

بنام برہان الدین (۱۹ ردیانی - ۲۲ جولائی ۱۷۸۵ء)

اطلاع ملی ہے کہ مصورین نرگند اطاعت کے لئے تیار ہیں۔ اور خط و کتابت جاری ہے۔ اگر وہ ہماری شرائط پر اطاعت کرلیں۔ تو تم اور قمر الدین مل کر قلعہ پر قبضہ

[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

۱۹۴۷

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

تبصرہ

[illegible]

[illegible]

خط نمبر ۹۴

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں، پونا (۴۳) اردو یادی ۲۰ جولائی ۱۷۸۵ء

آپ نے اطلاع دی ہے کہ حاکمانِ پونا آپ کے ماتحت دستہ کے واپس بھیج دینے پر اصرار کر رہے ہیں۔ آپ راؤ اور نانا کے پاس جا کر کہیں کہ ہمیں اب نانا فڑنویس یا دوسرے وزیروں سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ ہماری راہداری کے پروانے حاصل کر کے دے دیجئے۔ ہم واپس چلے جائیں گے۔" حاکمانِ پونا چاہے خوش ہوں یا ناخوش، آپ پروانے حاصل کر کے مع متوسلین یہاں واپس آ جائیں۔ کشن راؤ نارائن راؤ اور راؤ راستا کے نام دو خطوط ملفوف ہیں۔ آپ اپنے ہمراہ سید زین العابدین خاں کو بھی ساتھ لیتے آئیں۔

آپ نے لکھا ہے کہ خرچ کے لئے روپیہ بھیجا جائے۔ جب آپ آنے ہی والے ہیں، تو روپیہ کی ضرورت کیا ہے۔ کمپابینٹ کے حاکم کا نام، ان کا درجہ اور القاب معلوم کریں۔ ہمارا ارادہ ہے کہ انہیں ایک خط لکھا جائے۔

اطمینان رکھیں کہ ہم بھی جنگ کے لئے تیار ہیں۔ خوف کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ آپ کو سفر شروع کر دینا چاہئے۔ اور اپنے ساتھ پیر محمد منشی اور دوسروں کو بھی لیتے آئیں۔

خط نمبر ۹۵

بنام میر معین الدین (۱۹) اردو یادی یکم اگست ۱۷۸۵ء

تمہارا ہندی زبان میں لکھا ہوا خط ملا۔ معلوم ہوا کہ بدل نایک تمہارے پاس

کرنے والا ہے جب تک مذکور آئے تو تم اس کو اس کے جرائم کی فہرست سنا دو، یہاں سے رخصت کرو کہ وہ اپنے اہل و عیال کو بھی بلا لے۔ اور کوئی حکمت عملی رکھے ان سب کو گرفتار کر لو۔ اور اس امر کی حضور میں اطلاع دو۔

خط نمبر ۱۵۹

نام راجہ رام چندر، دیوان بنگلور — (۲۰ ربانی = ۲۰ اگست ۱۷۸۵ء)

تم نے لکھا ہے کہ شہر کی دکانوں کو پچھو سو کوٹھیوں میں بدلنا بالکل کم ہو گئی ہے تو بھی ابتداء تجربہ ہے۔ صرافوں کا مقرر کرنا بالذات ابتدا ہی پر منحصر نہ ہونا چاہئے۔ تم صرافوں اور دیگر سبھوں کو مقرر کرو۔ باقی امدادی بنک گھروں کا تجویز بھی ہمارے نزدیک ضرور ہے۔

تبصرہ

ٹیپو کی کتاب کے صفحہ ۹۰ پر لکھا ہے کہ یہ تجارتی کوٹھیاں اور امدادی بنک گھر ٹیپو کی سلطنت میں کھول دئے گئے تھے۔

خط نمبر ۱۶۵

نام سید قمر الدین — (۲۵ ربانی = ۲۵ اگست ۱۷۸۵ء)

تم نے اطلاع دی ہے کہ ... کی حفاظت پر ... رہتے ہیں۔ صرف وہ تین سو ہیں جو بیان کئے گئے ہیں، چاہیئے کہ وہاں اگر غیر ملکی بہت سی کمی ہو جائے تو فوج کو کچھ آرام ملے گا کیونکہ یہ دست بدست ایک اور اہم معاملہ ہے۔

تم نے یہ نہیں لکھا ہے کہ آیا تم اور میر [illegible] بابت [illegible] ہم خیال ہیں [illegible]
ہوتے ہیں [illegible] سے تم دونوں کا اتفاق ہم پر ظاہر کیا ہے۔ تم دونوں کو [illegible]
رکھنا چاہتے ہو جیسے [illegible] تم اور برہان الدین [illegible] بالکل اتفاق رکھتے [illegible]
کو خوش رکھنا [illegible] تم دونوں [illegible] کی ضرورت [illegible] ہے۔ اور [illegible]
اسی سے اپنی [illegible] پرورش کیا ہے۔ امید ہے کہ تم دونوں ایک جان دو قالب
بن کر رہو گے [illegible] ہے۔

تحریر نمبر ۹۸

بنام میر قمر الدین — ۲۴ ربیع الثانی [illegible] مطابق [illegible] اگست [illegible]

تمہارے خطوط [illegible] سے [illegible] کی تاریخ [illegible]
[illegible] ہو گئے ہیں [illegible] تم [illegible]
مزید اطلاع دو گے

[illegible] ہمارے [illegible] مدد [illegible]
[illegible] کو [illegible] کر دیا جائے [illegible]
اور [illegible] کے [illegible]
[illegible] رکھ کر اطلاع دی ہے۔

تحریر نمبر ۹۹

بنام میر قمر الدین — ۲۶ ربیع الثانی [illegible] مطابق [illegible] اگست [illegible]

تمہارے اطلاع [illegible] کی آج [illegible] (۲۴ اگست) [illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]

بنا بر جو آپ سے ہے۔ اس رقم سے چار لاکھ روپیہ وضع کیے جاتے ہیں۔ امید ہے کہ باقی سات لاکھ روپیہ کی ادائیگی جلد ہو جائیگی۔ اور یہ امر ہماری دوستی کو اور مستحکم کرائے گا۔ باقی حالات خواجہ مذکور الصدر کی زبانی معلوم ہونگے اپنی خیریت سے ہمیشہ آگاہ کرتے رہیں۔ اس سے خوشی حاصل ہوتی ہے۔ خدائے تعالیٰ آپ کو خوش و خرم رکھے۔

تبصرہ

رنج مست خاں حاکم کرنول، حیدر آباد کے ماتحت تھا۔ نواب حیدر علی نے اس پر چڑھائی کر کے خراج دینے پر مجبور کیا تھا۔ اس ریاست کی تاریخ اسی کتاب میں ضمیموں میں دیکھیں

خط نمبر ۱۰۱

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں۔ پونا (۱۳ ہاشمی = ۲۰ اگست ۱۷۸۵ء)

آپ کا خط ملا۔ آپ زیادہ سے زیادہ بیس دن یا ایک مہینہ وہاں ٹھہریں اس مدت کے بعد آپ کسی نہ کسی طرح حضوری میں آنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ وہاں پر اور زیادہ ٹھہرنا آپ کے رتبہ کی توہین کا باعث ہے۔

خط نمبر ۱۰۲

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں۔ پونا (۱۴ ہاشمی = ۲۱ اگست ۱۷۸۵ء)

مرہٹوں کا سلوک دیکھتے ہوئے آپ کا وہاں ٹھہرنا بے عزتی کا باعث ہے

اس لئے آپ فوراً واپس آجائیں۔

تبصرہ

معلوم ہوتا ہے کہ ۱۴ اگست کا خط بھیجنے کے بعد سلطان کو خیال سا خطرہ آیا ہوگا اس لئے سلطان نے سابقہ حکم منسوخ کرتے ہوئے شیخ ولی کو فوراً آجانے کے لئے لکھا ہے

خط نمبر ۱۰۲

بنام میر قمر الدین (۹) ہاشمی ۲۰ اگست ۱۷۸۵ء

حکم دیا جاتا ہے کہ شیخ انصر کی قشون کو برہان الدین کے ماتحت دے کر تم اپنی فوج کے ساتھ فوری میں واپس آجاؤ۔

خط نمبر ۱۰۳

بنام راجہ رامچندر۔ دیوان بنگلور (۱۱) ہاشمی ۲۲ اگست ۱۷۸۵ء

تم نے اطلاع دی ہے کہ قلعہ دار کشن گیری (Kishangiri) شیخ عبدالغفور خاں نے عامل بارہ محل (Baramahal) وینکٹ راؤ سے پانچ سو بیل کرایہ پر لے کر مع پانچ سو مزدوروں کے روانہ کئے جائیں۔ تم نے اس معاملہ میں وینکٹ راؤ کی عرضی بھی ملاحظہ کی ہے۔ ماسوائے سخت ضرورت کے بیل کرایہ پر نہ لئے جائیں۔ سرکاری بیل معمولی کاموں کے لئے کافی ہیں۔

مراسلہ نمبر [illegible]

بنام [illegible] (۲۲ [illegible] اگست [illegible])

[illegible]

مراسلہ نمبر [illegible]

بنام [illegible] (۲۰ [illegible] ستمبر [illegible])

آپ نے [illegible] آپ نے اطلاع دی تھی کہ آپ [illegible] کا انتظام [illegible] آپ کی خدمت میں [illegible] امید ہے کہ [illegible] آپ [illegible] ہوں گی۔

ہمارا [illegible] فرانس [illegible] شان و شوکت [illegible] مناسب [illegible] معاملات [illegible] تجربہ رکھتے ہیں لہٰذا [illegible] خوشی [illegible]

[illegible] لوگوں کے [illegible]
[illegible] فیصلہ کر لیا [illegible]
[illegible]
[illegible] اور انگریزوں [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] پھول [illegible]
[illegible] وہاں کی [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]

اس [illegible]
[illegible] جو انگریزوں [illegible]
[illegible]

اس کے علاوہ سلطان نے نہ صرف اس خط میں بلکہ اپنے متعدد خطوط میں مرہٹوں پر سلطنت خداداد کی "مہربانیوں" کا ذکر کیا ہے۔ اس کو بہترین طور پر سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ان مہربانیوں کی وضاحت کر دی جائے کیونکہ اس وضاحت سے نہ صرف انگریزوں اور مرہٹوں کی جنگ کے بلکہ میسور کی دوسری جنگ کے علل و اسباب بھی سمجھ میں آجائیں گے۔ اگرچہ ہم مکاتیب سلطانی اور سلطان کے حالات کو چھوڑ کر اس نقطہ کی وضاحت کے لئے ہمیں اس زمانے کی تاریخ سے بہت پیچھے کے واقعات لینے پڑیں گے لیکن بغیر اس کے چارہ بھی نہیں ہے

سنہ ۱۷۷۲ء میں مرہٹوں کا چوتھا پیشوا مادھو راؤ فوت ہو گیا اور اس کا جانشین نارائن راؤ اس کا چھوٹا بھائی ہوا۔ اس کی کم عمری کا لحاظ کرتے ہوئے رگھوناتھ راؤ (رگھوبا) کو سرپرست مقرر کیا گیا لیکن مسند نشینی سے چھ ماہ بعد ہی نارائن راؤ پراسرار طور پر قتل ہو گیا۔ تو اس وقت مرہٹوں کی ایک جماعت نے جس کا لیڈر نانا فرنویس تھا اس قتل کا الزام رگھوبا پر عائد کیا اور نارائن راؤ کے اس لڑکے کو مسند نشین کرایا جو نارائن راؤ کے قتل کے بعد پیدا ہوا تھا۔ رگھوبا خود پیشوا بننا چاہتا تھا۔ مگر اس کی پونا میں کچھ چلتی نہ تھی اس لئے رگھوبا پونا چھوڑ کر بمبئی میں انگریزوں کی پناہ میں آگیا۔ وہاں سے طالب امداد ہوا۔ انگریزوں نے اس سے ایک معاہدہ کیا اور اسے لے کر پونا کے خلاف فوج کشی کر دی۔

(۱) تاریخ میسور از ڈی لا ٹور صفحہ [illegible]

اس جنگ میں گو شروع شروع میں مرہٹوں کو کامیابی ہوئی لیکن حالات بہت جلد بدل گئے۔ اور انہیں شکستیں اٹھانی پڑیں اور ایک موقع ایسا بھی آگیا کہ انگریزی فوج پونا کے تین میل قریب آگئی

(تاریخ ممتازی الفوی صفحہ ۱۵۰)

تو اس وقت مرہٹوں نے گھبرا کر نظام علی خاں اور نواب حیدر علی سے مدد مانگی۔ پونا کے وکیل سرنگاپٹم آئے اور اس وقت حیدر علی اور مرہٹوں میں جو بات چیت ہوئی اس کو سلطان اپنی یادداشتوں میں اس طرح لکھتا ہے:-

"اس وقت مرہٹے انگریزوں سے شکست کھا کر سخت مشکلوں میں پھنس گئے تھے۔ اور وہ اس قدر ڈرتے تھے کہ اپنے مکانوں میں آگ لگا کر تمام شہر پونا کو نذر آتش کر دینے کا ارادہ کر چکے تھے۔ اسی زمانہ میں انہوں نے اپنے چار بڑے افسروں اور معتمدوں کو میرے والد مرحوم کے پاس بھیجا اور درخواست کی کہ اپنے علاقہ میں اپنے پیشوا کو رہنے کے لئے ایک قلعہ دیں اور اس وقت انہوں نے قسمیں بھی کھائیں۔

ان معتمدوں نے جو درحقیقت ناقابل اعتماد تھے یہ بھی کہا کہ انگریزوں نے انہیں سخت شکست دی ہے۔ اور پونا سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر پہنچ گئے ہیں۔ اب صرف آپ (حیدر علی) کے [illegible] آپ ہماری مدد کریں تو ہمارا آقا [illegible] بچ [illegible] اور وہ [illegible] اگر سرکار حیدر علی بچا لے تو ان پر بڑا احسان ہوگا۔ اور

یہ احسان مادھو راؤ نارائن کے بچے کو جو پیشوا بنایا گیا تھا اپنی زیست تک کبھی نہ بھولے گا۔ اور آخر میں ان متمدوں نے یہ بھی کہا کہ اس بچے کو وہ بمنزلہ اپنے فرزند کے سمجھیں۔

ان درخواستوں کی بابت حیدر علی خاں نے کچھ توجہ نہ کی تھی کیونکہ انگریز اس وقت اس کو دھمکیاں دے رہے تھے۔ اس لئے والد مرحوم نے مرہٹوں سے جو باہمی مصالحت کے ذریعہ اس کو بھی آمادہ کر لیا تھا۔ کہ وہ ان کی سفارش والد مرحوم سے کریں۔ آخر بہ والد مرحوم نے ان کی تجاویز کو قبول کرتے ہوئے انگریزوں سے جنگ کا ارادہ کر لیا۔ مگر اس موقع پر سلطنت کے بڑے بڑے افسروں نے والد سے کہا۔ کہ اس وقت جنگ کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ اور یہ کہ جنگ نہایت طویل اور سخت ہوگی۔ یہ امر ضروری نہیں کہ ہم دوسروں کی مصیبت کو اپنے سر لے لیں۔ اور ان دونوں یعنی مرہٹوں اور نظام علی خاں کے قول و فعل کا کوئی اعتبار نہیں۔ لیکن والد مرحوم نے جواب دیا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے کہ تم دنیا والوں سے نہیں بلکہ اپنے اعمال سے جانچے جاؤ گے (حدیث شریف) اگر ان دونوں کو اپنے احسانات سے بھول جائیں اور بیوفائی کریں گے تو ان کی برائی خود انہیں ذلیل کرے گی۔ یہ کہہ کر انہوں نے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

اس عہد نامہ کی رو سے جو اس وقت پیشوا کی سرکار حیدری اور ان دو جماعتوں کے درمیان ہوا یہ طے پایا کہ بغیر تینوں طاقتوں کے مشورہ اور

علم کے کوئی سا ایک فریق انگریزوں سے صلح نہ کر سکے گا"۔

(ماخوذ از کتاب مکرجی پیٹرک)

ادھر تو یہ عہد نامہ ہو رہا تھا۔ اور دوسری طرف اتفاق سے انگریزی فوج کو مرہٹوں کے ہاتھوں سخت شکست ہو گئی۔ اور انگریزی فوج جو پونا کے قریب پہنچ چکی تھی۔ نہایت ابتر حالت میں پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوئی۔ یہاں تک کہ وادگام میں مرہٹوں نے اس کو گھیر لیا۔ اس حالت میں انگریزی سپہ سالار نے مرہٹوں سے صلح کر لی۔ اور اس صلح نامہ میں :-

(۱) انگریزوں نے اس نوزائیدہ بچے (سوائی مادھو راؤ) کو پیشوا تسلیم کر لیا

(۲) رگھوبا کو مرہٹوں کے حوالے کر دیا گیا۔

اس کے عوض

(۳) مرہٹوں نے وعدہ کیا کہ وہ حیدر علی کے علاقہ میسور پر حملہ کرنے میں جلد اترنے والے ہیں۔"

(تاریخ میسور از کرنل ولکس جلد ۲ صفحہ ۲۴۴)

مرہٹوں نے اس صلح کی خبر حیدر علی کو ظاہر کر دی۔

لیکن اس صلح نامہ پر دستخط ہوئے چند دن گزرنے پائے تھے کہ رگھوبا قید سے نکل کر پھر انگریزوں کے پاس آگیا۔ اور انگریزوں نے اس کو پناہ دینے کا وعدہ کیا۔ اس وقت بمبئی کی حکومت نے وارن ہیسٹنگز کے صلح نامہ کو بالائے طاق رکھ کر پھر مرہٹوں سے جنگ شروع کر دی۔ اور وجہ یہ

بتائی کہ انگریزی کمانڈر نے بغیر حکومت کی مرضی کے یہ صلحنامہ کیا تھا جس کو حکومت تسلیم نہیں کر سکتی۔

نواب حیدر علی نے جو وار گام کے واقعات سے بے خبر تھے مرہٹوں کی اعانت میں انگریزوں پر کرناٹک میں چڑھائی کر دی۔ تمام انگریزی مورخوں نے سوائے ڈی لافوسی کے نہایت چالاکی سے میسور کی دوسری جنگ کے علل و اسباب میں یہ اہم سبب کہ یہ جنگ مرہٹوں کی تائید میں تھی بالکل نظرانداز کر دیا ہے۔ ڈی لافوسی اپنی تاریخ کے صفحہ ۱۸۰ پر لکھتا ہے:۔

میسور کی پہلی جنگ کے بعد صلحنامہ مدراس (۱۷۶۹ء) کی رو سے انگریز پابند تھے کہ بہ وقت ضرورت حیدر علی کو مدد دیں لیکن جب آزمائش کا وقت آیا۔ تو انگریز اپنے عہد کے پورے نہیں نکلے۔ مدراس کی حکومت نے اپنی نالائقی سے حیدر علی اور نظام کو اس قدر برافروختہ کر دیا کہ یہ اپنے اختلافات بھول کر مرہٹوں سے مل گئے۔

(صفحہ ۱۸۸)

مرہٹوں نے یہ حملہ ۱۷۷۰ء میں یعنی صلحنامہ مدراس کے فوراً ہی بعد کیا تھا۔ اور یہ حملہ اس قدر مہیب تھا کہ ہر ایک کو یہ امید ہو چلی تھی کہ

ملحنامہ مدراس میسور کی پہلی جنگ کے بعد ۱۷۶۹ء میں ہوا تھا۔ مرہٹوں نے ۱۷۷۰ء میں مادھو راؤ پیشوا اور ترنبک راؤ سپہ سالار کی ماتحتی میں میسور پر حملہ کیا۔ یہ جنگ ۱۷۷۲ء تک رہی۔

سلطنت حیدری پہنچنے والی تھیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ انگریزوں نے بھی اسی اُمید پر مدد نہیں دی تھی لیکن دو سال کی سخت کشمکش کے بعد دشمنوں کی اُمیدوں کے خلاف سلطنت حیدری پھر نیپ گئی۔ اور اس وقت سے نواب حیدر علی کو انگریزوں سے سخت نفرت ہو گئی۔ اور جب ۱۷۷۹ء میں مرہٹوں اور انگریزوں میں جنگ چھڑ گئی۔ تو مرہٹوں کی تائید میں حیدر علی نے انگریزوں پر چڑھائی کر دی۔ اور اس وقت اس کے ساتھ دوسرے اسباب بھی پیدا ہو گئے تھے۔ جنہیں انگریزی مؤرخین نے اس طرح دیا ہے :-

اتفاق سے ۱۷۷۸ء میں فرانس و انگلستان میں جنگ چھڑ گئی۔ تو ان دونوں قوموں نے ہندوستان میں بھی آپس میں جنگ شروع کر دی۔ اس سلسلہ میں انگریزوں نے ماہی بندر پر جو حیدر علی کے علاقہ میں ساحل مالابار پر واقع تھا۔ مگر فرانسیسیوں کے قبضہ میں تھا۔ حاصل کرنا چاہا اور اس کے لئے انہوں نے بغیر حیدر علی کا حکم حاصل کئے ان کے علاقہ سے اپنی فوجوں کو ماہی پر چڑھا دیا۔ اس وقت حیدر علی اور فرانسیسیوں میں کامل اتحاد تھا۔ حیدر علی نے انگریزوں کی اس کارروائی سے ان کے خلاف اعلان جنگ کر دیا

(تاریخ ہند از سنکلیئر ۱۸۸)

مرہٹے جب بار بار اس کے ملک پر حملہ آور ہوتے۔ تو اس نے متعدد مرتبہ انگریزوں سے مدد مانگی۔ لیکن انہوں نے نہیں دی ہے

نہایت شدت سے انگریزوں کے قول و فعل میں یکسانیت نہیں دیکھی۔ تو وہ فرانسیسیوں کی حمایت کرکے ان کی دوستی کا متلاشی ہوا

(رسالہ انگلش ملٹری بیوگرافی)

تاریخ ہند میں اس جنگ کا نام میسور کی دوسری جنگ ۱۱۹۴ھ تا ۱۱۹۸ھ ہے جس میں حیدر علی اور ٹیپو سلطان نے انگریزوں کو سخت شکستیں دیں۔ انگریزوں نے گھبرا کر حیدر علی کے پاس اپنا سفیر صلح کے لئے بھیجا اور جب وہ حاضر ہوا۔ تو حیدر علی نے اس سے کہا۔

"مجھے گمان تھا کہ انگریزی قوم میں سچائی اور وفاداری کا جوہر ہے مگر آزمائش سے معلوم ہو گیا کہ وہ ان صفات سے عاری ہے۔"

(ہسٹری آف انڈیا)

لیکن اس کے چند دن بعد ہی حیدر علی کا ۱۱۹۶ھ میں انتقال ہو گیا ٹیپو کی طاقت کی خبر سن کر مرہٹوں نے گھبرا کر صلح کر لی۔ اور سلطان کو جو حیدر علی کا جانشین تھا۔ اور جنگ جاری رکھے ہوئے تھا۔ اکیلا چھوڑ دیا لیکن سلطان نے عہد نامہ کی پابندی کرتے ہوئے مرہٹوں کو اکیلا چھوڑنا نہ چاہا۔ اور دوسری طرف فرانسیسیوں سے بھی عہد کو نباہنا تھا۔ پھر مرہٹوں کے معاملات کے متعلق سلطان اپنی یادداشتوں میں اس طرح لکھتا ہے :-

"اس عہد نامہ کی رو سے جو اس موقع پر سرکار حیدری اور ان دو حکومتوں (نظام اور مرہٹوں) کے درمیان ہوا تھا۔ یہ طے پایا تھا کہ

بغیر تینوں طاقتوں کے مشورے اور علم کے کوئی ایک فریق انگریزوں سے
صلح نہ کر سکے گا۔ اسی کے مطابق جب انگریزوں سے [illegible]
[illegible] (Suffren) اکثر راستے میں تھا اور صلح کی خبر ملتے ہی واپس
آنے والا تھا۔ تو ہم نے اپنے ان سرداروں کو جو اس کے ساتھ ہم سفر
تھے لکھا کہ اس کے منصوبوں پر ممکن لطائف الحیل سے عمل پیدا
کریں۔ اس عرصہ میں ہم نے دس بارہ خطوط [illegible] اور دوسروں کو لکھے
اگرچہ آپ کو ایک سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے کہ ہمارے اتحادی فرانسیسی
بغیر انگریزوں سے خفیہ طور پر [illegible] صلح نامہ کر چکے ہیں لیکن پھر بھی اس
معاملہ کی اطلاع ہمیں نہیں دی گئی۔ [illegible] آپ کو [illegible]
تھی۔ انگریزوں کے عہد نامہ کے مطابق [illegible] ضروری [illegible] آپ [illegible]
اور اگر آپ کی خوشی ہو تو خطوط کے ذریعہ اپنے خیالات لکھیں تاکہ
ہم بھی [illegible] کے ساتھ آپ کے [illegible] ہیں۔ اگر
برخلاف اس کے آپ نے انگریزوں سے [illegible] صلح کر لی ہے
تو اطلاع دیں کہ ہم بھی علیحدہ صلح کر لیں۔ اس خط کا کوئی جواب
وہاں سے نہیں آیا۔ [illegible] انہوں نے ایک خط اپنے [illegible] کو
بتایا جو یہاں مقیم تھا۔ اور خود [illegible] سے [illegible]

([illegible])

سلطان نے جنگ [illegible] اور جنگ [illegible]
نے انگریزوں کو متعدد شکستیں دیں۔ ان میں سب سے بڑی

فتح اس کو منگلور میں حاصل ہوئی۔ اس دوران میں اس نے یہ کوشش کی کہ نظام اور مرہٹے پھر میدانِ جنگ میں انگریزوں کے خلاف اتریں لیکن ان دونوں نے بجائے اس کے سلطان کے اس کے خلاف ہی سازشیں کرنی شروع کر دیں۔ لیکن سلطان کو امید تھی کہ نظام و دشمن کا لحاظ کرتے ہوئے بہ ضرور میدان میں اتریں گے۔ انگریز جب طالب صلح ہوئے تو ڈھیل دینی شروع کی۔ اس واقعہ کو وہ اپنی یادداشتوں میں اس طرح لکھتا ہے:۔

"اس عرصے سے چند ماہ تک جب سے انگریزی سفیر کو بیت و لعل میں رکھا جس کے بعد ہم نے مرہٹہ وکیل کو جو ہمارے دربار میں متعین تھا ہم نے مختلف طریقوں سے انگریزی سفیر کو راستے میں روکے رکھا اور اس عرصہ میں تقریباً پندرہ خط صلح کے متعلق تمہارے آقا کو لکھے۔ اور تم نے بھی متواتر لکھا لیکن کسی ایک کا بھی جواب نہیں ملا۔ اب جبکہ انگریزی سفیر قریب ہے تو اس کے متعلق آپ کا کیا مشورہ ہے؟"
اس پر اس نے تحریری جواب دیا کہ "ہمارا آقا بچہ ہے۔ اور اس کے وزراء دغاباز ہیں جن کے قول و فعل پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا آپ انگریزوں سے صلح کر لیں۔ اور مجھے واپس جانے کی اجازت دیں۔ تاکہ میں وہاں نابکاروں کے پاس جا کر زبانی حضور والا کی خوب خبر لوں۔ اور وہاں سے کسی لشکر کو لے آؤں۔ جو آئندہ ایسی شرمناک حرکات ہونے

لہ اس کا مفصل حال اسی کتاب میں ضمیمہ میں خود سلطان کی تحریر سے دیا گیا ہے۔

نہ دے گا" اس کے جانے کے بعد بھی ہم نے انگریزوں سے صلح کرنے میں اور دو ماہ ڈھیل دی جس کے دوران میں ہم نے پونا کو ایک اور خط لکھا لیکن اس کا بھی کچھ جواب نہیں ملا۔"

(از کتاب کرک پیٹرک)

ان حالات کو دیکھ کر جب انگریز متواتر طالب صلح ہوئے تو سلطان نے منگلور میں ان سے صلح کر لی (۱۷۸۴ء) کیونکہ:۔

(۱) اس کے حلیف مرہٹے اس سے دو سال پہلے ہی انگریزوں سے خفیہ معاہدہ کر کے علیحدہ ہو چکے تھے بلکہ اب خود اس کے خلاف وہ اور نظام علی خان سازشیں کر رہے تھے۔[۵]

(۲) فرانسیسیوں نے بھی انگریزوں سے یکا یک علیحدہ صلح کر لی تھی اور میدان جنگ میں ان کو دھوکہ دے کر چلے گئے تھے۔[۱]

(۳) پایہ تخت کے اندر خود اس کے خلاف سازش ہوئی تھی اور سلطان کو جنگ میں مصروف دیکھ کر کورگ وغیرہ میں بغاوتیں بھی ہو رہی تھیں۔

ان حالات میں سلطان نے یہی مناسب سمجھا کہ انگریزوں سے صلح کر لے اور وہ ہی ہوتی رہی سلطان کی پیش کردہ شرائط پر۔ اس کے متعلق مورخ منکلیوتی تاریخ ہند کے صفحہ ۱۸۷ پر لکھتا ہے کہ:۔

---

[۵] معاہدہ ایت گیرا اسی کتاب میں دوسری جگہ اس کا مفصل ذکر ہے۔
[۱] ضمیمہ نمبر ۱ دیکھیں۔

"انگریزوں نے جب صلح کی درخواست کی، تو سلطان کا پیمانۂ غرور لبریز ہو گیا۔ اس کی ہمیشہ مانگی مراد بر آئی کیونکہ اس کا دشمن اس کے آگے سر جھکائے ہوئے تھا اسے صلح کرنی پڑی۔"

کرک پیٹرک سلطان کی یادداشت پر جو تبصرہ کی گئی ہے

"اس وقت جب منگلور کا صلح نامہ ہونے والا تھا نظام اور مرہٹے اس وقت بھی خاموش رہے بلکہ اس کے بعد بھی وہ ہمیشہ اس کو رضامند کرنے کی ادنیٰ کوشش نہیں کی۔ یہ بہت مشکل ہے کہ ہم ان دونوں حکومتوں کو اپنے حلیف ہونے سے اس خود غرضی کی ذمہ داری سے بری کر سکیں۔"

باوجود یہ کہ اس حقیقت سے واقف ہونے کے بھی کرک پیٹرک نے اس مختصر نوٹ پر اکتفا کیا ہے۔ لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ مرہٹے اور نظام نے نہ صرف بدعہدی کی، بلکہ علانیہ منگلور کے عہدنامہ کے بعد ہی ایسٹ انڈیا کمپنی سے معاہدہ کر کے اس پر عمل آور بھی ہوئے اور اسی جنگ کا حال یہاں لکھا جاتا ہے۔

یہ تمام منگلور پر مورخ سنگلیر کی جو رائے دی گئی ہے اس سے اندازہ ہوگا کہ انگریزوں کو کس قدر ہیبت سلطان کی تھی۔ اندازہ کیا جائے کہ اس وقت ہندوستان میں کس قدر بد حالی تھی کہ نظام اور مرہٹے اگر اس وقت سلطان کے ساتھ مل جاتے تو ہندوستان کی تاریخ کچھ اور ہی ہوتی ہو سکتی ہیں۔ ... جب انگریز ہندوستان میں آئے تو وہاں ایک

سراسیمگی پھیل گئی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی ساکھ گر گئی۔ انگریزی مائیں اپنے بچوں کو ٹیپو کے نام سے ڈرانے لگیں۔ پٹ جو وزیر اعظم تھا۔ اس نے اپنی شکستوں کا انتقام لینے کے لئے کارنوالس کو گورنر جنرل بنا کر بھیجا۔[1]

یہاں یہ بھی لکھنا ضروری ہے کہ نانا فرنویس (مرہٹہ وزیر اعظم) جس کے تدبر و سیاست کی، انگریز مورخ تعریف کرتے ہیں کس قدر حب الوطنی اور سیاست سے دور تھا میں سمجھتا ہوں کہ اس کی کوشش صرف اس لئے ہو رہی ہے کہ سلطان کی طاقت گھٹے اس نے ہمیشہ انگریزوں کا ساتھ دیا تھا۔

خط نمبر ١٠٠

بنام میر قمر الدین (از کمپ پٹن ٢٣ ہاشمی ۱۲۰۰ ۔ ۴ ستمبر ۱۷۸۵ء)

اطلاع ملی ہے کہ تم نے شیخ نصر کی نشوون کو برہان الدین کے پاس بھیج دیا ہے اس امر سے اہل دولت کو خوشی ہوئی۔ تم نے لکھا ہے کہ فوج کی تنخواہ کے لئے روپیہ بھیج دیا جائے۔ فی الوقت تمام کیمپ عارضی طور پر بنگلور میں ہے یہاں سے اس قدر روپیہ بھیجنا مشکل ہے۔ اس لئے ہم نے سرنگاپٹم کے خزانے کو حکم بھیج دیا ہے کہ مطلوبہ رقم تم کو فوراً بھیج دی جائے۔ انا ندی کے زمیندار کے نام پروانہ ملفوف

---

[1] امپائر ان ایشیا از میچ بائنس ایم پی۔

ہے۔ اس میں لکھا گیا ہے کہ ٹوکرے اور ملاح فراہم کرتے ہوئے، دریائے تنگ بھدرا کے پار کرنے میں تمہاری مدد کرے۔" دوسرا پروانہ ہریال کے عامل کے نام اسی مضمون کا ہے کہ تم فوراً روانہ ہو کر ہم سے آ کر ملنے کی کوشش کرو۔ دیر نہ ہو۔

تبصرہ

اناگندی ایک چھوٹی سی زمینداری ہے۔ اس وقت حیدر آباد کے علاقہ میں ہے۔ یہ زمینداری، جنوبی ہندوستان کی اس عظیم الشان ہندو سلطنت کی یادگار ہے، جس کو "وجیانگر" کہا جاتا تھا۔ اس سلطنت کے حالات میری کتاب "تاریخ جنوبی ہند" میں دیکھے جائیں۔

اس خط سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگلے خطوں میں جس اہم مقصد کا ذکر کیا گیا ہے، اس کے لئے سلطان سرنگاپٹم سے روانہ ہو چکا ہے۔

خط نمبر ۱۰۸

بنام میر قمر الدین (۲۶ ہاشمی ۵ستمبر ۱۷۸۵ء)

تم نے اطلاع دی ہے۔ کہ تمہاری فوج کا کچھ حصہ دریائے تنگ بھدرا پار کر چکا ہے اور ہر روز کچھ نہ کچھ حصہ پار کر لیا جاتا ہے۔ یہ بھی اطلاع ہے۔ کہ کنک گیری کے زمیندار کا وکیل اور ہرکارہ مع ایک مہاجن کے تمہارے پاس آئے تھے۔ اور انہوں نے ہماری انصاف پسندی کی داد دیتے ہوئے واجب الادا رقم کا دینا منظور کر لیا ہے۔ نیز یہ کہ ایک رسالہ سائر (Sehan) کو آپ نے ایری نایک پالیگار کی سرکوبی کے لئے ان لوگوں کے ہمراہ بھیج دیا ہے۔

آن نور شیم کے ماتحت جو فوج ہے اس کے لئے تنخواہ بھیج دی گئی تھی۔ جو ہمارے واٹھ پہنچ گئی ہے۔ ایک حفاظتی دستہ بھیج کر منگوالی جائے۔

خط نمبر ۱۰۹

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں۔ پونا (۲۸ ہاشمی ۱۲۱۳ ہ ستمبر ۱۷۸۵ء)

آپ کے تینوں خطوط ملے۔ معلوم ہوا۔ کہ پونا کے حکام آپ کو واپسی کی اجازت دینے کے لئے لیت و لعل کر رہے ہیں۔ جب تک وہ ٹھہرائے رکھیں آپ وہیں رہئیے۔ روانگی میں عجلت نہ کی جائے۔ جب وہ اجازت دیں۔ تو فوراً چل پڑیں۔

تبصرہ

کرک پیٹرک اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ دراصل سلطان کا ارادہ ہی یہ تھا کہ اس کے سفیر پونا میں رہ کر خفیہ اطلاعات حاصل کرتے رہیں۔ لیکن اس خط سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سلطان چاہتا تھا کہ اس کے اور مرہٹوں کے درمیان جنگ نہ ہو۔ آئندہ خطوط سے اس کا ثبوت ملے گا۔

خط نمبر ۱۱۰

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں۔ پونا (۲۸ ہاشمی ۱۲۱۳ ہ ستمبر ۱۷۸۵ء)

اقتضائے وقت کے لحاظ سے ہم جو کچھ لکھنا چاہتے تھے۔ وہ تفصیلاً ہندی زبان میں آپ کو لکھ دیا گیا ہے۔ اب آپ کو ایک معتبر منشی سے اس خط کو پڑھوا کر مفہوم

سمجھ لینا چاہئے۔

تبصرہ

(کرک پیٹرک کو تعجب ہے کہ سلطان نے خلافِ معمول بجائے فارسی کے ہندی زبان میں کیوں یہ خط لکھا)

خط نمبر ۱۱۱

بنام میر قمر الدین (۲ طلوعی - ۱۱ ستمبر ۱۷۸۵ء)

تم نے لکھا ہے کہ تنخواہ کے نہ ملنے سے فوج میں بے چینی ہے۔ تمہاری اس تحریر سے پیشتر ہی روپیہ بھیج دیا گیا تھا جو غالباً وہاں پہنچ بھی گیا۔ تم اس کو ایک محافظ دستہ بھیج کر منگوا لو۔ ہم نے بہ نظرِ احتیاط بیس ہزار طلائی پگوڈے اور زیادہ بھیج دیئے ہیں۔ اس رقم کے وصول ہونے پر تنخواہ دے دی جائے۔

خط نمبر ۱۱۲

بنام میر محمد صادق (۳ واسعی - ۱۱ ستمبر ۱۷۸۵ء)

خبر ملی ہے کہ اوبلاٹ آیا (Oblatoya) جو توشہ خانہ کا متصدی ہے زیر بستر مرگ ہے۔ اور اس کا نسبتی برادر مصدی بن رہا ہے۔ حکم دیا جاتا ہے کہ تم اس کے نسبتی برادر اور اس کے گماشتوں پہ پہرہ بٹھا دو۔ اس کی زندگی اور املاک کے متعلق پوری تحقیقات کرتے ہوئے غبن شدہ رقم کو حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس معاملہ میں نہایت احتیاط اور ہوشیاری کی ضرورت ہے۔

گھمن کو بھی جو توشہ خانہ کا ایک اور متصدی ہے۔ حسن اور اسٹ اپلے کے حالات کی پوری واقفیت حاصل ہے۔ اس سے بھی دریافتِ حال کیا جاتا ہے۔ اور اس طرح جہاں سے بھی ہو حاصل کیا جائے۔ تم نے اور دوسرے لوگوں نے کہا تھا کہ اس آدمی نے بیاسی لاکھ ہلالی پگوڈے جمع کر لیے ہیں۔ اس رقم کی تلاش کی جائے۔

تبصرہ:

کرک پاٹرک اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ سلطان نے اس غبن شدہ رقم کی ذمہ داری میر محمد صادق پر ڈالی تھی کیونکہ توشہ خانہ کے متصدی نے سرکاری مال کو غبن کیا تھا۔ اور یہ مقدمہ چل رہا تھا۔ تحقیق پوری نہ ہوئی تھی کہ سلطان پایۂ تخت چھوڑ کر بنگلور چلا گیا۔

میر محمد صادق سلطان کا وزیر اور مشہور غدار ہے۔ علامہ اقبال نے اس کے متعلق لکھا ہے۔

جعفر از بنگال و صادق از دکن
ننگِ ملت ننگِ دیں ننگِ وطن

مزید تفصیل کتاب کے آخر میں دیکھی جائے۔

خط نمبر ۳۱۱

بنام متصدی داروغۂ [illegible] (۳ والحجہ = ۱۲ ستمبر ۱۷۸۵ء)

اطلاع ملی ہے کہ ہماری کچہری کے متصدی کشن راؤ کو دیوانے کتے نے کاٹا ہے ہماری خواہش ہے کہ اس کو حکیم محمد بیگ کے زیرِ علاج رکھا جائے۔ اور حکیم صاحب

سے کہا جاتا ہے کہ اس کا علاج تن دہی سے کریں۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ زخم کو کم از کم چھ ماہ تک بند نہ کریں تاکہ زہر پوری طرح خارج ہو جائے۔

تبصرہ

اسی مضمون کا خط اسی تاریخ کو حکیم محمد بیگ کو بھی لکھا گیا۔ جو اس زمانہ میں سرنگاپٹم کے مشہور حکیم اور شاہی طبیب تھے۔

سیدہ سرنگاپٹم کا قلعہ دار تھا۔ سلطان کو اس پر بھروسہ تھا۔ چنانچہ جس وقت وہ تخت نشین ہوا۔ یہاں کی قلعداری اس شخص کے سپرد کی گئی چنانچہ سلطان اپنی یادداشتوں میں لکھتا ہے:

"سرنگاپٹم کی قلعہ داری میں نے سید محمد کو تفویض کی ہے کیونکہ میں ان کی جوانمردی اور وفاداری سے واقف ہوں۔ اور یہ ہماری سلطنت کے قدیم نمک خوار ہیں۔ اور یہ تعلق شروع سے چلا آتا ہے۔" (کرک پیٹرک)

لیکن یہ بھی آخری وقت میں میر صادق کے ساتھ مل گیا تھا

خط نمبر ۱۱۴

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں۔ پونا — از بنگلور۔ ۵ [illegible]

"چونکہ ہم اطلاعات ملی ہیں کہ اوداست کی طلبی پر آپ نے ملاقات کرنے سے انکار کر دیا اس لیے کہ وہاں ایک مسلمان کی داشتہ کے متعلق جھگڑا ہو گیا تھا۔ اور آپ نے اوداست کی طلبی پر کہلا بھیجا تھا کہ جب تک اس عورت کو واگذاشت کیا جائے گا آپ ان سے نہیں ملیں گے۔"

تبصرہ

زین العابدین شوشتری سلطان کا سفیر تھا اور اس نے
سلطان کی ہدایت پر ایک کتاب فتح المجاہدین وغیرہ بھی لکھی تھیں اور
ترتیب دی تھیں یہ شخص جیسا کہ ... اس کو ... قلم کا ...
تھا لیکن علوم کا ماہر نہیں ... جیسا کہ آئندہ فصول سے معلوم ہوگا۔

سلطان نے اس کو ایک جگہ لکھا ہے کہ اس کا عقائد کے
مطابق ... بادشاہ ... یہ اعلان سلطان
نے ... شادی کی تھی ... والوں نے بغاوت
کی تھی ... بغاوت کی ... نے کی تھی

اعلان

... میں یہ رواج پایا جاتا ہے کہ خاندان میں
صرف بڑا بھائی شادی کرتا ہے اور باقی چھوٹے بھائی ... وہ اس ایک عورت
... بیوی سمجھتے ہیں ... کہ ... ہیں کہ تم سب
لوگ اولاد حرام ہو ... کے خلاف
بغاوت کی ... کا ... کرنا ... مشہور
نہیں ... سے ... کے ... ہے کہ اب
یہی ... ہے کہ شخص کو ... کوئی ... دیا ...
قسم ... ملک سے ... آباد ...
... کی ... تھا ...

بدنما دھبہ کہ "تم مادرِ قبیحہ کی اولاد ہو" ہمیشہ کے لئے تمہاری ذات سے دُور ہو جائے (حیدر علی و ٹیپو سلطان از ایل بی بورنگ صفحہ ۲۱۰)

پھر بورنگ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۲۰ پر لکھتا ہے کہ:-

"جب اس اعلان کا بھی کوئی اثر نہ ہوا۔ تو اس نے کورگ پر فوج کشی کی"۔

اور جب بغاوت فرو ہو گئی۔ اور باغیوں کو مسلمان بنایا گیا۔ تو انہیں چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں تقسیم کر کے میسور کے مختلف حصوں میں آباد کیا گیا۔ ان سے غایت شفقت و مہربانی کا سلوک کیا گیا۔ ان کو دینِ اسلام سکھلانے کیلئے استاد مقرر کئے گئے۔ ان کو کھانا کپڑا دیا گیا۔ ان میں سے نوجوانوں کا انتخاب کر کے احمدی فوج میں بھرتی کیا گیا۔ اور بچوں کے لئے مدارس مقرر کئے گئے"۔ (کرک پیٹرک)

تمام مغربی مورخین نے اس مسئلہ پر کہ تمام باغیوں کو مسلمان بنایا گیا اس فعل کو ظلم و ستم سے تعبیر کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ یہ ٹیپو کے مذہبی تعصب کا نتیجہ ہے لیکن انہیں کیا معلوم کہ ٹیپو کی حکومت جو صحیح معنوں میں ایک حکومتِ الٰہیہ تھی۔ اس کے لئے اس راہِ عمل کے سوا اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ اور بہ نظرِ انصاف دیکھا جائے۔ تو کورگیوں نے پے در پے چھ بار بغاوت کی۔ اور ہر دفعہ انہیں معاف کیا گیا۔ لیکن اب اس ساتویں دفعہ پانی سر سے گذر چکا تھا۔ باغیوں نے مسلمانوں کی مساجد ویران کر دیں۔ ان کا مال لوٹا گیا۔ کھیتیاں کاٹ دی گئیں۔ ان کی عورتوں کی آبرو ریزی ہوئی۔ اور بچوں کو قتل کیا گیا۔ یہ تو مسلمانوں کے

ان خبروں سے ہم کو صد درجہ حیرت ہوئی ہے۔ یہ ایک خانگی جھگڑا تھا جو دو ہندو [illegible] ان کے درمیان ہوا تھا۔ اس قسم کے جھگڑے ہر جگہ ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں۔ آپ کو اس معاملہ میں دخل دینے کی ضرورت کیا تھی یہ معلوم نہیں ہوتا۔ کہ ہم یہ سنتے ہیں کہ آپ نے دونوں کو بدل دیا ہے۔ اور اس طرح آپ نے اپنی عزت اور جانوں کو خطرہ میں ڈال دیا ہے۔ اس عورت کے معاملہ کو اسلام سے تعلق دے دیا ہے۔ [illegible] آپ [illegible] اور وہ معاملہ میں دخل دے کر مسلمانوں کے جذبات کو بھڑکا دیا [illegible] گئے۔ اس قسم کی کارروائی کی آپ کی عقل و فراست سے امید نہیں تھی۔ [illegible] جگہ اپنی حمیت و غیرت اسلامی دکھا رہے ہیں۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ [illegible] غیرت اس وقت کہاں رہ گئی تھی جبکہ فرنگیوں نے [illegible] مسلمان کی آبرو ریزی کی تھی۔ یہ تو ایک غیر مسلم عورت کا قصہ ہے جو مسلمان [illegible] بھی آئندہ کے لئے آپ کو تاکید کی جاتی ہے کہ وہاں کے [illegible] میں ہرگز دخل نہ دیں۔

آپ کو چاہئے کہ ہمارے [illegible] کا لحاظ کرتے ہوئے [illegible] ملاقات کریں کہ یہ وقت معاملات کو سلجھانے کا ہے۔

تبصرہ

آج کے ہندو مسلمان لیڈروں کے لئے اس خط میں بہت بڑا سبق موجود ہے۔

سلطان نے غالباً اس [illegible] کرنا [illegible] افغانستان کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کیونکہ محمد غیاث و نور محمد خاں ملازمت سلطانی میں آنے سے قبل

کرناٹک میں تھے۔ اور آخری پیراگراف سے پایا جاتا ہے۔ کہ سلطان اب بھی مرہٹوں سے صلح کا خواہاں تھا)

خط نمبر ۱۱۵

بنام میر زین العابدین ارشو بستری اسپہ دار قشون (۸ واسعی ۱۲۰۷ مطابق ۷ ستمبر ۱۷۹۲ء)

معتبر اطلاعات ملی ہیں۔ کہ کورگ کے باشندوں نے ظفرآباد میں بہت زیادتیاں کی ہیں۔ لہذا ہم نے میر بخشی کچہری کے بخشی کو لکھا ہے۔ کہ تم کو تمہاری قشون کے ساتھ دو توپیں دے کر وہاں روانہ کرے۔ اور یہ بھی لکھا گیا ہے۔ کہ فوج کی تنخواہ کے لئے دو بہادری پگوڈے اور زخمیوں کے علاج کے لئے ایک ہزار روپے تم کو دیئے جائیں۔

عثمان خاں کی قشون کے ان سپاہیوں پر، جن پر اعتماد نہیں ہے۔ پہرہ بٹھانے کے بعد تم سیدھے ظفرآباد جاؤ۔ وہاں کے فوج دار زین العابدین کے لئے ایک خط ملفوف ہے تم کو چاہئے کہ مذکور السطور زین العابدین سے مل کر، مشورہ کے بعد کورگ باغیوں پر حملہ کرتے ہوئے ان کو تہ تیغ کر دو یا قیدی بناؤ، جس کے بعد سابقہ اعلان کے مطابق انہیں مسلمان بناؤ۔ مختصر یہ کہ اس معاملہ کو اس طرح سلجھایا جائے کہ ان کی جانب سے آئندہ کوئی شر اور فساد نہ ہو۔

ترنار سے سرکاری تنخواہ کی ایک نقل حاصل کر لی جائے۔ اور اس کے مطابق بہادروں کو انعامات اور زخمیوں کو الاؤنس دیا جائے۔ اگر سپاہیوں کو پیشگی کی ضرورت ہو تو وہ بھی دے دی جائے۔

آپ کی درخواست کے مطابق نجم الدولہ[1] بہادر کے نام ایک خط ملفوف ہے اس کو بھیج دیا جائے۔

تبصرہ

معلوم ہوتا ہے کہ سلطان نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے انگریزوں کی سرشت کو پہچاننے میں سخت غلطی کی تھی۔ یہ صرف سلطان ہی نے کیا، سارے ہندستان بلکہ کل ممالک مشرق نے اسی قسم کا دھوکہ کھایا

خط نمبر ۱۱

بنام مہامرزا خاں[2] (۷ واسعی ۱۲۱۳ = ۱۶ ستمبر ۱۷۸۵ء)

آں شہامت پناہ کو معلوم ہو کہ پنگ نور[3] (Punganoor) کا زمیندار باغی ہو گیا ہے۔ آپ کو اور آپ کی ماتحت فوج کو آول پلی کے قلعہ کی تسخیر پر مامور کیا جاتا ہے سپہ دار شیخ عمر پہلے سے یہاں مقیم ہیں اور بنگلور سے بھی چار ہزار فوج آپ کی مدد کے لئے روانہ ہو چکی ہے۔ اس کا کچھ حصہ تو وہاں پہنچ گیا ہے۔ اور باقی وہاں عنقریب پہنچ جائیگا۔

آول پلی (Avalpalli) پہنچنے کے بعد آپ کو زمیندار پنگ نور کے سپاہیوں کا جو جنگلوں میں اس غرض سے چھپے ہوئے ہیں کہ ہمارے علاقہ پر تاخت کریں تعاقب

---

[1] نجم الدولہ حاکم کھمبایت تھا۔

[2] مہامرزا خاں۔ یہ ایک نہایت بہادر اور جری افسر تھا۔ اور درجہ کی حیثیت سے اول درجہ کا سپہ سالار تھا۔ میسور کی تیسری جنگ میں برہان الدین کے ساتھ یہ بہادر افسر بھی شہید ہو گیا۔

[3] یہ ایک زمینداری ہے۔ جو صوبہ مدراس میں چتور ضلع میں ہے۔

کریں۔ ان سے ان جنگلات کو خالی کرانے کے بعد آگے بڑھ کر آدل پلی کے قلعہ کا محا
کریں۔ شیخ عمر کے ساتھ چار بڑی توپیں۔ دو میدانی توپیں اور دو دور مارنے والی توپیں
ہیں۔ گولہ اور توپوں کی ضرورت ہو تو بخشی احتشام، تربیت علی خاں سے منگوالیں
انہیں احکام ترسیل کیے گئے ہیں۔ ان توپوں سے قلعہ پر گولہ باری کر کے تسخیر کے بعد
ہماری فوج کا ایک دستہ وہاں متعین کر دیں۔ قلعہ میں چکر اہل زمیندار رینگ نو
کھی ایک مشہور نائک ہیں آپ کو چاہئے کہ ان کی جانوں کی احتیاط کرتے ہوئے
انہیں قید کرلیں۔

اگر یہ باغی بنگلور کے قریب راستہ سے بچ کر نکل جائیں اور اطراف کے علاقہ
مثلاً چتّور (Chittoor) اور چندرگیری (Chandragiri) وغیرہ
ہاں تو آپ کو چاہئے کہ وہاں کے تعلقداروں کو خود لکھیں کہ ان چوروں کو پناہ
نہ دی جائے بلکہ ان کو پکڑ کر ہمارے حوالے کر دیا جائے۔ یہ اطراف کا علاقہ فرنگی
ماتحت ہے۔ آپ کی اطلاع آنے پر یہاں سے مدراس کے گورنر کو لکھا جائیگا
آپ کے ساتھ چھ ہزار سیر بارود۔ بارہ ہزار سیر (کرناٹکی) سیسہ اور چار ہزار
چقماق ہیں۔ انہیں احتیاط سے صرف جنگ کے موقع پر استعمال کیا جائے۔
آپ کو اور کسی چیز کی ضرورت ہو تو بخشی مذکور سے منگوالیں۔

محی الدین علی خاں دیوان کے لیے اور راجہ چندر قلعہ دار بنگلور کو حکمنامے
روانہ کیے گئے ہیں۔ وہ آپ کے گھوڑوں کے لئے چنا بھیج دیں۔ ان کے
متصدی خود آکر یہ غلہ حسب ضرورت مہیا کرتے رہیں گے۔ اس غلہ کی رسید
اپنے دستخط و مہر سے ان کو دے دی جائے۔

ساتھ ہوا۔ دوسری طرف سرکاری خزانے لوٹے گئے۔ سرکاری حکام کو قتل کیا گیا۔ تو ان حالات میں کہ ایک دوسری حکومت ہوتی تو کیا کرتی؟

آجکل کی حکومتیں گو تبدیل مذہب پہ مجبور نہیں کرتیں (کیونکہ یہ خود مذہب سے عاری ہیں) مگر باغیوں کے مال و اسباب کو چھین کر ان کو یا تو کالے پانی بھیجا جاتا ہے یا گولی کا نشانہ بنا دیا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جنہیں باغی کہا جاتا ہے۔ وہ تو مارے جاتے ہیں لیکن ان کے ناکردہ گناہ عورتیں اور بچے سسک سسک کر مر جاتے ہیں۔ انتقام انتقام کی صورت میں بہ جاتا ہے جس میں رحم و کرم کا شائبہ بھی نہیں رہتا و گزر جانے کی ضرورت نہیں۔ اسی ہندوستان میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کا انتقام ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازموں نے جس طرح ہندوستانیوں سے لیا، وہ ہر ایک کو معلوم ہے۔ خود انگریزی مورخین جیسے میجر ٹارنس (مصنف ایمپائر ان ایشیا اینڈ ہو وی گاٹ اٹ (Empire in Asia and how we got it by Major Torrens) اور ایڈورڈ تھامپسن (مصنف دی ادر سائیڈ آف دی میڈل)

(The other side of the Medal by Edward Thompson)

نے ان واقعات پر شرم سے سر جھکاتے ہوئے اظہار نفرت کیا ہے۔ اور ابھی مالابار کے واقعات بھی ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں اور موجودہ زمانہ میں انڈونیشیا میں گوری قوم کی حکومت قائم کرنے کے لیے مہذبی آبادیوں پر بوم برسائے جا رہے ہیں اور ان کے شہروں کو آگ لگا کر

جو برتاؤ کیا جا رہا ہے۔ ان واقعات کو دیکھتے ہوئے ٹیپو نے جو سلوک کورگ اور مالابار کے باغیوں سے کیا تھا اس کا اور ان کا موازنہ کیا جائے تو معلوم ہوگا۔ کہ ٹیپو سر تا پا رحم و کرم کا مجسمہ تھا

خط نمبر ۱۱۱

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں بہ پونا (مورخہ [illegible] ستمبر [illegible])

آپ نے لکھا ہے کہ بمبئی کے گورنر مسٹر بالڈم کی جانب سے [illegible] الدین خاں پونہ لے گئے ہیں اور مذکور خان اور سید زین العابدین میں (جو ہماری سرکار کی جانب سے پونا میں وکیل تھا) گہری دوستی ہوگئی ہے۔ اور آپ نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ سید زین العابدین نے کہا ہے۔ کہ مذکور سے خفیہ اطلاعات حاصل کر کے وہ ہماری سرکار کو دیں گے۔ معلوم ہو کہ اس بارے میں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اگر صحیح اطلاعات ملیں۔ تو حضور میں پہنچ دیں۔ لیکن آپ کو خیال رکھنا چاہئے۔ کہ ہماری اور انگریزوں کی سرحدیں ملی ہوئی ہیں

اگلے عہدناموں کے مطابق ہمارے اور انگریزوں کے درمیان طے ہوا تھا کہ اگر ان کے تعلقات کسی سے بگڑ جائیں۔ تو ہم ان کے خلاف دشمنوں کی امداد نہ دیں۔ اور وہ یعنی انگریز بھی ایسا ہی کریں گے۔ لیکن تعجب ہے۔ کہ اس وقت جب ہمارے اور مرہٹوں کے تعلقات خراب ہو رہے ہیں۔ تو بمبئی کا انگریز گورنر ان سے تعلقات بڑھا رہا ہے۔ حالانکہ یہ بات ان آدمیوں کے رویہ کے سراسر خلاف ہے۔

دیکھتے ہیں کہ وہ ہمارے لوگوں سے جھگڑے کرتے ہیں اور قدم آگے بڑھاتے ہیں [illegible] ہمارے پاس آ کر اُن کی مرضی ظاہر کی ہے۔ اس سے بہتر بات کوئی نہیں ہو سکتی کہ تم اپنی فوج کے ساتھ [illegible] چلے جاؤ جہاں ہم بھی عنقریب آنے والے ہیں۔

خط نمبر ۱۲۱

بنام بدیع الزماں خاں قلعدار سکوٹہ   ۲۱ ذوالحجہ ۱۲۰۲ھ ۱۵ ستمبر ۱۷۸۸ء

معلوم ہوا کہ حکم کنڈ اچاری کوتوال کی [illegible] بہت قلعدار ایک نہایت نامعقول شخص کو کوتوال مقرر کیا ہے جس کی وجہ سے تمہارے حکم میں [illegible] گڑبڑ ہو گئی ہے۔ بہ حیثیت افسر اعلیٰ کے کوتوال کا تقرر تمہارے اختیار میں ہے۔ لہٰذا تم اس کوتوال کو علیحدہ کر کے اپنی پسند سے سابق کوتوال [illegible] ہنوز حکم کنڈ اچاری کے کوتوال کا نام بطور [illegible] دفتر میں شامل کر لو۔

اس کی اطلاع فوجدار کو بھی بھیج دی گئی ہے۔

خط نمبر ۱۲۲

بنام علی راجہ بی بی کنانور   ۲۹ ذوالحجہ ۱۲۰۲ھ ۲۳ ستمبر ۱۷۸۸ء

آں عصمت پناہ کے خط سے معلوم ہوا کہ آپ نے نظیر آباد (مرکرہ) کو رنگ [illegible]

[illegible] سے سولہ میل مشرق میں ہے۔ اگلے زمانے میں غوری قطب الدین ایبک اہم مقام تھا۔ یہاں پوری شان سے یہاں ایک عالیشان عیدگاہ تعمیر ہوا تھا۔ جو اب بھی باقی ہے۔

میر زین العابدین کو بیس ہزار روپے دئے ہیں اس خبر سے نہایت مسرت ہوئی، آپ کو باقی رقم بھی اسی طرح وقتاً فوقتاً ادا کر دینی چاہئے آپ کے یہاں تشریف لانے پر دوسرے معاملات سے آگاہی ہوگی۔

آں عفت مآب کے علاقہ کے متصل ہی تلچری واقع ہے۔ وہاں کی اگر کوئی خبریں ملیں تو اطلاع دیں۔

تبصرہ

بی بی کنانور کا خاندان مالابار کا ایک قدیم ہندو خاندان ہے۔ جو مسلمان ہوگیا۔ اس خاندان کے متعلق مختلف روایتیں ہیں۔ ایک روایت یہ ہے۔ کہ چیر دمن پرومال، مالابار کے راجہ نے جس کے متعلق مشہور ہے کہ اوائل اسلام ہی میں مسلمان ہوگیا تھا، اس خاندان کو مالابار کے ایک اور حصہ آریا پورم سے لاکر یہاں آباد کیا۔ دوسری روایت جو مقامی طور پر مشہور ہے، یہ ہے کہ یہ کنانور کا ایک مقامی نایر خاندان ہے۔ اس خاندان کا مورث اعلیٰ آرین کلنگ رانایر ہے جو بارھویں صدی عیسوی اوائل میں چرا کل کے راجہ کا وزیر تھا۔ اس نے اسلام قبول کیا۔ اور اس کے بعد بھی بدستور وزیر رہا۔ اور اپنا نام محمد یا محمد علی رکھا۔ (معلوم ہوتا ہے۔ کہ کنانور اس کی جاگیر تھی) اس کی وفات کے بعد اس کی اولاد کنانور پر حکومت کرنے لگی۔

اس خاندان نے مالابار میں اسلام کی بہت بڑی خدمت کی تھی۔ پرتگالی جب ہندوستان میں آئے اور اپنی تجارت پھیلانے لگے۔ تو انہوں

پنگ نور کا علاقہ ہمارے ماتحت ہے۔ اور واستیا (Vasta) ہماری جانب سے وہاں کا کلکٹر (عامل مالگذاری) ہے۔ آپ اپنے سپاہیوں کو سخت حکم دیں۔ کہ اس علاقہ میں لوٹ مار نہ کریں۔ اور نہ ملحقہ فرنگی علاقہ میں، اور نہ ان مقامات کی رعایا کو کوئی تکلیف دی جائے۔ آپ کو اس معاملہ میں سخت گیر رہنا چاہئے۔ اگر فرنگی علاقہ کے عامل آپ کو لکھیں۔ کہ ان کے علاقہ میں کوئی گڑبڑ نہ ہو۔ تو آپ کو اس کا مناسب جواب دینا چاہئے۔ اور ساتھ ہی یہاں بھی اطلاع دیں۔

آپ کے اور شیخ عمر کے ماتحت جو فوج ہے۔ اس کی تنخواہ علیحدہ علیحدہ بھیجی جاتی ہے آپ کو اور ان کو چاہئے کہ اپنی اپنی جیش کی تنخواہ اپنے خاص ہاتھوں سے ہر ایک سپاہی کے ہاتھ میں دیں۔ زخمیوں کے لئے جو تنخواہ وغیرہ مقرر ہے کہ اس کے متعلق مقررہ احکام کی نقل ارسال ہے اس کے مطابق ادا کی جائے۔

آپ کو کسانوں سے خفیہ اطلاعات حاصل کرنا چاہئے۔ اور آپ کے خیال میں جس شخص سے صحیح اطلاعات ملیں، اس کو انعام بھی دیں۔ واستیا سے آپ کو واقفیت اور دوستی بڑھانی چاہئے۔ ان کے ذریعہ سے پہاڑی اور جنگلی راستوں سے آپ واقف ہونگے۔

اول ہی پہنچنے سے پہلے افواج کے تعلقداروں کو معلوم کرانا چاہئے۔ کہ آپ پنگ نور کے پالیگار کی سرزنش کے لئے آ رہے ہیں۔ تاکہ وہ آپ کی نقل و حرکت سے گھبرا نہ جائیں۔

اگر ہمارا کوئی پیادہ، پالیگار پنگ نور کے پیادوں میں سے ایک پیادہ کا سر لائے یا کسی پیادہ کو قیدی بنا کر لائے۔ تو ہر سر یا قیدی کے عوض پانچ روپیہ انعام دیا جائے

خط نمبر ۱۱۸

بنام برہان الدین (۸ واسعی = ۱۷ ستمبر ۱۷۸۵ء)

تمہاری خواہش کے مطابق کولا پنڈت کے نام خط ملفوف ہے۔ اگر اس کے بعد بھی وہ ہماری حضوری میں حاضر ہونے سے انکار کر دے۔ تو اس کو بیڑیاں پہنا کر بھیج دیا جائے۔

خط نمبر ۱۱۹

بنام محی الدین علی خاں۔ دیوان کڑپہ (۹ واسعی = ۱۸ ستمبر ۱۷۸۵ء)

معلوم ہوا ہے کہ تم نے نہایت سختی سے کام لے کر بہت لوگوں کے مکانوں کو ڈھا دیا ہے جن میں وہ سالہا سال سے رہتے تھے۔ اور جن کی تعمیر میں انہوں نے بہت سا روپیہ خرچ کیا تھا۔ اس قسم کی کارروائی نہ صرف ہماری مرضی اور خوشی کے خلاف ہے۔ بلکہ لوگوں کو بدظن بھی کر دے گی۔ یہ مستبدانہ کارروائی فوراً بند ہونی چاہئے۔ اور آئندہ لوگوں کو گھروں سے نہ نکالا جائے۔ تم کو جو صریح احکام دیئے گئے ہیں۔ صرف ان پر عمل کرو۔ اور تمہاری مرضی کے مطابق کوئی کام نہ کیا جائے۔

خط نمبر ۱۲۰

بنام میر قمر الدین (۹ واسعی = ۱۸ ستمبر ۱۷۸۵ء)

تمہاری اطلاع پر ہم نے محی الدین علی خاں، دیوان کڑپہ کے نام احکام بھیج

پنڈت مذکور کو قید کر لیا گیا ہے۔ ہم عنقریب تمہاری حاضری کا حکم بھیجنے والے ہیں۔ اس لئے وہاں کے کام سے جلد فراغت حاصل کر لو۔

تبصرہ

سلطان کا یہ افسر کرناٹک پائیں گھاٹ کا باشندہ تھا۔ اس کے کچھ حالات سپاہی وارانِ کرناٹک میں ملتے ہیں۔ یہ پہلے نواب کرناٹک محمد علی والاجاہ کی سوار فوج (کیولری) میں صوبہ دار تھا۔ اس ملازمت کو چھوڑ کر اس نے بعد میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت اختیار کر لی تھی۔ یہ ریونیو کور (Revenue Corps) میں ملازم تھا۔ ۱۷۸۰ء میں کرناٹک کی جنگوں میں سلطانی فوجوں کے ہاتھ قید ہو گیا۔ سلطان نے اس کو رہائی دے کر اپنی ملازمت میں بعہدہ سپہ سردار داخل کیا۔ اس کا ایک بھائی بھی تھا جو ۱۷۸۳ء میں آ کر سلطانی فوج میں داخل ہوا۔ انگریزی کتب میں اس کا ذکر آیا ہے۔ سید غفار کی وفات کے بعد اس کو فوج میں رسالہ کا عہدہ دیا گیا۔

سید غفار کی شہادت ۴ مئی ۱۷۹۹ء میں ہوئی۔ شہادت کے وقت میر میران کے عہدہ پر تھا۔ وہ فصیل قلعہ کے مغربی کونہ پر متعین تھا کہ میر صادق اور میر معین الدین کی غداری اور سازش سے توپ کا گولہ لگنے سے شہید ہو گیا۔ لاش کیا ہوئی، کہاں گئی، یا ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی، کچھ معلوم نہیں ہوا۔ اس کی شہادت کے چند گھنٹے بعد انگریزی فوج قلعہ پر قابض ہو گئی اور شام تک سلطانی فوج برسرِ پیکار رہی۔ اس ہنگامہ میں سردار وغیرہ میں نہ کسی کا کفن ہوا اور نہ دفن ہوا۔

کے چار دن بعد تک بھی لاشیں پڑی رہیں۔ جن کو بعد میں کرنل آیخفر ولزلی نے اندروفی خندقوں میں دھکیل کر پاٹ دینے کا حکم دیا۔"

(ماڈرن میسور)

معلوم ہوتا ہے کہ سید غفار کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ ورنہ اگر کوئی اولاد یا بیوی ہوتی۔ تو مٹس اپنی کتاب میں ضرور ذکر کرتا۔ اور یہ نہایت تعجب سے دیکھا جائیگا۔ کہ میسور علاقہ کے کچھ لوگ سید غفار کی شہرت کی وجہ سے اپنے آپ کو اس خاندان کا بتاتے ہیں۔ اور چند سال پیشتر ایک فرضی قبر پر سید غفار کا عرس منانے کی کوشش بھی کی گئی تھی۔ جو ناکام رہی۔

خط نمبر ۱۲۶

بنام میر زین العابدین شوستری (۲۷ واحدی ۱۲۱۶ رکھتی بر ۱۷۹۵ء)

تمہارا خط ملا۔ باوجود یہ معلوم ہونے کے کہ بارش کا موسم قریب ہے تم اپنے ساتھ برساتی خیمے کیوں نہیں لے گئے۔ اس سے تعجب ہوا۔ اُس علاقہ کے لوگوں میں جو اطاعت شعار ہیں۔ یا مطیع بن چکے ہیں۔ ان سے جو غلہ لیا جائے۔ اس کی قیمت ہمیشہ ادا کی جائے۔ لیکن باغیوں کا اناج لوٹ کر فوج کے کام میں لایا جائے۔

مجھے امید ہے کہ رام ہزاری کی ہر طرح مدد کی جائے۔

نے چند ساحلی علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور اس سلسلے میں مسلمانوں کو زبردستی عیسائی بنایا جاتا تھا۔ ان کے معابد و مساجد کی بے حرمتی کی جاتی تھی۔ علی راجہ کے خاندان نے ان لڑائیوں میں بہت بڑا حصہ لیا۔ کتاب تحفۃ المجاہدین (تاریخ مالابار) جو شیخ زین الدین معبری کی ایک نہایت مستند تاریخ ہے، ان واقعات سے لبریز ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ انگریزی میں ڈاکٹر محمد حسین صاحب نینار ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی نے انگریزی میں مدراس یونیورسٹی سے شائع کیا ہے۔ اوپر جو روایتیں دی گئی ہیں۔ وہ اسی کتاب سے لی گئی ہیں۔

ولکس لکھتا ہے۔ کہ یہ خاندان اوائل اسلام ہی میں مسلمان ہو گیا تھا۔ اور اس نے کنانور پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ چراکل کے راجہ کا وزیر بھی تھا بہر طور نواب حیدر علی نے جب مالابار فتح کیا۔ تو اس وقت حاکم کنانور، علی راجہ نے ان کی بہت مدد کی۔ علی راجہ کے بعد مالاباری قانون مرباکٹ ایم کی رو سے اس کی بہن کی لڑکی مسند نشین ہوئی۔ اور اس کو "بی بی" کا خطاب حاصل تھا۔

۱۷۹۲ء تک یہ حکومت سلطنت خداداد کے ماتحت رہی۔ اس کے بعد جب انگریزوں نے مالابار لے لیا۔ تو کنانور انگریزوں کے ماتحت آ گیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے حکومت کے تمام اختیارات اس خاندان کے چھین لئے۔ علی راجہ کا خاندان اس وقت بھی کنانور میں موجود ہے۔

خط نمبر ۲۳

بنام میر جان الہ دین (مورخہ ۹ ستمبر ۱۷۸۵ء)

حکم دیا جاتا ہے کہ تم ایک ہندو جوتشی ملازم رکھ لو۔

معلوم ہوا ہے کہ کالا پنڈت کی حفاظت کے لیے اس کے ناصر آدمی [illegible] موجود ہیں۔ تم سرکشی سے ایک سو سپاہیوں کو صرف ڈھال تلوار دے کر ان لوگوں کے گھروں پر بھیج دو۔ تاکہ وہ انہیں وہاں گرفتار کر لیں۔ ان کی گرفتاری کے بعد ان سب کو عقوبت میں بھیج دیا جائے۔

خط نمبر ۲۴

بنام نور خان شاہ و نور محمد خان، پونا (مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۷۸۵ء)

اگر سا کران پونا جانے کی اجازت دے دیں تو آپ فوراً روانہ ہو جائیں۔

دہری کو تمہارا تحریر ہے۔ اس موقع پر آپ کے ماتحتوں میں جو ہندو ہیں انہیں ہر دس آدمیوں کے لیے ایک بکرا دیا جائے۔ اور ذوالحجہ میں اسی حساب سے مسلمانوں کو بھی بکرے دیے جائیں۔

خط نمبر ۲۵

بنام سید غفار سپہ دار (مورخہ [illegible] ستمبر [illegible])

کالا پنڈت سے جو ہتھیار حاصل کیے گئے ان کی فہرست ملی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ

تحریر نمبر ۱۲۷

بنام میر قمر الدین [illegible]

معلوم ہوا کہ تمہاری فوج دریائے تنگ بھدرا (Tungabhadra) کے کنارے سے کوچ کر گئی ہے اور تم [illegible] واپس آنا چاہتے ہو [illegible] تم کو بہت احتیاط کی ضرورت ہے تاکہ [illegible] اس فوج [illegible] کے باشندے [illegible] کی نگرانی [illegible] تاکہ تمام فوج [illegible] ہوشیاری کی ضرورت ہے۔

تحریر نمبر ۱۲۸

بنام زین العابدین بخشی احشام [illegible]

تعجب ہے کہ تم [illegible] (Manevar) [illegible] جو تحریری احکام روانہ کئے گئے ہیں ان پر عمل کیا جائے۔

تحریر نمبر ۱۲۹

بنام سید زین العابدین شوستری [illegible]

الحمد للہ کہ فوج [illegible]

[illegible]

مکتوب نمبر ١٣١

[illegible] ١١ ذی الحجہ — ١٢ اکتوبر [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

تحریر نمبر ۱۳۱

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں۔ پونا ۱۲ رجب جمدی ... ۱۲ اکتوبر [illegible]

آپ نے لکھا ہے کہ سواریت نانہ کی فوج کے [illegible] علم و نشان بنائے گئے ہیں۔ یہ ہماری خوشی کا باعث ہے۔ آپ کو لکھنا چاہئے کہ سپاہی روزانہ [illegible] وقت مقررہ پر قواعد کرتے ہیں یا نہیں، لیکن [illegible] شریک ہوا کریں۔

یہ سن کر افسوس ہوا کہ نور محمد خاں علیل ہیں [illegible] ہے کہ آپ [illegible] ان کی [illegible] سرانجام دے سکیں۔

تحریر نمبر ۱۳۲

بنام غلام حیدر [illegible] جمدی ... اکتوبر [illegible]

تم نے یہاں [illegible] کی قیمت [illegible] لکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ [illegible] سے [illegible] کیا جائے۔

تحریر نمبر ۱۳۳

بنام [illegible] [illegible] جمدی ... اکتوبر [illegible]

تمہارا خط [illegible] آپ [illegible] کی

خرابی سے فوج میں بیماری پھیل جائیگی۔ اس لئے ہماری خواہش ہے کہ تم فوج لیکر کٹور (Kittoor) چلے جاؤ جہاں اناج اور چارہ کثرت سے مل سکتا ہے۔ قلعہ دار گرگنڈ کو قلعہ کی ضروری مرمت شروع کرنے کا حکم دے دو۔

عسکر کے جو سوار دھاڑواڑ بھیج دیئے گئے۔ وہ وہاں بدامنی پھیلا رہے ہیں۔ ان کو جلد واپس بلا لیا جائے۔

تم نے دشمن کی فوج کے جمع ہونے کی بھی اطلاع دی ہے۔ اس سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ تم کامل اطمینان سے اپنا کام کئے جاؤ۔

خط نمبر ۱۳۴

بنام میر زین العابدین شوستری — ۱۵ زبرجدی = ۱۴ اکتوبر ۱۷۸۵ء

تمہارے تمام خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ تم کورگیوں سے درجہ خائف ہو گئے ہو۔ اس حالت میں تم نہ ان کی سرکوبی کر سکو گے۔ اور نہ تم سے یہ کام ہو سکیگا لہذا تم کو چاہیئے کہ فوج کو لے کر سیدھے پریاپٹن (Periyapatan) واپس ہو جاؤ۔ اور وہاں ہمارے احکام کے پہنچنے کا انتظار کرو۔

خط نمبر ۱۳۵

بنام میر زین العابدین شوستری — ۱۶ زبرجدی = ۱۵ اکتوبر ۱۷۸۵ء

تمہارے ۱۲ اور ۱۳ زبرجدی کے دونوں خطوط مع عامل ہیبت پور (Hybatpoor) اور عامل کنڈنور (Kundnoor) کے نام پروانے ملفوف ہیں۔ ان میں حکم دیا

گیا ہے۔ کہ آں عالی جاہ کو ایک ایک ہزار گوف (بوری) اناج مجاہدین۔ اس اناج
کو تم ظفر آباد روانہ کرو۔ تمہارے ہاں جو زخمی ہوں ان کو بیٹ پور پہنچ دیا جا
جہاں کے عامل کو اس کے متعلق پہلے ہی لکھ دیا گیا ہے۔ تمہارے ہاں جو
سرجن (جراح) ہیں، ان میں سے ایک کو زخمیوں کے ساتھ روانہ کرو۔

ایک ہزار بنڈل کارتوس (ایک سو فلاسیوں کے) تمہارے حوالے کیے جا رہے ہیں۔ تم کو
پہلے ۴۸ ہزار کارتوس دیے گئے تھے۔ ان کے علاوہ چند ہزار پہلے سے تمہارے
پاس تھے جن کا مجموعہ ۶۳ ہزار ہوتا ہے۔ اب تم نے لکھا ہے کہ صرف
دس دس پندرہ پندرہ کارتوس رہ گئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام
کارتوس خرچ ہو گئے ہیں۔ اس تعداد کو دیکھتے ہوئے یقین ہوتا ہے کہ دشمن کے
بہت سے آدمی مارے گئے ہونگے۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ کتنی تعداد ماری گئی۔ اور
اب دشمن کی تعداد کیا رہ گئی ہوگی۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ تمہارے ایک سو
سپاہی زخمی ہوئے ہیں۔

یہ نہایت تعجب انگیز بات ہے کہ وہ شخص جس نے "فتح المجاہدین"
لکھی، نیز جس نے جنگلوں میں لڑائی کرنے کے قوانین رقم کیے۔ جب عمل کا وقت
آتا ہے تو وہ عمل کے میدان میں کورا ثابت ہوتا ہے۔ شاید تم سب کچھ بھول گئے
ہو۔ اگر تم ان قوانین کے ماتحت لڑائی لڑتے تو اس قدر نقصان نہ ہوتا جتنا کہ
ہوا ہے تم نے بار بار لکھا ہے کہ ہم خود یہاں آئیں۔ انشاءاللہ تعالیٰ ہم پہنچ جائیں
اب تو تم فوج لے کر ظفر آباد (Zafrabad) چلے جاؤ۔ کتاب
"فتح المجاہدین" میں گھنے جنگلوں میں سے فوج کی کوچ کے متعلق تمام قوانین موجود ہیں۔

ان کے مطابق عمل کیا جائے۔

تبصرہ

کرمانی کو کیا کے حالات تاریخ سلطنت خداداد میں دیئے گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے گھنے جنگلات سے زین العابدین ڈر گیا۔ اسی لئے اس کا بار بار سلطان کو وہاں طلب کرنا بتلا رہا ہے کہ وہ سمجھتا تھا کہ سلطان بھی وہاں آکر کچھ کر سکے گا۔ کرک پیٹرک لکھتا ہے کہ اس خط میں زین العابدین کو آں نبی جاہ کے خطاب سے طنزاً یاد کیا ہے۔

خط نمبر ۱۱۳۷

بنام میر قمر الدین (۹ زبرجدی - ۸ اکتوبر ۱۷۸۵ء)

حکم دیا جاتا ہے کہ تم جلد اپنی فوج کے ساتھ حضوری میں آجاؤ۔ فی الوقت ادھونی (Adoni) کی تسخیر کا خیال ملتوی کر دیا گیا ہے۔

تبصرہ

کرک پیٹرک لکھتا ہے کہ سلطان کا مصمم ارادہ تھا کہ ادھونی پر چڑھائی کرے۔ لیکن کورگ کے معاملے کی وجہ سے اس نے یہ خیال فی الوقت ترک کر دیا

خط نمبر ۱۴۸

بنام [illegible] ۱۹۳۳ [illegible]

[illegible]

[illegible] کیا گیا ہے

خط نمبر ۱۴۹

بنام محمد [illegible] محمد خان [illegible]

آپ نے لکھا ہے کہ [illegible]

جس [illegible] کی تصدیق [illegible]

[illegible]

ضمیمہ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

یہ خط [illegible]

[illegible] کتاب [illegible] گیا ہے

خط نمبر ۱۳۹

بنام [illegible] (۱۲ ربیع [illegible] = ۲۲ اکتوبر ۱۸۸۵ء)

حکم دیا جاتا ہے کہ تم [illegible] چلے جاؤ [illegible]
[illegible] واپس [illegible] گے۔

خط نمبر ۱۴۰

بنام [illegible] (۱۴ ربیع [illegible] = ۲۴ اکتوبر ۱۸۸۵ء)

[illegible] خواہش کے مطابق اس نے
[illegible] تعداد یا اس کے
[illegible] خیال ہے [illegible] علاقہ میں آپ کی وجہ
[illegible] کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ صرف یہی کریں
[illegible] جلد [illegible] کر آپ سے
مل سکے۔

خط نمبر ۱۴۱

بنام [illegible] (۱۸ ربیع [illegible] = ۲۸ اکتوبر ۱۸۸۵ء)

[illegible] میں داخل ہونا چاہیں۔ انہیں داخل کر
[illegible] جائے۔ [illegible]

چند خطوں کی نقل و ترجمہ

تحریر نمبر (۱)

بنام راجہ [illegible] دیوان [illegible] [illegible]

ہمارے [illegible] پہنچ جانے سے [illegible] کیا جانا چاہئے [illegible] اور اس کے مطابق [illegible]

خط نمبر (۲)

بنام گورنر پانڈیچری [illegible]

معلوم ہوا ہے کہ انگریزوں [illegible] کی جانب سے ایک [illegible] پانڈیچری [illegible] اس کو [illegible] آپ کے [illegible] آپ اس [illegible]

[illegible]

اس خط کا ترجمہ [illegible] انگریزوں کے قدم [illegible] حالات تاریخ [illegible] یا تاریخ جنوبی ہند میں دیکھے جائیں

تحریر نمبر ۱۴۳

بنام میرزا [illegible] محمد [illegible] ۲۳ نومبر ۱۸۵۷ء

حکم دیا جاتا ہے کہ چار سوار [illegible] اور [illegible] میں [illegible] نیز اس کی حفاظت کے لیے ایک فوجی دستہ اور ایک توپ [illegible] کی [illegible] روانہ کر دیا جائے۔

تحریر نمبر ۱۴۴

بنام [illegible] الدین [illegible] ۱۲ نومبر ۱۸۵۷ء

تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ [illegible] کے [illegible] گئے ہیں [illegible] سبب [illegible] بدکار [illegible] اس سے [illegible] کہ [illegible] علاوہ ازیں [illegible] ہماری فوج کے ایک دستہ کو متعین کیا جاتا ہے [illegible] رعایا کے جان و مال کی حفاظت کے لیے [illegible]۔

تبصرہ

[illegible] ایک قسم کی [illegible] تھی۔ جو [illegible] فوج کی [illegible] کے [illegible] جان و مال کی حفاظت کے لیے مقرر ہوتی تھی۔

تختہ نمبر ۱۴

(۱) نام مسقط (۲) [illegible]

ایک دیگر کشتی (ڈھو) جو کہ [illegible] مسقط کی [illegible] جاتی ہے طوفان کی وجہ سے شکستہ ہو کر [illegible] Hnerk میں آگئی ہے۔ اگرچہ ملکی قانون کے مطابق [illegible] ہے کہ اس پر قبضہ کر لے لیکن [illegible] ہماری نظروں میں کوئی فرق نہیں ہے [illegible] چونکہ [illegible] تمام مال کو ان تاجروں کے حوالے کر کے [illegible] روانہ کیا جاتا ہے۔

تبصرہ

[illegible] اس خط پر تبصرہ [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ [illegible] مسقط سے تجارتی تعلقات [illegible] جس سے معلوم ہوتا ہے کہ [illegible] تجارت [illegible] ہندوستان [illegible] مسقط سے تعلقات [illegible] عہد [illegible] بھی [illegible] نظر آتا ہے۔

خط نمبر ۱۴۸

بنام محمد شفیع شاہ و محمد نظام خان لوہانا — ارجمند = ۱۲ نومبر ۵۹ء

آپ کی تجویز کہ خدا بخش سرہان الدین کو لکھ دیا گیا ہے کہ جو سپوئے یا فرقہ [illegible] پلٹن کی ملازمت سے نکل کر ہماری طرف آنا چاہتا ہے فوج میں داخل کر لیا جائے۔

تبصرہ

معلوم ہوتا ہے کہ لوہیا اس کوئی فرانسیسی تھا جو مرہٹہ فوج میں ملازم تھا۔ اس زمانہ میں اکثر یورپین قسمت آزمائی کے لئے ہندوستان آکر یہاں کے حاکموں کے پاس ملازم ہو جاتے تھے۔ اور یہ ہندوستان کی بدنصیبی تھی کہ اکثر و بیشتر ایسے ملازم دیسی حاکموں کے جنگی رازوں سے آگاہی پا کر ان یورپین اقوام کو جو ملک گیری کے لئے اپنا جال بچھا رہی تھیں واقف کر دیتے تھے۔

خط نمبر ۱۴۹

بنام عبد الحکیم خان حاکم شاہنور — ۱۵ نومبر ۵۹ء

تحریر کی جاتی ہے کہ آپ نے واجب الادا رقم میں [illegible] لاکھ کی رقم ہے آپ نے کہا ہے کہ آٹھ لاکھ کی رقم معاف کر دی جائے یا اس کی ادائیگی اگلے سال تک ملتوی کی جا سکے۔

حساب کی تنقیح سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی غفلت کی وجہ سے آپ کے ملازموں نے خوب غبن کیا ہے۔ ہمارے خاصیوں نے ان کا نام اور ان کی فہرست مع رقم بھی لکھ کر بتادی تھی۔ اب آپ ان سے روپیہ وصول کرکے ہمارے پاس روپیہ فوراً بھیج دیں۔

تحریر نمبر ۱۴۹

عبدالحکیم خاں، حاکم شاہنور۔ [illegible]

حکم دیا جاتا ہے کہ آپ اپنی [illegible] کے لیے [illegible] [illegible] وارث [illegible] [illegible] سے [illegible] جانے [illegible]

تحریر نمبر ۱۵۰

آمر بیگ علی خاں، [illegible] نومبر [illegible]

حکم دیا جاتا ہے کہ [illegible] فنم اپنے تمام علاقے میں رائج کر دیں۔

تبصرہ

فنم دو قسم کے تھے۔ چاندی اور سونے کے، چاندی کے سکے کی قیمت تقریباً چار آنے تھی۔ مدراس کے علاقے میں [illegible] کہا جاتا تھا

خط نمبر ۱۵۱

بنام راجہ اچپنسہ دیوان پھلوہ ... ۱۱ حیدری = ۱۷ نومبر ۱۷۸۵ء

حکم دیا جاتا ہے کہ اپنے تمام علاقوں میں سوائے حیدری و کنٹاری کے دوسرے قسم جاری نہ ہونے دیں۔

شقہ نمبر ۱۵۲

بنام میر کاظم سوداگر متعینہ مسقط ۱۱ حیدری = ۱۷ نومبر ۱۷۸۵ء

تمہارے بھیجے ہوئے مرچ اور صندل فروخت نہ کرو بلکہ ان کی خاطر خواہ قیمت ملنے تک مناسب وقت کا انتظار کرو۔

شقہ نمبر ۱۵۳

بنام میر کاظم سوداگر متعینہ مسقط ۱۱ حیدری = ۱۷ نومبر ۱۷۸۵ء

معلوم ہوا ہے کہ بندر ایرانی جو مسقط کے نزدیک ہے، ریشم کے کیڑے اور ان کے انڈے ملتے ہیں۔ ان چیزوں کو حاصل کر کے پانچ چھ آدمیوں کے ساتھ جو اس کام میں ماہر ہوں روانہ کرو۔

ہمارے جو جہاز مسقط آئیں ان کا مال دو دن میں اتار لیا جائے پھر ان میں گندھک اور تانبا وغیرہ لاد لیا جائے۔ اس کام میں دو دن لگیں اس طرح جہازوں کو بندرگاہ میں چار دن سے زیادہ نہ ٹھہرنے دو۔ تم نے پوچھا

[illegible]
[illegible]

تبصرہ

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

نسخہ نمبر (۱۵۸)

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

نسخہ نمبر (۱۵۹)

[illegible]
[illegible]

کسی طرح قبضہ کرلیا جائے۔ یہ امر نہایت ضروری ہے۔ ۳۰ پلٹنے کرتا کب تک باقی ہے۔

خط نمبر ۱۵۶

بنام برہان الدین ۱۸ رشیدی ۔ ۲۳ نومبر ۱۷۸۸ء

تمہارا خط ملا۔ سوما جی پنڈت کے بھائی گوپال راؤ پر نظر رکھتے ہوئے تم کو چاہئے کہ کوشش کرکے قلعہ کے اطراف مورچے قائم کرو کہ قلعہ توپوں کی بالکل زد میں آجائے۔ آج کل ہم سے ... اگر وہ ... تو ... ورنہ سید غفار و سید حمید سپہ داران سے مشورہ کرنے کے بعد بہ مطابقت الخیر کسی طرح اس قلعہ پر قبضہ کیا جائے۔

خط نمبر ۱۵۷

بنام میر کاظم داروغہ کوٹھی مسقط ۱۸ احمدی ۔ ۲۵ نومبر ۱۷۸۸ء

اس جگہ عنبر کی پیداوار کس جگہ ہے؟ دریافت کرکے دوسری قسم روانہ کرو۔ اور چند ماہرین ... کو بھی ساتھ بھیج دو۔ اسی طرح ریشم کے کیڑے اور اُن کو پالنے والوں کو بھی روانہ کرو۔ ان لوگوں کو جس قسم کی ضرورت ہو تو ضرور دی جائے۔

تبصرہ

سلطان کی بدولت ریشم کا رواج ریاست میسور کی ...

[illegible] اور [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ہیں۔

[illegible]

جناب [illegible] مسعود [illegible]

[illegible]

[illegible] معلوم ہوا کہ [illegible]

اور [illegible]

[illegible]

[illegible]

جناب عبدالزمان خاں [illegible]

آپ نے [illegible]

[illegible] Thimma [illegible]

[illegible]

شورش پسند کریں تماکی وجہ سے قرار ہوتی ہے۔ تو اُس کو سولی کی سزا دی جائے
آپ کو چاہئیے کہ پہاڑی و دولی پر قبضہ کرنے کے بعد باغیوں کو گرفتار کرنے کی
کوشش کریں۔ ہم نے آپ کو لکھا تھا کہ سرغنہ ناناکول کو بھی گرفتار کر لیا جائے
دوسرے باغیوں کے متعلق احکام بھیجے جائیں گے۔

تبصرہ

عبدالرحمٰن خان۔ جو انکاٹ اور ویلور کے نوائط خاندان سے ہے
انگریزی کاغذات میں عبدالرحمٰن خان نائط لکھا جاتا ہے۔ یہ
اور اس کے ساتھی بابل نوائط جیسے محمد بھکری وغیرہ ویلور، انکاٹ
اور نیلور وغیرہ سے آکر حیدر آباد میں ٹیپو کی ملازمت میں داخل ہوئے
ان ہی نوائط نے سلطان سے جو غداری کی اس کا حال اسی کتاب
کے آخر میں لکھا گیا ہے۔

عبدالرحمٰن خان پہلے گورنر ہوا۔ بعد میں ڈیوڈ واٹ کا گورنر
(انگریزوں کے عہد میں ... کا انسپکٹر جنرل ہوا)

خط نمبر ۱۴۹

بنام سردار خان بخشی (۱۸ / ربیع ... ۲۵ / نومبر ۱۷۹۰ء)

آپ باغی موناکول نائک کو اپنے پاس بلانے کے لئے ایک خط لکھیں اور
جب وہ آجائے تو اس کو گرفتار کر لیا جائے۔

خط نمبر ۱۶۱

بنام سیٹھ خواجہ خواجہ یارمین سوداگران (۱۹ر حیدری = ۲۶ر نومبر ۱۷۸۵ء)

ہم نے خواجہ [1] کی زبانی سنا ہے کہ تم ہماری بندرگاہوں میں تجارت کے لئے آنے والے ہو۔ اور بحری قزاقوں کے خوف سے حفاظت کے لئے اپنے جہازوں پر پرتگالی یا انگریزی نشان چڑھا دو گے۔ تم بالکل اطمینان سے بندرگاہ کالی کٹ میں آؤ۔ ہم نے یہاں کے عاملوں یعنی ارشد بیگ خاں فوجدار کالی کٹ اور غلام حیدر عامل منگلور کو اطلاع دے دی ہے۔ یہاں آنے کے بعد تم کو چاہئے کہ سامان تجارت میں جن چیزوں کی سرکار خداداد کو ضرورت ہو، مناسب قیمت پر نفع کے ساتھ سرکار کے ہاتھ فروخت کرو۔ اس کے بعد باقی اشیا جہاں چاہیں فروخت کر سکتے ہو۔ اور جب چاہیں، واپس جا سکتے ہو۔

خط نمبر ۱۶۲

بنام راجہ رام چندر دیوان بنگلور (۲۰ر حیدری = ۲۷ر نومبر ۱۷۸۵ء)

[illegible] خان علی کے قلعے کے اندر بندوق سازی کے کارخانہ کی تعمیر کے متعلق تم نے لکھا ہے کہ اس عمارت کی جگہ کے لئے چالیس یا پچاس گھر توڑنے ہوں گے۔ اطلاع دی جاتی ہے کہ یہ گھر غریبوں کے ہیں۔ ان کے عوض ان لوگوں کو شہر کے باہر شہر میں سرکاری خرچ سے مکانات تعمیر کر کے دیئے جائیں۔

---

[1] کرک پیٹرک کی کتاب میں نام نہیں ہے

خط نمبر ۱۶۳

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں، پونا۔ (۲۱ حیدری = ۲۸ نومبر ۱۷۸۵ء)

آپ نے لکھا ہے کہ سفارت خانہ کے ملازم پونا کے وزیروں کے ساتھ ساز باز کرتے رہتے ہیں اور اس طرح ہمارے مقاصد کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ نگرانی کے لئے آپ کے وہاں ہوتے ہوئے بھی اس قسم کی کارروائی کا ہونا تعجب انگیز ہے آپ کیوں انہیں سزائے تازیانہ نہیں دیتے۔ اطلاع دیں کہ کن ملازموں نے ایسا کیا ہے۔

خط نمبر ۱۶۴

بنام بدرالزماں خاں (۲۲ حیدری = ۲۹ نومبر ۱۷۸۵ء)

آں عصمت پناہ کا خط اور باغیوں سے حاصل کردہ سامان، مویشی اور ریوڑوں کی فہرست ملی۔ اس سامان کو پانچ سو بیلوں پر بار کر کے غلام علی، عامل پالنگ تار (Palingtar) کے پاس بھیج دیں۔ جہاں سے ایک ہزار پیادے سرنگا پٹم لانے والے ہیں۔ آپ کو چاہئے کہ باغیوں سے ان کے مال و اسباب کو بھی پوری طرح تلاش کریں۔

خط نمبر ۱۶۵

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں، پونا (۲۵ حیدری = ۲ دسمبر ۱۷۸۵ء)

آپ نے لکھا ہے کہ اُس علاقے کی دو درگاہوں کو آپ نے نذرانے بھیجے ہیں۔ اد

یہ بھی معلوم ہوا کہ راؤ راستا کی خدمت میں خلعت بھیجی گئی۔ اور راؤ راستا نے کہا ہے کہ وہ اپنا ایک خاص وکیل کچھ خفیہ گفتگو کرنے کے لئے ہمارے پاس بھیج رہے ہیں آپ راؤ راستا کو یقین دلائیں کہ یہ امر زیادہ دوستی کا باعث ہوگا۔

سفارت خانہ کی تنخواہ کی رقم بھی جا رہی ہے۔

آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کے ماتحت جو منصب دار ہیں وہ بغیر آپ کے علم کے ہر جگہ پنڈت اور پونا کے وزیروں سے سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ یہ بات آپ کو راؤ راستا کی زبانی معلوم ہوئی۔ یہ تمام آپ کی غفلت کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ آپ ان کو سزا دینے کے عوض جہاں ان کی شکایتیں ہوتی رہتی ہیں۔ غالباً یہ آپ کی پیرانہ سالی اور پونا کی گرم آب و ہوا کا نتیجہ ہے۔ اس قسم کی شرمناک کارروائی کرنے والوں کے نام لکھیں۔

تبصرہ

کرک پیٹرک اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے "یہ منصب دار جو سازشیں کرتے رہتے تھے برہمن تھے۔ اور خط میں جن دو درگاہوں کا ذکر آیا ہے ان سے مراد درگاہ حضرت حسام الدین اور درگاہ حضرت صلاح الدین ہیں جو مرہٹہ واڑی میں ہیں۔ نذر جو بھیجی گئی وہ ایک طبق، ایک کمخواب کی چادر اور پچاس روپیہ فی درگاہ تھی۔"

خط نمبر ۱۴۵

بنام بدرالزمان خاں — ۲۴ جمادی الاول ۔ ۳۰ دسمبر ۱۷۸۵ء

حکم دیا جاتا ہے کہ پانچ انگلات جانے سے پہلے آپ مقام تلے کا دریں

(Tal-e-Kaveri) میں چار دن قیام کریں۔ وہاں باغیوں اور ان کے سامان او
اُن کے سامان اور مویشی کو اپنے قبضہ میں کر لیں۔ کھیتیوں کو کاٹ دیں۔ کہ باغیوں کو اناج
مل نہ سکے۔ مونا کول کے لئے پروانہ ملفوف ہے۔ اس کو بلا کر گفتگو کریں۔

تبصرہ

شہنشاہ عالمگیر نے جس وقت جنوبی ہند فتح کیا تھا۔ تو اس نے
اس کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے، مغربی یعنی میسور اور اس کے شمال
کے پہاڑی علاقہ کو بالا گھاٹ اور مشرقی میدانی علاقہ کو پائیں گھاٹ
کا نام دیا تھا۔ مغربی علاقہ کا صدر مقام، سرا اور مشرقی علاقہ کا ارکاٹ
تھا۔ گھاٹ پہاڑی کو کہتے ہیں۔

تلے کاویری وہ مقام ہے۔ جہاں سے دریائے کاویری نکلتا ہے

خط نمبر ۱۴۶

بنام برہان الدین	۲۴ رحیدری = ۲۳ر دسمبر ۱۷۸۵ء

تم نے اطلاع دی ہے۔ کہ زمیندار کمتور کے وکیل کو حراست میں لے کر تم نے
سید غفار اور سید حمید کے چند سپاہیوں کو قلعہ کے باہر شہر میں آباد کر دیا ہے جس
کے بعد حاکم اور گرو ناتھ پنڈت نے دونوں قلعوں کی کنجیاں تمہارے حوالے کر دی ہیں۔
اور اب ان لوگوں کی حفاظت کی جا رہی ہے۔ تم نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ پانچ فرنگی جن
میں ایک پرنگی ہوا ہے۔ گرفتار ہو چکے ہیں۔ اور رام درگ کا پالیگار بھی مع ایک فرنگی
دو کے اس جگہ مل گیا ہے۔ اور یہ کہ تم نے جام داروں کو رعایا اور کسانوں کی جان

مال کی حفاظت کے لئے مقرر کر دیا ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ [illegible] پونگ کے بہت سے مہاجن یا ان کے [illegible] ہیں۔ ان کو گرفتار کر لیا جائے۔ احتیاط رکھیں کہ کوئی [illegible] نہ جانے پائے [illegible] مہاجن فقیروں کا بھیس بدل کر نکل جاتے ہیں۔

جن ملازموں کو [illegible] کے حاکم نے معزول کر دیا ہے ان کی تلاش کی جائے اور ان کے عہدے ان کو واپس دیئے جائیں۔ اس کارروائی سے وہاں کے [illegible] حالات ان کی زبانی معلوم ہو جائیں گے۔ حاکم [illegible] کے توشہ خانہ پر اپنی اور حاکم کی دونوں مہریں ثبت کر دو۔ تاکہ کوئی چیز چوری نہ ہو جائے۔ حاکم [illegible] اس کے اہل و عیال اور اس کے خانگی ملازموں کو [illegible] اپنے مکانوں پر [illegible] ہوئے اس بات کی نگرانی رکھو کہ ان پر کسی کی [illegible]

دونوں قلعوں کا اچھی طرح معائنہ کرنے کے بعد ان کی حالت اور اہمیت سے اطلاع دی جائے۔ اور قدیم قلعہ داروں کے [illegible] کرو۔

کنور کے رقبہ اور آمدنی بابت اطلاع دو۔

تبصرہ

کرک پیٹرک لکھتا ہے کہ سلطان نے یہ خط اس وقت [illegible] لکھا تھا جہاں وہ باغیوں کی سرکوبی کے لئے گیا ہوا تھا [illegible] پہلے کی لڑائی کا حال سلطان نے اپنی یادداشتوں میں [illegible] کو تعلیم دیا جاتا ہے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] انہوں نے

[illegible] ظاہر کرنے کے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] کے درمیان دونوں [illegible]

[illegible]

[illegible] وہاں [illegible]

[illegible] دونوں [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

خود بھی اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کر دی۔

جب یہ خبر [illegible] تو [illegible] کے بعد [illegible] آباد سے

گورنمنٹ کی فوج [illegible] گرفتاری کو [illegible] مختلف راستوں سے

آگے بڑھا دیا گیا۔ دو دن کے بعد [illegible] جگہ پہنچا جہاں پہلے سرکار کا

گورنر [illegible] جگہ [illegible] کیمپ تھا۔ [illegible] سے کئی

لوگ گرفتار کر لئے گئے لیکن [illegible] جوان کا سرغنہ تھا۔ اپنے اہل و

عیال کے ساتھ جان بچا کر بھاگ نکلا۔ اور اس نے ایک غار میں جا کر پناہ لی

کچھ پہاڑوں میں [illegible] جنگل تھی جہاں وحشی جانوروں

پرندوں [illegible] تھے [illegible] طرح سے ان مفروروں کا

تعاقب کرتے ہوئے اس غار کے دہانہ کا پتہ لگایا اور ان کو وہاں

گھیر لیا۔ دوسرے دن [illegible] کے [illegible] پانچ سو پیادے

اور دو توپیں ساتھ لے کر [illegible] کو غار کے دہانہ پر نصب کیا گیا۔

[illegible] ایک [illegible] ایک [illegible] اور دو [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ہوتی تھی اور اس [illegible] سے راستہ معلوم [illegible] قدم بھی آگے بڑھ جاتا
جا سکتا تھا۔ [illegible] اسی طرح تھا کہ آدھا راستہ طے کیا تو اندھیرا اس
قدر بڑھ گیا کہ [illegible] معلوم ہوتا تھا کہ آفتاب کدھر اور کہاں ہے
اس مشکل میں [illegible] نے نہایت کوشش کی کہ آفتاب کو دیکھیں کیونکہ
اس کے بغیر راستہ کی دریافت مشکل تھی۔ کئی آدمی درختوں پر چڑھے کہ
آفتاب کو دیکھیں [illegible] روشنی بھی نظر نہ آئی
آخر کار ایک آدمی جو فوج سے کچھ فاصلہ پر ایک درخت پر چڑھا ہوا تھا
آفتاب کو دیکھ کر چیخ اٹھا اور مجھے غرب کی سمت دکھائی۔ اور کہا کہ اب
دن کے صرف [illegible] گھنٹے باقی ہیں۔ سمت دریافت ہو جانے سے ہم غار میں
اور دو تین کوس آگے بڑھ کر اس کی حد تک پہنچ گئے۔ غار کی اس حد
پر ایک چھوٹا سا میدان تھا جس پر [illegible] مکان تھے
[illegible] ڈالی۔

جب ہم یہاں پہنچے اس وقت غروب آفتاب کا وقت تھا۔
اس لئے ہم نے [illegible] کے لوگوں میں قیام کیا۔ اسی طرح [illegible] کے
اطراف میں [illegible] کے لئے مقرر کیا۔ یہاں میں نے سپاہیوں سے
کہا کہ [illegible] روشنی [illegible] رات کے وقت آ جائے۔ اور
[illegible] کی طرح شور [illegible] سے
اس [illegible] نہ [illegible] بلکہ زمین پر بیٹھ
جائیں۔ اور [illegible] وغیرہ [illegible] آگ [illegible] ان

پر حملہ کر دیئے جو سکھوں کے [illegible] پیچھے [illegible]
[illegible] کر دیا
[illegible]
[illegible]
جانور بھی ڈر کر بھاگ گئے [illegible]
گئے ۔

جب [illegible] نے اپنی [illegible]
[illegible]
کر دیا ۔ اس کے دوسرے [illegible]
چھوڑ گئی تھی یہاں [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] کر لیا جائے لیکن [illegible]
[illegible] اہل و عیال [illegible]
[illegible] ہو گیا تھا [illegible] یہاں [illegible]
[illegible] اس کے [illegible]
کہا کہ وہ چالیس [illegible] کے اہل و عیال اور سامان لے [illegible]
نے [illegible] کے سب [illegible] اہل و عیال [illegible]
یہاں سے [illegible]

نیا بنایا گیا تھا، واپس ہو کر چند منزلوں کے بعد مرکرا (Mercara) پہنچا۔ یہاں کا قلعہ بھی باغیوں نے ڈھا دیا تھا۔ اس جگہ میں دو دن تک ٹھہرا رہا۔ اور خوب معائنہ کرنے کے بعد قلعہ کو از سر نو بنانے کا حکم دیا اور میر زین العابدین کو یہاں کا فوجدار مقرر کیا۔ اس فتح کی خوشی میں مرکرا کا نام ظفر آباد رکھا گیا جس سے بحساب ابجد تاریخ فتح نکلتی ہے یعنی ۱۱۹۸ھ

(مزید نوٹ :۔ کورگیوں کی یہ چھٹویں بغاوت تھی۔ اس کو فرو کرنے کے بعد سلطان نے مرکرا (ظفر آباد) میں وہ اعلان شائع کیا جس کا ذکر خط نمبر ۱۰ کے تحت کیا گیا ہے۔ کرکی پیٹرک لکھتا ہے کہ اس اعلان کی نقلیں سلطان نے اپنی دستخط اور مہر سے تیار کر کے کورگیوں کے ہاتھوں میں بذات خود دی تھیں۔

خط نمبر ۱۴۱

بنام سید حمید و سید غفار، سپہ داران — ۲۸ رحیمی، یعنی دسمبر ۱۷۸۵ء

تمہاری عرضی بابت کمشتر کے قلعہ پر قبضہ کر لیا گیا ہے اور اب وہاں ہمارا دستہ مقیم ہے۔

تم کو چاہیے کہ مختلف مقامات پر نہایت معتمد آدمیوں کو مقرر کرو تا کہ وہاں کی کوئی چیز لٹ نہ جائے۔ نیز یہ کہ رعایا کے مال و املاک کو ہاتھ نہ لگایا جائے۔ ہم کو اس معاملہ میں مزاحمت سخت اور تاکیدی احکام جاری کرنے چاہئیں۔

خط نمبر ۱۶۹

بنام رشید بیگ خاں۔ فوجدار کالی کٹ (یکم طلوعی = ۱۰ر دسمبر ۱۷۸۵ء)

تم کسی نہ کسی طریقے سے کرتی ناڈ (Kartinad) کے راجہ ورما لن اس کے بھائی صاحب اور اس کے گماشتہ انند کو اپنے پاس بلالو اور جب وہ آجائیں تو انہیں نظر بند کرکے حضوری میں اطلاع دو۔ تم کو یہ معاملہ بالکل مخفی رکھنا چاہئے۔

تبصرہ

معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ باغی نائروں کے سرغنہ تھے

خط نمبر ۱۷۰

بنام میر کاظم۔ داروغہ کوٹھی مسقط (۲ طلوعی = ۱۱ر دسمبر ۱۷۸۵ء)

اطلاع دی جاتی ہے کہ اعلیٰ قسم کا صندل فی کھنڈی ایک سو بیس پگوڈے سے قسم دوم ایک سو پگوڈے قسم سوم نو دے پگوڈے اور قسم چہارم فی کھنڈی اسی پگوڈے اور کالی مرچ بھی اسی پگوڈے کے نرخ سے مقرر کی گئی ہے۔ تم اس سے کم قیمت پر یہ چیزیں فروخت نہ کرو۔ اگر یہ چیزیں دو سال تک رکھی رہیں تب بھی کوئی ہرج نہیں ہے۔

تم کو گندھک اور تانبہ سستی قیمت پر خرید لینا چاہئے۔ سونا اور سیسے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم کو چاہئے کہ سالانہ تیس من لینٹے ۲ ڈسوس من بادام اور

[illegible] ہو کر [illegible] خود [illegible] اور [illegible] سے
[illegible] چھوٹے [illegible] نہیں ہے۔

تحریر نمبر ۱۵۱

بنام شہزادہ [illegible]   مرقومہ [illegible] ۱۱ دسمبر [illegible]

آپ [illegible] کہ [illegible] کی تعمیر کے لئے جس [illegible] کی ضرورت [illegible] پر عمل کریں۔ [illegible] اور جن چیزوں کی ضرورت ہو وہ بھی فراہم کر لئے جائیں۔

تشریح [illegible]

[illegible] سلطنت کے بعد [illegible] کا یہ سلطانی محل [illegible] دیا گیا۔ اب [illegible] سلطان کا محل [illegible] ہو چکا ہے۔

تحریر نمبر ۱۵۲

بنام راجہ [illegible]   مرقومہ [illegible] ۱۰ دسمبر [illegible]

[illegible] فوجی [illegible] وہاں جانے والے [illegible] کی [illegible]

وہ ضرور عمل میں لانا چاہئے لیکن تمہارے پاس اس کے متعلق کوئی احکام نہیں بھیجے گئے
تمہارے پاس جو تحریر پہنچی ہے وہ [illegible] صرف مستقل کاموں کے لئے تھی۔
اس طرح کے عارضی کاموں میں تم کو [illegible] دیکھ کر کام کرنا چاہئے۔
نیز تم نے لکھا ہے کہ قلعہ [illegible] اور [illegible] سپاہیوں کی تنخواہ
طلب کی ہے۔ اس کے متعلق تمہارے پاس تحریری احکام [illegible]

تحریر نمبر [illegible]

بنام شمس الدین خاں [illegible] [illegible] طلوعی [illegible]

حکم دیا جاتا ہے کہ [illegible] لکھے ہوئے ہیں [illegible]
کر [illegible] دی جائے۔ [illegible] اور دوسری چیزوں [illegible]
پھر [illegible] کر دو۔

تحریر نمبر [illegible]

بنام [illegible] [illegible] طلوعی [illegible]

باقی [illegible] کے متعلق [illegible] حکم [illegible] دیا جاتا ہے [illegible]

تحریر نمبر [illegible]

بنام شاہ نور اللہ [illegible] طلوعی [illegible]

ہمارے [illegible] سابقہ احکام [illegible] [illegible]

وہاں کے عمال سے اپنے متعلقہ جن جن چیزوں کی ضرورت ہو انہیں طلب کر لیں۔ اور انہیں تحریری (Tauqi) توقیع دیں۔

آپ نے لکھا ہے کہ اس قسم کے علاوہ چند دوسرے مواقع پر [illegible] آپ جتنی مرتبہ چیزوں کی ضرورت کی حقیقت محسوس ہو اتنی عامل سے حاصل کر لیں۔

تبصرہ

تدفق سوال کیا ایک چھوٹی سی بندرگاہ ہے۔ یہاں [illegible] جانا جبکہ انہیں کوئی کام نہیں ہوتا تھا۔ ٹھہر گئے تھے۔

خط نمبر ۱۰۱

بنام راجہ چندر دیوان منگلور [illegible]

حکم دیا جاتا ہے کہ [illegible] خان [illegible] سے جو لوگ [illegible] کو ساڑھے چار پگوڈے ماہانہ تنخواہ مقرر کر کے ان کو کام پر لگایا جائے۔

تبصرہ

اکرک پیٹرک اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ چیلے سے مراد متبنی غلام (Adoptan Slave) ہے۔ ان چیلوں سے وہی سلوک ہوتا تھا جو خاندان کے خاص لڑکوں سے کیا جاتا تھا۔ یعنی ان کو بھی خاندان کا ایک رکن سمجھا جاتا تھا۔ اس خط میں جس چیلے کا ذکر ہے وہ مسلمان ہو گیا تھا۔

اسی قسم کی ایک شق خانہ زادوں کی ہوا کرتی تھی اور وہ بھی

"غلام اور حرم" کے بطن سے ہونے کے باوجود اچھے سلوک سے نوازے جاتے
تھے [illegible] ہوتا
[illegible] رکھے گئے
ان میں سے ایک یہ بھی تھا جس کا ہر قسم [illegible] بیان کیا گیا۔ اسلامی تاریخ کے
اوراق پر دکھائی دیتا ہے۔ مسلمان [illegible] بعض لوگ خود بخود "حلقہ
بگوش" ہو جاتے تھے۔ اور چونکہ وہ [illegible] رہتے تھے۔ [illegible] بچے
اس [illegible] کی [illegible] ان کی [illegible] پوزیشن کا لحاظ
کر کے [illegible] نے [illegible] کا [illegible]
تعداد ان کا آباد [illegible] تک یہ [illegible] جاری رہے۔ [illegible]
[illegible] ہو گئے۔ جو بالکل قدرتی ہے۔

خط نمبر ۱۵۱

بنام [illegible] غیاث [illegible] پونا (مرقومہ [illegible] ۱۵ دسمبر [illegible])

آپ نے [illegible] کے متعلق جب آپ نے [illegible] سے دریافت کیا تو وہ ایک دوسرے پر الزام رکھنے لگے آپ کو چاہئے کہ سب کا بیان ایک ساتھ لینے کی بجائے ان سے علیحدہ علیحدہ بیان لیں۔ اور انہیں کے ہاتھ سے تحریر کرائیں۔

نہایت ضروری اور اہم خطوط بذریعہ ڈاک نہ بھیجیں بلکہ خاص ہرکاروں کے ہاتھ بھیجے جائیں۔ پونا سے ڈاک کا سلسلہ عنقریب ختم ہونے والا ہے۔ امید ہے

کہ انعمد اور استاکے پاس سے جو خط آیا ہے، آپ نے اس کا مناسب جواب دے دیا ہوگا۔

آپ نے یہ خوب کیا کہ راؤ راستاکے یہاں جو شادی ہوئی تھی، اس میں آپ نے اپنی جانب سے خلعتیں اور تحائف بھیجے۔ آپ ان کے مکان پر متصدیوں کو کیوں لے جاتے ہیں۔ در اصل انہی باتوں سے وہ خیرہ سر ہو جاتے ہیں۔

درگاہ دہلی سے حاصل شدہ تبرکات موصول ہو گئے۔

خط نمبر ۱۷۸

بنام ناظمان ڈاک

(سرکلر گشتی)

اطلاع دی جاتی ہے کہ ہم نے کوس کا فاصلہ چھ ہزار گز شرعی، مقرر کیا ہے۔ حکم دیا جاتا ہے کہ ڈاکیے اس فاصلہ کو ڈیڑھ گھڑی میں طے کریں۔ اگر اس حساب سے ڈاکیے وقت پر ڈاک نہ دیں تو سزا دی جائے۔ اگر دیر دوسرے علاقے کے ڈاکیوں سے ہوئی ہو، تو اس کی اطلاع حضور میں دی جائے۔ تم کو چاہئے کہ ہر خط پر ہمیشہ داخل ہونے کا وقت ثبت کرو۔ ان احکام پر سختی سے عمل کیا جائے۔ تاکید جانو۔

تبصرہ

کرک پیٹرک لکھتا ہے، کہ کوس کا فاصلہ لگ بھگ تین میل کا تھا، اور ڈیڑھ گھڑی سے مراد ۳۶ چالیس منٹ ہیں۔

خط نمبر ۱۷۹

بنام علی راجہ بی بی کننانور (۹ طلوعی = ۱۶ دسمبر ۱۷۸۵ء)

آں خاتونِ عصمت پناہ کا خط فخرالدین کے ذریعہ ملا۔ اس میں آپ نے اپنی مشکلات کا ذکر کیا ہے۔ دنیا کی رسم یہی ہے۔ ملازم اور ماتحت اسی لئے ہوتے ہیں کہ اطاعت اور وفاداری سے خدمات بجا لائیں نہ کہ سرتابی اور بے وفائی کریں۔

ہم نے آں عفت پناہ سے خواہش کی تھی کہ یہاں قدم رنجہ فرما کر ممنون کریں لیکن چند در چند وجوہ ظاہر کر کے آپ نے یہاں آنا ملتوی کر رکھا ہے۔ اگر تشریف لے آئیں۔ تو بہت سے معاملات سلجھ جائنگے۔

راؤ ورما راجہ کو جو آپ کے علاقہ سے یہاں آکر باریاب ہوا تھا، ہم نے اس کو آپ کی خواہش کے مطابق پر کل تعلق میں زمین اور دوسرے انعامات دیئے ہیں۔ دیگر حالات آپ کو فخرالدین کے ذریعہ معلوم ہونگے۔

تبصرہ

(خط کشیدہ الفاظ سلطان کے خطوط میں موجود ہیں، جنہیں کرک پیٹرک نے حاشیہ میں دیا ہے۔ یہاں بھی وہی بحال رکھے گئے ہیں۔)

خط نمبر ۱۸۰

اعلان (۱۰ طلوعی = ۱۷ دسمبر ۱۷۸۵ء)

اعلان کیا جاتا ہے کہ سلطان کا یومِ پیدائش ۱۴ طلوعی (۲۱ دسمبر) کو منایا جائے۔

اس کا طریقہ حکم نامہ میں موجود ہے۔

تبصرہ

یہ اعلان حکومت کے تمام محکموں کے نام تھا۔

کرک پیٹرک لکھتا ہے کہ اس دن عام تعطیل ہوتی تھی اور خوشیاں منائی جاتی تھیں، اور صبح ہی تقریباً دس بجے پریڈ کے ساتھ اکیس توپوں کی سلامی دی جاتی تھی۔

سلطان کے ایام پیدائش کے متعلق اگرچہ مختلف روایتیں موجود ہیں۔ کرک پیٹرک نے پچھر لکھا ہے کہ سلطان ۱۱۶۵ھ میں پیدا ہوا تھا۔ کرنل ولکس لکھتا ہے کہ سلطان کی پیدائش ۱۷۵۳ء میں ہوئی۔ دیوان ہلی میں جہاں سلطان پیدا ہوا تھا، حکومت میسور نے جو کتبہ لگایا ہے اس میں ۱۷۵۱ء کندہ ہے۔ غالباً یہ صحیح ہے۔ اس حساب سے اس کا یوم پیدائش ۱۱ر دسمبر ۱۷۵۱ء ہے۔

خط نمبر ۱۸۱

بنام فرست (Firsat) خواجہ عبدالقادر ۲۳ طلوعی = ۲۱ر دسمبر ۱۷۸۵ء

تمہاری مرسلہ فہرست اور بار نامے میں چند ایسے عطریات کے نام مندرج پائے گئے جو ان ملکوں کی پیداوار ہیں۔ لہذا حکیم محمد بیگ سے مشورہ کر کے تم ان کی بجائے یونانی ادویات تجویز کرو۔

تحریر نمبر ۱۵۳

بنام [illegible] (۱۹ رطلوعی ۵ جعفری ۱۲۱۷ھ)

تم نے لکھا ہے [illegible] اس میں سیسے کی کان دریافت ہوئی ہے [illegible] خط [illegible] موصول ہوئے۔ تم دریافت کرتے ہو کہ [illegible] جا سکے [illegible] ضروری ہیں [illegible] کسی [illegible] کو اس [illegible]

تم [illegible] (Sidhout) میں جمع کرتے رہو۔ یہ امر [illegible] مشہور ہے کہ [illegible] چاندی ہوتی ہے۔ وہاں اوپر کی سطح سے سیسہ نکلتا ہے۔ [illegible] اس جگہ کی کچھ مٹی بھیجنی چاہیئے تاکہ یہاں معمل میں کیمیائی امتحان کیا جائے [illegible] کام [illegible] وہاں بھیجا جائیگا۔

تبصرہ

یہ عام طور پر مشہور ہے کہ [illegible] اعلیٰ سے بجانب جنوب ایک بہت بڑا محل تھا۔ اس وقت تک اس عمارت کی نیویں بطور آثار دکھائی دیتی ہیں۔

تحریر نمبر ۱۵۴

بنام رن مست خان۔ حاکم کرنول (۱۹ طلوعی ۵ جعفری ۱۲۱۷ھ)

آپ کا نامہ خیریت ملا۔

چند دن پہلے، ہم بنگلور وغیرہ کے قلعوں کے معائنہ کے لیے ایک بالکل معمولی فوج کے ساتھ گئے ہوئے تھے۔ اس عرصہ میں خبر ملی کہ کورگ میں بغاوت پھیل گئی ہے۔ ابن الغرض اور تالو طلب باغیوں نے بڑی بڑی امیدیں باندھ کر، ہماری عدم موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، خوب سر اٹھایا تھا۔ اس خبر کے ملتے ہی، ہر ممکن سرعت سے ہم وہاں پہنچے اور ان تالو طلبوں سے پچاس ہزار کو قید کر لیا گیا۔ درباقی کورگی ہماری فوج کی آمد کی خبر سن کر ایسے جنگلوں میں جا کر چھپ گئے، جہاں پرندے پر مارتے ہوئے، ڈرتے ہیں۔ ان قیدیوں کو ان کے ملک سے نکال کر یہاں لایا گیا۔ اور انہیں مسلمان بنا کر احمدی فوج میں داخل کر لیا گیا ہے۔

یہ خوشخبری دوستوں کے لیے باعثِ مسرت اور منافقوں کے لیے باعثِ تنبیہ ہے۔ ہم نے آپ کو اپنا ایک مخلص دوست اور اسلام کا حامی سمجھ کر یہ اطلاع دی ہے۔

اب ہم نے مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ کہ اس جانب (کرنول) ہماری فوجِ ظفر موج کے ساتھ آ کر اس دوست سے ملاقات کریں جس کی ایک عرصہ سے ہمیں خواہش ہے۔ اس وقت راجہ دھرم داس اور خواجہ لطف اللہ ... (کرنول کے ایلچیان) کو اجازت دے کر پہلے سے اس دوست کے پاس واپس بھیج دیا گیا ہے۔

امید کی جاتی ہے کہ ملاقات ہونے تک آں مہربان اپنی خیریت سے مطلع کرتے رہیں گے۔

تبصرہ

ارکرک پیٹرک لکھتا ہے۔ کہ اس خط کے پہنچنے پر درن دست خاں نے اپنی اس فوج کو جو مدیال میں جمع ہو رہی تھی۔ واپس بلا کر سلطان کی خدمت میں از سر نو تحائف بھیجے۔

خط نمبر ۱۹۵

بنام میر احمد علی تعلقدار نسی پور (۹ بہار طلوعی = ۵ جنوری ۱۷۸۶ء)

تم نے اطلاع دی ہے۔ کہ معزول عامل پھر وہیں سے فرار ہو گیا ہے۔ تم کو فوراً اس کی گرفتاری کا انتظام کرنا چاہیئے۔ یہ شخص سرکار کے تیس ہزار پگوڈے غبن کر گیا ہے۔ اس کی ذمہ داری تم پر ہوگی۔

خط نمبر ۱۹۶

بنام حسن الدین خاں داروغہ توشہ خانہ (۳۰ طلوعی = ۲۶ جنوری ۱۷۸۶ء)

تم نے اپنے خط کے ساتھ متصدیوں کی ایک تحریر بھیجی ہے جس میں انہوں نے بابت کچہری کا حساب جلد از جلد چکا دینے کا وعدہ کیا ہے۔ یہ تحریر واپس کی جاتی ہے۔ تم کو چاہیئے کہ متصدیان مذکور کو ڈرا دھمکا کر جلد سے جلد یہ حسابات تیار کرا دو۔ ان پر ایک سزاول (نگران) مقرر کیا جائے۔ یہ امر نہایت ضروری سمجھا جائے۔

خط نمبر ۱۹۷

بنام میر غلام علی خاں (معرفت [illegible]) (یکم یوسفی [illegible])

سرکار خداداد کے اس علاقہ میں کافور کے درخت دریافت ہوئے ہیں۔ آپ کے لیے اس کا عرق دو شیشوں میں بھیجا جاتا ہے۔ آپ اس کو اپنے پیروں پر ملیں اور ایک تولہ عرق گوشت کے شوربہ میں ڈال کر پئیں اور اطلاع دیں کہ اس سے کچھ فائدہ ہو رہا ہے یا نہیں۔

تبصرہ

کرک پیٹرک لکھتا ہے۔ کہ غلام علی خاں کو وجع المفاصل کا مرض تھا۔ اور یہ بھی مشہور ہے۔ کہ وہ ایک نقرئی کرسی پر سوار ہو کر جاتا تھا۔ اس لئے انگریزوں نے اس کا نام "غلام آف دی سلور چیئر" نقرئی کرسی کا غلام رکھا تھا۔ زوال سلطنت کے وقت یہ غداروں میں صدر رہا تھا

خط نمبر ۱۹۸

بنام میر کاظم داروغہ کوٹھی مسقط (۱۲ یوسفی ۔ ۱۲ جنوری ۱۷۸۶ء)

تمہارا خط اور موتی ملے۔ ان کی قیمت بھی معلوم ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان پر بہت زیادہ صرفہ ہوا ہے۔ آیندہ اگر بحرین میں سستے موتی ملیں تو وہاں سے خریدو۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسقط میں نہ خریدے جائیں۔ دس [illegible] کو پیشگی رقم دے کر یہاں بھیجو۔ ہمارا ارادہ ہے کہ کوڈیال بندر کے

پائیں، محض تلاش کر کے دیکھیں۔ ہم کو یہاں تالیف یا مسودہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر وہ تیار نہ ہو سکے۔

ہمیں دو ایسے کاریگروں کی ضرورت ہے جو خود سواحل عرب کی دیسی کشتیاں بنا سکیں۔ انہیں فراہم کیا جائے۔ اور ساتھ ہی ایک سرخ مٹی کی تھیلی فی آدمی سات روپیہ ماہانہ تنخواہ مقرر کر کے روانہ کرو۔ یہاں آنے کے بعد ان کی تنخواہ بڑھا دی جائے گی۔

تمہارے خطوں میں اکثر تاریخ نہیں ہوتی۔ آئندہ دن، تاریخ، ماہ اور سنہ لکھا کرو۔ اور ہمارے جو خطوط تم کو ملیں۔ ان پر بھی تاریخ رسید لکھ دیا کرو۔

خیال رکھو کہ کالی مرچ اور الائچی بالکل خشک نہ ہو جائیں۔ یہ چیزیں اور صندل کی لکڑی حسب خاطر خواہ نفع ملے، فروخت کر دیئے جائیں۔

تم نے لکھا ہے کہ گوادر کے لئے ایک مکان کرایہ پر لیا گیا ہے۔ ہم اپنی تجارتی کوٹھی تعمیر کرنے کے لئے عنقریب وہاں آدمی بھیج دیں گے۔

خط نمبر ۱۹۹

بنام میر دوست خان، حاکم کوزوال (دربار یوسفی ۱۵ جنوری ۱۷۸۶ء)

آپ کی دوستی کی قدر کرتے ہوئے ہم نے گیارہ لاکھ کی رقم میں سے جو بطور پیش کش واجب الادا تھی۔ چار لاکھ روپیہ معاف کر دیئے تھے۔ کیونکہ آپ کے ایلچیوں نے آپ کی مشکلات کا ذکر کیا تھا۔ اب اور کیا رہ گیا ہے۔ بقیہ رقم بھیجے جانے چاہئیں۔

اس علاقہ کو جو اس دوست کا تھا اور اب ہمارے قبضہ میں ہے [illegible]
دیوان اور کشتی نیز ہمارے آدمی [illegible] کو لوٹا ہے کہ [illegible] ہم اس کو دیا جائے
دوستی و محبت کا تقاضا ہے کہ ایسا ہی کیا جائے۔ امید کہ آپ جواب [illegible]
[illegible] اور اپنے [illegible] قاصد بھیج دیں گے تاکہ دوستی کا سرچشمہ [illegible]
جاری و باقی رہے۔

[illegible] جو ہمارے دل میں آپ کے لئے ہے
[illegible] خلعت [illegible] روانہ کئے جاتے ہیں، اپنی خیریت کی
خبر [illegible] سے مسرور فرماتے رہیں۔

تبصرہ

خط نمبر ۹۹ میں بتایا گیا تھا کہ [illegible] میں جنگ
ہو رہی تھی اور خط نمبر ۹۹ میں جب سلطان نے [illegible] کی
امداد کا [illegible] کیا [illegible] سلطان کی خدمت میں
خط [illegible] جواب میں سلطان نے [illegible] کی
[illegible] بلکہ وہ [illegible] اس کے
[illegible] روانہ کئے۔

خط نمبر ۲۰۰

بنام [illegible] (۲) جولائی [illegible]
[illegible] پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] کی [illegible]

نے پچاس ہزار آدمی گرفتار ہوئے جنہیں زمرۂ احمدی میں شامل کر لیا گیا۔ یہ خوشخبری اس نے اپنے دربار کو سناتے ہوئے اطلاع دی کہ ہم ۱۲ یوسفی کے دن بر تخت نشین ہونے والے ہیں۔ لہٰذا تم اپنی فوج کے ساتھ فوراً آکر شریک ہو جاؤ۔

تبصرہ

میر معین الدین یہ غدار پہلے کرناٹک میں انگریزی فوج میں ملازم تھا۔ بعد میں سلطان کی ملازمت میں آیا۔ اس کو سپہ دار کا عہدہ دیا گیا۔ بعد میں سپہ سالار اور فوجدار ہوا۔ ۱۷۹۹ء کی جنگ میں قلعہ کی کمان اس کے ہاتھ میں تھی۔ پورنیا اور اس میں ساز باز تھا۔ ۴ مئی کے دن تنخواہ کے بہانے فوج کو منتشر کر دیا تھا۔ انگریزی فوج کو قلعے پر آنے کا اشارہ دیا۔ اس وقت سید غفار مغربی گوشہ کی کمان پر تھا جہاں سے انگریزی فوج کا حملہ ہونے والا تھا۔ سید غفار پہرہ پر تھا سامنے سے جھنڈی ہلائی۔ یہ انگریزوں کے لئے اشارہ تھا۔ انہوں نے سید غفار کو توپ کے گولے سے اڑا دیا۔ بعد میں سید غفار کی جگہ شیخ اسماعیل سپہ دار نے لی۔ یہ بھی اسی طرح مارا گیا۔ شاید ان اشارات کو ہی دیکھ کر سلطان کے کسی وفادار سپاہی نے اس غدار کا خاتمہ کر دیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ سلطان کا رشتہ دار تھا۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ سلطان نے اس کی لڑکی سے ۱۷۹۵ء میں نکاح کیا تھا۔ ایک سال بعد اس لڑکی کا زچگی کے سلسلے میں انتقال ہو گیا۔ اور بچہ بھی اسی وقت مر گیا۔ اور جو رشتہ قائم ہوا تھا۔ وہ ختم ہو گیا۔ شاید اسی نسبت سے

اس غدار کو نواب کہا جاتا ہو۔

خط نمبر ۲۰۱

بنام ماؤ سیٹھ
۱۲ ر یوسفی ۱۲۱۲ ر جنوری ۸۶

تمہارا خط جو تم نے رستم راؤ اور شیخ محمد خاں کے ذریعے بھیجا گیا تھا، ملا۔ تم چاہتے ہو کہ بندر کالی کٹ (Calicut) میں ایک کوٹھی کھولیں۔ یہ ہماری خوشی کا باعث ہے۔ خان مذکور نے کہا ہے کہ ہمارے افسر فی ڈونگی چالیس روپے بحری محصول طلب کرتے ہیں" اور تم چاہتے ہو کہ یہ محصول منسوخ کر دیا جائے۔ تم نے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ امام مسقط ہر کشتی پر دس روپے محصول لیتے ہیں اور سلطنت خداداد کی کشتیوں سے صرف چھ روپے۔ لہٰذا تمہاری خواہش ہے کہ مسقط والوں سے ہم بھی ایسا ہی سلوک کریں۔ تم نے یہ بھی خواہش ظاہر کی ہے کہ تمہارے گماشتوں کو بغیر کسی رکاوٹ کے چاول خریدنے کی اجازت ہو۔

یہ جواب لکھا جاتا ہے کہ ہم تمہیں جو رعایتیں دے رہے ہیں۔ ان کی نقلیں ارسال ہیں۔

تم نے ہمیں مشورہ دیا ہے کہ ہم اپنی تجارتی کوٹھیاں منڈوی، کچھ اور بندر جام نگر میں کھولیں۔ ہماری بھی یہی خواہش ہے۔ ہم چند معتبر آدمیوں کے ہاتھ خطوط اور تحائف، وہاں کے حاکموں کے نام روانہ کر رہے ہیں۔ اس موقع پر ہم چاہتے ہیں کہ تم اپنے رسوخ سے کام لے کر ہمارے ان ایجنٹوں کا وہاں کے راجاؤں سے تعارف کراؤ اور کوٹھیاں کھولنے کی اجازت حاصل کرنے میں مدد دو۔

تبصرہ

سلطان نے منڈوی اور جام نگر کے علاقہ میں ایک تجارتی کوٹھی کھولی تھی۔ جس کا ذکر آئندہ صفحات پر آئے گا۔

خط نمبر ۲۰۲

بنام عامل بندر کلی کٹ (۱۰ رلیوسنی = ۱۶ جنوری ۱۷۸۶ء)

تجارت پناہ ناؤ سیٹھ باشندہ مسقط کی درخواست کے مطابق اظہار کے موجب حکم دیا جاتا ہے کہ ان کی جو پانچ ڈنگیاں بندرگاہ میں ہیں ان سے کوئی حصہ نہ لیا جائے۔ یہ حکم تاکیدی ہے۔

خط نمبر ۲۰۳

بنام جملہ عاملان سلطنت خداداد (۱۰ ریوفی = ۱۷ جنوری ۱۷۸۶ء)

سلطنت خداداد کی تمام بندرگاہوں کے عاملوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ تجارت پناہ ناؤ سیٹھ ابن ناؤ سیٹھ تاجر مسقط کی جو کشتیاں تجارت کے لئے ہماری بندرگاہ پر آئیں۔ ان سے مقررہ محصول کا صرف نصف حصہ لیا جائے۔ اس سے زیادہ ہرگز نہ لیں۔ تاکیدی حکم ہے۔

خط نمبر ۲۰۴

بنام عامل کوٹیال بندر منگلور (۱۰ ریوفی = ۱۶ جنوری ۱۷۸۶ء)

معلوم ہو کہ تجارت پناہ ناؤ سیٹھ کے ایجنٹ سرکاری کوٹھیوں سے چاول

خریدنے کے بعد اگر مقامی تاجروں سے بھی چاول خریدنا چاہیں تو کوئی قسم کی رکاوٹ نہ ڈالی جائے۔

خط نمبر ۲۰۵

بنام امام مسقط ۱۰ ربیع الثانی ۱۲۱۳ ہجری

آپ کا نامہ خیریت ملا۔ اس دوستی و محبت کا لحاظ کرتے ہوئے جو ہمارے اور آپ کے درمیان ہے، ہم نے اپنی تمام بندرگاہوں کے ناظموں کو لکھ دیا ہے کہ آپ کے خاص جہازوں اور کشتیوں سے مقررہ محصول کا صرف نصف وصول کریں۔ اس لئے آپ اپنے جہاز وغیرہ متواتر روانہ کریں۔ ہمارے ایجنٹ میر کاظم سے آپ کو پورے حالات معلوم ہونگے۔

اپنی بندرگاہوں میں ہم نے سخت احکام جاری کر دیئے ہیں کہ پرتگالی انگریزی سوداگروں کے ہاتھ ہرگز ہرگز چاول فروخت نہ کیا جائے۔ چونکہ ماتحت علاقوں میں چاول کی سخت کمی ہے اس لئے یہ یورپین تاجر اپنا بھیس بدل کر دوسرے تاجروں کے ذریعہ چاول خریدنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس کے سد باب کیلئے ہم نے امتناعی احکام نافذ کر دیئے ہیں کہ جب تک کوئی تاجر ہمارے ایجنٹ مقیم مسقط کے دستخط اور مہر سے سرٹیفکیٹ نہ لائے اس کے ہاتھ مال فروخت نہ کیا جائے۔ لہٰذا آں جناب سے توقع ہے کہ آپ اپنے تاجروں کو حکم دیں گے کہ آئندہ یہاں آنے سے پہلے ہمارے ایجنٹ سے سند حاصل کر لیں جس کے لئے کوئی فیس نہیں ہے۔

تبصرہ

[illegible]

خط نمبر [illegible]

بنام [illegible] ([illegible])

[illegible] مونا کون ([illegible] monomania) [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

تبصرہ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

لیکن یہی کرک پیٹرک اس حقیقت سے واقف ہے کہ سلطنت خداداد پر انگریزی قبضہ کے خلاف اسی سال جب ملک ملنم میں بغاوت ہوئی تو اس کمیشن نے جس میں کرک پیٹرک بھی شامل تھا حکم دیتی ہے کہ باغیوں کو پھانسی دے دی جائے منرو جس کو بغاوت فرو کرنے پر مامور کیا گیا تھا لکھتا ہے:۔

میں نے باغی دھُل پگدا۔ اس کے لڑکے اور تمام بڑے ایجنٹوں کو پھانسی دے دی ہے۔ اور آئندہ جو شریر بھی بغاوت کرنے کی جرأت کرے گا اس کو اسی راستہ پر پہنچا دیا جائے گا (سوانح منرو جلد اول صفحہ ۲۷۰۔ اپیار ان ایشیا صفحہ ۲۰۰) تعجب ہے کہ کرک پیٹرک کو ان باغیوں سے ہمدردی نہیں ہوتی۔

خط نمبر ۲۰۴

بنام میر مولا خان، قلعہ دار مدگل۔ (۱۰ رزمقی = ۱۲ جنوری ۱۷۸۶ء)

غلام محی الدین، فوجدار کنچن گڑھ کو حکم بھیجا گیا ہے کہ چھ ہزار روپے تم کو دیدے۔ یہ روپیہ بھیج کر تم اپنے بھائی کو بلا لو۔

تم نے لکھا ہے کہ وہاں کے بڑے حاکم اپنے سے چھوٹوں کے ساتھ کس طرح کا سلوک کرتے ہیں۔ اسی لئے ہم نے تمہیں اطلاع دی تھی کہ حضور میں چلے آؤ لیکن تم نے پیش بینی کرتے ہوئے وہیں رہنا پسند کیا۔

سچ ہے کہ شوربہ برتن ہی میں رہنا پسند کرتا ہے۔

مکتوب نمبر ۲۰۷

بنام محمد [illegible] داروغہ دیوان خانہ کچہری ٹونک (۲۰ ربیع الثانی [illegible] ۱۸۸۶ء)

تمہارا خط ملا [illegible] [illegible] [illegible] ملازمت کے [illegible] [illegible] [illegible] کا [illegible]

بھی معلوم ہوا [illegible] [illegible] [illegible] کام [illegible] ملازم رکھنا چاہتے ہیں [illegible]

سے تمہاری کچہری [illegible] [illegible] ایک [illegible] [illegible] معلوم نہیں کہ

تم [illegible] [illegible] [illegible] ملازم رکھنا چاہتے [illegible] [illegible] [illegible] کے لئے

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] سے کام لو۔

مکتوب نمبر ۲۰۸

بنام راجہ بیگم (بیٹی) (۲۲ [illegible] ۲۲ جنوری [illegible] ۱۸۸۵ء)

[illegible] محمد [illegible] کے ذریعہ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] جاتی ہے [illegible] [illegible] کیا ہے [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

تین چیزوں کی [illegible] [illegible] [illegible] جاتا ہے [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] جاتی ہے [illegible] [illegible]

[illegible] حکم دیں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کریں۔

[illegible]

اس کتاب میں [illegible] [illegible] کے نام دیئے گئے ہیں

ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان [illegible] میں [illegible] کا بیان [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

ترجمہ نمبر [illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] کر لیا۔

تشریح

[illegible]
[illegible]
[illegible]

سلطان [illegible] سلطان [illegible]
[illegible] سلطان [illegible] ہے۔

تحریر نمبر ۲۱۱

بنام شاہ نور اللہ رئیس جونیر کو بھیجا گیا تھا) (۲۵ ربیع الثانی ۱۲۱۲ھ ۔ ۲۱ جنوری [illegible])

کتاب فتح المجاہدین کی دو جلدیں ارسال ہیں۔ ان کتابوں کی وصولی آپ کی کتاب کی رسید بھیجیں۔ ایک کتاب آپ اپنے پاس رکھیں اور دوسری جوقدار محمد امام کو دیں۔ اور تاکید کریں کہ وہ اس کتاب کے مندرجہ قوانین کے مطابق اپنے ماتحت سپاہ سے ڈرل کرائے۔

تحریر نمبر ۲۱۲

بنام غلام علی خاں (جو [illegible] کو بھیجا گیا تھا) (۲۶ ربیع الثانی ۔ یکم فروری [illegible])

آپ کے اس دفتر میں جو تین بار پانچ حسب ذیل فوج آپ کے ساتھ تعینات ہیں ان میں پانچسو سات پیادے ہیں جو غلام محی الدین خاں بخشی [illegible] دو رنگا پور کے ماتحت ہیں۔ اس پارٹی کی تنخواہ مقررہ کا علم ہیں۔

تفصیل

جوقدار مبارک خاں کے ماتحت پیادہ اسد الہی	۷۱
جوقدار محمد امام کے ماتحت [illegible] جیش	۱۰۰
سالار فقیر محمد کے ماتحت سوار	۲۵۰

میزان ۴۲۱

ملازم

کمان چیلا	۱
چار دب کش	۲
ہرکارے	۱۰
مشعلی	۴
بلمبردار	۴
منشی	۱ ۲۴
دیباکش	۲
متصدی	۱ ۳
ہمراہ کے ماخرت مختلف کاموں کیلئے ملازم	۲۱
گولہ انداز	۱۳۱
ترجمان (محمد علی جو انگریزی اور فرانسیسی زبانیں جانتا تھا)	۱ ۹

میزان	۱۰۶

خط نمبر ۲۱۴

بنام میر غلام علی خاں

قسطنطنیہ پہنچنے کے بعد آپ [illegible] سالانہ سپاہیوں کو فی آدمی چار چار خانی کا توس دیں تاکہ وہ ڈرل کے وقت استعمال کر سکیں۔

خط نمبر ۲۱۴

بنام میر غلام علی خاں ۔ ۲۰ ربیع الثانی = ۳ فروری ۱۷۸۶ء

آپ کا خط اور فہرست ملا۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ترسیا دیوان نگر سے ابھی آپ کا لیا ہوا سامان وصول کرنا باقی ہے۔ مزید معلوم ہوا کہ آپ کو عجلت درکار تھی۔ چاہئے جو ادویہ آپ نے اس کتاب میں لکھے ہیں انہیں ترتیب دیا گیا ہے۔

آں عزیز کی خواہش کے مطابق ترسیا کو سامان جلد بھیج دینے کے لئے لکھ دیا گیا ہے۔

خط نمبر ۲۱۵

بنام بہادران اچین ۔ ۲۹ ربیع الثانی = ۱۳ فروری ۱۷۸۶ء

حکم دیا جاتا ہے کہ کلھوڑے کے دیہاتی اچیہ دھری کو اور اس کے اہل و عیال کو مع اس کے تمام مال اسباب، سونا، چاندی، جواہرات، گھوڑے اور ہاتھی وغیرہ بحفاظت یہاں بھیجا جائے۔

مزید حکم دیا جاتا ہے کہ دیسائی کے ان تمام ملازموں کو جو نا قابل اعتبار ہیں قید کرکے یہاں بھیج دیا جائے۔

خط نمبر ۲۱۶

بنام سید پیر قلعدار بنگلور۔ ۲۲ ربیع الثانی = ۱۴ فروری ۱۷۸۶ء

تم نے لکھا ہے کہ جیش اور احشام کے لئے تین سو رنگروٹ بھرتی کئے گئے ہیں

امراؤں کی فہرست کچہری دیوانی میں داخل کر دی گئی ہے لیکن راجہ راگھو چند راؤ کی تنخواہوں کی ادائیگی کے سلسلے میں ابھی تک داخل نہیں کیے ہیں۔"

معلوم ہوتا ہے کہ مترجم نے ہماری ہدایات کو ٹھیک سے نہیں پڑھا ورنہ راجہ راگھو چند راؤ کے بجائے جسونت راؤ لکھتے۔ مذکورہ راجہ کا درجہ بالکل درست ہے اگر تم ان احکام کو، جو تم کو پہلے بھیج دیے گئے تھے، غور سے دیکھتے تو تم کو اس معاملہ میں یہاں لکھنے کی ضرورت نہ پڑتی ہوتی۔

تشریح

۱۷۹۱ء کی جنگ میں یہ قلعدار قلعہ کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔ اس کا مزار قلعہ کے دروازے کے اندر موجود تھا۔ اب شاید مٹ چکا ہے۔

خط نمبر ۱۴۱۷

بنام شاہ نور اللہ (۲۹ ربیعی = ۴ فروری ۱۷۸۶ء)

آپ نے اطلاع دی ہے کہ آپ کے ہمراہ جو ہاتھی ہیں، ان میں ایک مست ہو گیا ہے۔ یہ مہاوتوں کی بے توجہی کا نتیجہ ہے۔ آپ انہیں سزا دیں۔ اور مست ہاتھی کو علیحدہ کرا دیں۔

خط نمبر ۱۴۱۸

بنام برہان الدین (۲۹ ربیعی = ۴ فروری ۱۷۸۶ء)

سنا گیا ہے کہ دشمن کی فوج ایک بڑی تعداد میں آ گئی ہے۔ اور تم پر اچانک حملہ

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

ہونے والی ہے نہ بغیر کسی خوف کے حسابوں کی تنقیح کرو۔

تم نے ایک شخص کی سفارش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مالگزاری کی وصولی کے لئے اگر اس شخص کو مقرر کیا جائے تو اس نے وعدہ کیا ہے کہ علاوہ بقایا باقی وصول کرلے گا۔ [illegible] انشاء اللہ ہم مقرر کرنے والے ہیں [illegible] وقت شخص کی [illegible] اس شخص کا اس وقت تک تقرر نہ کیا جائے۔

تبصرہ

اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان نے مالگزاری وصول کرنے کے لئے ایک منظم قانون بنا دیا تھا جس کا حوالہ اس خط میں موجود ہے۔ میں نے اس کتاب کی بہت تلاش کی لیکن نہیں ملی۔ ممکن ہے کہ انڈیا آفس لائبریری میں موجود ہو۔ جہاں زوال سرنگاپٹم کے بعد سلطان کے تمام روزنامچے اور کاغذات بھیج دئیے گئے تھے۔

پھر اس ترتیب علی کا خط لکھا گیا تھا کہ مالگزاری بڑھا دی جائے یا اس شخص کو مقرر کرکے تشدد سے لگان وصول کرے جس کی اجازت سلطان نے نہیں دی۔

خط نمبر ۲۴

بنام راجہ رام چندر دیوان بنگلور ۱۳ رمضان ۱۲۰۶ھ

تم نے لکھا ہے کہ [illegible] تم نے

ان کو جب مقررہ سید ور پیشگی رینی پا ری تو قلعہ دار سے [illegible]
اضافہ چاہا۔ معلوم ہو کہ اس کے متعلق مستقل قانون ہے [illegible]
کیا جاسکتا ہے۔

ضمیمہ ۹

[illegible] مسلمانوں [illegible]
احمدی فوج میں [illegible]

خط نمبر ۱۲۱

بنام راجہ رام چندر وقت [illegible] [illegible]

جب کبھی [illegible] ضرورت پیش آئے [illegible]
اور قلعہ دار سے [illegible] کا معائنہ کریں [illegible]
جائیں [illegible]
سپاہی [illegible]

خط نمبر ۱۲۲

بنام بدر الزمان خان [illegible]

آپ کے دونوں خط [illegible] کی گرفتاری [illegible]
۳۰ کو مسلمانوں [illegible]
کی اطلاع ملی۔ آپ نے لکھا ہے کہ ان [illegible]

چاہئے آپ کو چاہئے کہ قلعہ دار کو ایک نامہ بھیجیں کہ تمام [illegible] کریں کہ ان لوگوں
سے خوب [illegible] اور جو شخص [illegible] کا پتا نہ دیوے اس کا یہ لوگ بدلہ نہ لیویں [illegible]

تحریر نمبر ۲۳۱

بنام سپاہیان ہند [illegible] ۲۰ فروری [illegible]

ہم نے اطلاع [illegible] کہ [illegible] ہم نے اپنا [illegible]
[illegible] اور [illegible] تمام [illegible]
[illegible] ہے۔

[illegible] ہو وا [illegible] ہو [illegible]
کہ [illegible] ہے۔

[illegible] کیا [illegible] الو
[illegible] کر
[illegible] دیا۔

تحریر نمبر ۲۳۲

بنام سپاہیان ہند [illegible] ۱۹ ذوالحجہ = ۱۲ فروری [illegible]

[illegible] کہ آپ سے کچھ [illegible]
[illegible] آپ کے قریب ہی [illegible] کہ دشمن کو
[illegible] بالکل تیار رہو۔

تبصرہ

[illegible] کیا ہے کہ اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے [illegible] سلطان
[illegible] مرہٹوں کے حملہ کا یقین تھا لیکن وہ انہوں نے [illegible] حملہ [illegible]
کے شہر [illegible] کا محاصرہ کر لیا تھا۔

خط نمبر ۲۲۵

بنام [illegible] خاں (۱۱ ربیع الثانی [illegible] فروری [illegible])

تم نے لکھا ہے کہ [illegible] دار یا [illegible]
[illegible] تنخواہ [illegible] ان کے گزارہ کے لیے ناکافی ہے اس لیے اس کام
کے قابل لوگ [illegible] کام انجام دے سکیں نہیں ملتے۔
حکم دیا جاتا ہے کہ ان [illegible] کے [illegible] کی تنخواہ میں [illegible] اضافہ
کیا جائے جو تمہارے خیال میں مناسب ہو اور ان کی [illegible]

خط نمبر ۲۲۶

بنام [illegible] خاں [illegible] (۱۱ ربیع الثانی [illegible] فروری [illegible])

آپ نے خط [illegible] موصول ہوا آپ نے [illegible]
[illegible] لکھا ہے اس کے متعلق معلوم ہوا آپ [illegible]
[illegible] ایک [illegible]
[illegible] گیا ہے۔

۲۶ لاکھ بیس ہزار روپیہ جو آپ کے وزیروں اور افسروں نے غبن کیا ہے اس کا حساب بطور معائنہ کریں۔ ان لوگوں کو سزائے تازیانہ وغیرہ دے کر یہ رقم ان سے وصول کرنے کی تدبیر کریں۔

خط نمبر ۲۲۷

بنام نوازش علی خان ابن شجاع الدولہ (۱۶) ربیع الثانی = ۲۱ رفروری ۱۷۸۶ء

آپ کی درخواست موصول ہوئی۔ سفر خرچ کے لئے آپ کو ایک تھیلی بھیجا جاتا ہے۔ انڈن سبھی (Andan Sabhi) ہمارے حکم کے مطابق آپ کے پاس آئے گا۔ آپ کے اور سبھی کے لئے راہداری کے پروانے ملفوف ہیں۔ روپیہ موصول ہونے پر آپ حضوری میں آجائیں

تبصرہ

کرک پیٹرک لکھتا ہے کہ معلوم نہیں کہ یہ کون نوازش علی خاں ہے۔ جس کو بلانے کے لئے روپیہ بھیجا گیا تھا۔ شجاع الدولہ تو نواب اودھ کا خطاب ہے۔ معلوم نہیں کہ اس کے فرزندوں میں کوئی نوازش علی بھی تھا یا نہیں۔

خط نمبر ۲۲۸

بنام ارشد اللہ خاں بخشی احشام (۱۶) ربیع الثانی = ۲۱ رفروری ۱۷۸۶ء

حکم دیا جاتا ہے کہ کنک گیری کے قلعہ دار سے غبن شدہ رقم وصول کرکے

ن کو مقام ۔۔۔ سے برداشتہ کر دیں۔ نیز یہ بھی حکم دیا جاتا ہے۔ کہ آئندہ کسی قلعہ دار کو بغیر ہمارے سلطانی حکم کے نہ معزول کیا جائے اور نہ اس کو اس کی جگہ سے دوسری جگہ تبدیل کیا جائے۔ یہ تاکیدی حکم ہے۔

تبصرہ

کرک پیٹرک لکھتا ہے۔ کہ خط میں جس مقام کا نام ہے۔ وہ پڑھا نہ جا سکا۔

خط نمبر ۲۲۹

نام ارشد اللہ خاں بخشی شام (۱۶ ربیع الاول = ۱۲ فروری ۱۷۸۶ء)

معلوم ہوا۔ کہ قسمت کنگ گیری کے قلعہ دار نے معزول شدہ رقم وصول کر کے ان کو ملازمت سے علیحدہ کر دیا ہے۔ اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ آئندہ بغیر ہمارے سلطانی حکم کے کسی قلعہ دار کو ملازمت سے علیحدہ نہ کیا جائے۔ یہ حکم تاکیدی ہے۔

تبصرہ

معلوم ہوتا ہے۔ کہ خط نمبر ۲۲ لکھنے کے بعد احسان اللہ کا ایک عرضہ خداداد سلطان کو ملا تھا جس کا یہ جواب لکھا گیا ہے

خط نمبر ۲۳۰

نام لطف علی خاں و [illegible] اللہ خاں (۲۲ ربیع الاول = ۲۰ فروری ۱۷۸۶ء)

[illegible] قرق [illegible] کی قیمت [illegible] ہزار دو سو تیس روپیہ ہے

ایک مرید مہر کر ساتھ پہنچ جاتے ہیں۔ آپ کو چاہیے جو بین عدد کلغی تیار ہو رہی [illegible] اور زیور ایک بیت بنائے گئے تھے، وہ کم قیمتی ہیں۔ ان کے عوض ایسے جو تیار ہو رہے ہیں ان تفصیل خطوں میں لکھی گئی ہے۔ اپنی کتاب رسید میں ان کا اندراج کر لیا جائے۔

تبصرہ

ایسے [illegible] کئی بار ہاتھ آیا۔ غالباً یہ ٹیپو سلطان کی [illegible] جو پیش کرنے کے لئے تھیں۔

خط نمبر ۱۱۲۲

بنام نعمت علی خان، غلام علی خان۔ (۲۴ ربیع الثانی یکم مارچ ۱۷۸۶ء)

شاہ نور اللہ خان، محمد حنیف

آپ کے خط ملے۔ آپ نے لکھا ہے کہ تمام سامان درست ہو گیا ہے اور جہازوں پر بار کر دیا ہے۔ اور اب آپ صرف سیاہ مرچ اور جواہرات پہنچنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ سیاہ مرچ تو بھیج دیا گیا تھا اور وہ اس وقت تک پہنچ گئے ہوں گے۔ جواہرات [illegible] روانہ کئے جا رہے ہیں۔ ان کے موصول ہونے پر آپ جلد از جلد سفر شروع کر دیں۔

آپ نے لکھا ہے کہ جدہ جانے کا موسم ختم ہو چکا ہے لیکن ایسی صورت میں مسقط بصرہ جا سکتے ہیں۔ آپ نے اس کے متعلق ہماری مرضی دریافت کی ہے۔ کچھ عرصہ پہلے ہم نے عثمان خان کو بھیجا تھا، جو بصرہ اور بغداد کی راہ سے قسطنطنیہ پہنچے۔ ان سے معلوم ہوا ہے کہ بغداد سے قسطنطنیہ کو کاروان [illegible] جاتے ہیں۔ اس لئے اس وقت بہتر یہی ہے کہ آپ بھی اسی راستے سے سفر کریں۔

[illegible] ہے کہ [illegible]
کی [illegible] آپ کا وہاں جانا [illegible] سب سے [illegible] آپ وہاں [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] تمام [illegible] کے مطابق [illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
سوسائٹی [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] کا بیان [illegible]
[illegible]
[illegible] تجویز کو عملی جامہ [illegible]
[illegible]
[illegible]

تبصرہ

[illegible] خطوط نمبر ۲۴۴ اور ۲۴۷ پر تبصرہ کرتے ہوئے [illegible]

[illegible]

(۱) اس [illegible] سلطان [illegible] ہدایت دی تھیں [illegible]

[illegible] اور [illegible]

[illegible]

[illegible] ترکی بھیج دیا گیا بلکہ [illegible]

[illegible] معلوم ہوتا ہے کہ سلطان نے اس وفد کو شاہ

[illegible] کی ہدایت دی تھی [illegible] معلوم [illegible]

[illegible]

[illegible] کو دینا چاہتا تھا۔ پھر [illegible]

سلطان [illegible] کچھ مقصد معلوم نہیں ہوتا

کچھ بھی معلوم [illegible] سلطان کی یہ تجویز [illegible] سے بحث

[illegible]

[illegible] کی ایک نقل

[illegible] کی عنایت

[illegible] وہی موقع ہے۔ اس

[illegible] مندرج کر

[illegible] کی کتاب

اس کو نہیں ملا جس میں ان ہدایات کے موجود ہونے کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے۔

خط نمبر ۲۳۲

بنام بدر الزماں خان (۱۵ ایزدی = ۲ مارچ ۱۷۸۶ء)

جیش کے سپاہیوں کو گوشت تقسیم کرنے کے بعد اس کی قیمت ان کی تنخواہ سے کاٹ لی جائے۔ احشام کے سررشتہ داروں اور گماشتوں کو ان ہدایات کے مطابق، جو آپ کو پہلے دی گئی ہیں، الاؤنس دیا جائے۔ اسکولوں کے بچوں کو جو پانچ سے دس سال تک کے ہوں، انہیں روزانہ نقد ایک ایک پیسہ دیا جائے

تبصرہ

پوری سلطنت میں بچوں کی تعلیم کے لئے مدرسے جاری تھے نہ صرف فوجیوں کے بچوں کے لئے بلکہ تمام یتیموں کے لئے سلطان نے یتیم خانے بھی بنائے تھے۔ آج نہ ان مدرسوں کا نام و نشان ہے اور نہ یتیم خانوں کا۔ حکومت مسلط نے مدرسوں کو مٹا کر مسلمانوں کی تعلیم کا کوئی بندوبست نہیں کیا۔ انگریزی اور کنڑی کو سرکاری زبان قرار دیا گیا۔ مسلمانوں کی تعلیم کے لئے پہلا اردو مدرسہ سرکاری جانب سے ۹۰ سال بعد یعنی ۱۸۷۶ء میں بنایا گیا۔

خط نمبر [illegible]

بنام [illegible] خاں [illegible] ۱۹۴۶ء)

[illegible] (Funding and Nagas) [illegible]

[illegible] اور [illegible]

[illegible] کریں

خط نمبر [illegible]

بنام [illegible] پونا [illegible] مارچ ۱۹۴۵ء)

[illegible] کے ذریعہ [illegible] ناگپور [illegible]

[illegible]

[illegible] ناگپور [illegible]

[illegible] بالکل [illegible]

[illegible]

[illegible] آپ [illegible] اور [illegible]

[illegible] کریں [illegible] آگاہ کرتے

[illegible] درمیان [illegible] پیدا کرے

[illegible]

[illegible] ہے [illegible]

[illegible]

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

خط نمبر [illegible]

بنام [illegible]

[illegible]

چاہئے کہ ان کو سکھ قبیلوں کو ایسی جگہ رکھیں جہاں کی آب و ہوا ان کو راس آئے کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ ان کا ملک ٹھنڈے مقامات سے بھرا ہوا ہے۔

تبصرہ

کرکپیٹرک لکھتا ہے کہ اسی زمانے میں سلطان نے بدرالزمان خان کو متعدد خطوط لکھے جن میں رسد فراہم کرنے کا حکم تھا کیونکہ سلطان ادھونی پر چڑھائی کی تیاری کر رہا تھا

خط نمبر ۲۳۶

بنام زین العابدین بخشی، شاہ نور الدین سادات گوتی۔ (۲۹ احمدی، ۲۵ مارچ ۱۷۸۷ء)

ہری سنگھ سرکارہ کے ذریعہ کا دکر نامہ تمہارے حسب الارشاد یہاں ملفوف ہے۔ رسد اور بارود کے متعلق تم سعی کرو۔ جو تحریری احکام میں موجود ہے ان کی موجودگی میں تمہارا اپنی مرضی کے مطابق کام کرنا حیرت انگیز ہے۔

خط نمبر ۲۳۷

بنام برہان الدین (رقیم بیاضی، ۲۷ مارچ ۱۷۸۷ء)

اطلاع ملی ہے کہ ہلکر، گنپت راؤ، وٹھل راؤ اور دوسرے مرہٹہ سردار تیس ہزار فوج جمع کر کے آں نور چشم کی فوج پر چھاپہ مارنے والے ہیں۔ اور شولاپور کے راجہ کا وکیل اور بھجن گڑھ کا زمیندار، دشمن کی اس فوج کے سپہ سالار سے ملے تھے، جہاں ان کی خوب آؤ بھگت ہوئی۔ اور ان کو آمادہ کیا گیا کہ اپنی اپنی فوج لے کر وہ بھی

نشان جو چوبداروں نے آپ نوشتہ قلم کر خود ذریعہ احتیاط کرانے کی تاکید کی جاتی ہے۔

خط نمبر ۲۴۳

بنام سرداران الٰہی (۲۰ ربیع الثانی، ۵ مارچ ۱۷۸۹ء)

اطلاع ملی ہے کہ انگریزوں نے ہلکر (Holkar) اور سندھیا کے ساتھ تمہاری طرف بڑھنے کا ارادہ کیا ہے، لہٰذا لکھا جاتا ہے کہ تم اپنا پیادہ و سوار کے ساتھ ترتیب سے تیار رہو اور کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑو۔ اس بات کی کہ تمام باشندوں کو دشمن کی نقل و حرکت کی خبر لیتے اور ہوشیار رہنے کی اطلاع دی جاتی ہے۔

خط نمبر ۲۴۴

بنام راجہ ... دیوان بنگلور (۲۳ ربیع الثانی، ۵ مارچ ۱۷۸۹ء)

اطلاع دی جاتی ہے کہ تم نے جو ... بنگلور ... کو رخصت دے کر بھیجا ہے اس کی رخصت کو منسوخ کر کے اس کا ... جو ... بنگلور کے ذمہ سرکار کے واجب الوصول ہیں ... ان روپوں کا حساب دیا جائے۔ ورنہ تم اس کے ذمہ دار قرار دیئے جاؤ گے۔

خط نمبر ۲۴۵

بنام محمد افضل قلعہ دار ... (۲۳ ربیع الثانی، ۱۰ مارچ ۱۷۸۹ء)

تم کو ... کی حفاظت کے کام میں نہایت مستعد رہنا چاہیے تاکہ ... آباد کی

[illegible] کی درخواست کی [illegible]

[illegible]

[illegible] دیا جائے۔

خط نمبر ۱۲۳

بنام [illegible] (۱۳ مارچ [illegible])

حکم ہوا ہے کہ [illegible] فوراً بھیج [illegible]

[illegible] جائے گا۔

خط نمبر ۲۲۳

بنام [illegible] (۱۲ مارچ [illegible])

[illegible] (Lakon) کا [illegible]

[illegible] کی [illegible]

[illegible]

[illegible] احکام [illegible]

[illegible]

[illegible] پر عمل کریں

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

خط نمبر [illegible]

[illegible]

[illegible]

خط نمبر [illegible]

[illegible]

[illegible] کیا جاتا ہے۔

خط نمبر ۲۴۵

بنام حاکم شاہنور (۲۲ بیاضی = یکم اپریل ۱۷۸۶ء)

آپ کی درخواست کے مطابق دیوان نگر، زرسبا کو حکم دے دیا گیا ہے۔ کہ زر پیشکش حاصل کر کے رسید دے دی جائے۔

خط نمبر ۲۴۶

بنام برہان الدین (۲۷ بیاضی = ۱ر اپریل ۱۷۸۶ء)

تم نے اطلاع دی ہے۔ کہ تم نے معری کوٹہ میں کیمپ ڈالا ہے۔ اور تورکل کے قاضی کو حضوری میں بھیجا ہے۔ تمہاری درخواست کے مطابق وہاں کے عاملوں اور تعلقداروں کے نام پروانے جاری کئے گئے ہیں۔ کہ دشمن کی نقل و حرکت کی اطلاع تم کو دیتے رہیں۔

غارت گر سوار اور فوج کو حکم دو۔ کہ دشمن کو پریشان کرتے ہوئے ان سے جس قدر گھوڑے مل سکتے ہوں، گرفتار کر لیں۔

خط نمبر ۲۴۷

بنام عامل افضل آبادی نگر (۱۲ر احمدی = ۷ر اپریل ۱۷۸۶ء)

بغاوت کے ہنگاموں سے ڈر کر نظیر آباد سے دو ہزار باشندے شہر چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ اب جبکہ امن و امان ہو گیا ہے۔ ان کو اطمینان دلاتے ہوئے، واپس بلا کر

آباد کرنے کی کوشش کریں۔

خط نمبر ۲۴۸

بنام محمد عبداللہ شوال جیش (۲۴ رمضان ۱۱۹۹ھ = ۹ اپریل ۱۷۸۵ء)

فوج اسد الہٰی کے ایک ہزار دو سو چالیس بیل اور بارگاہ کی ٹکڑیوں کے جو بیلوں کو تمہارے ماتحت چراگاہ میں بھیجا جاتا ہے۔ یہاں انہیں اچھی طرح پال کر پھر یہیں بلایا جائے۔ گوالوں کو چراگاہ میں رکھیں تاکہ روزانہ ان کی نگرانی کریں۔ وہاں گوالوں سے باقاعدہ مچلکے لے کر ہمارے روبرو بھیج دیا جائے۔

تبصرہ

یہ سلطنت خداداد کا احسان ہے کہ میسور میں حضرت ٹیپو سلطان کے زمانے میں بیل اور گائے پالنے کا ایک محکمہ قائم ہوا۔ جہاں نسل کشی بھی کی جاتی تھی۔ اس محکمہ کی شاخیں سلطنت کے ہر حصے میں موجود تھیں۔ اور ان کے ماتحت چراگاہیں بھی ہوتی تھیں۔ آج بھی ریاست میسور میں یہ محکمہ باقی ہے۔ جہاں گائے اور بیل پالے جاتے ہیں۔ اور نسل کشی ہوتی ہے۔

خط نمبر ۲۴۹

بنام داروغہ ڈاک سرنگاپٹم (از بنگلور) (۱۷ ذی الحجہ ۱۱۹۹ھ = ۱۱ اپریل ۱۷۸۵ء)

ہمارے پاس پہنچنے سے پہلے جن تھیلوں اور ڈاک لفافوں کے خراب ہونے کا

احتمال ہو، انہیں داروغۂ توشک خانہ متعلق بہ اجناس کے حوالے کریں۔ جہاں ان کو حفاظتی طور پر بکسوں میں بند کرکے بھیجنے کے لئے دیا جائے گا۔

خط نمبر ۲۵۰

بنام شمس الدین خاں میر نگاہیم (از بنگلور) (۱۹ راحمدی = ۱۴ راپریل ۱۷۸۶ء)

حکم دیا جاتا ہے کہ ہمارے کتبخانہ سے مندرجہ ذیل کتابوں کی خوشخط نقلیں لیکر جلد روانہ کرو۔

گلستاں	۱ جلد	خالق باری	۱ جلد
بوستاں	۴ جلد	کریما	۱ جلد
یوسف زلیخا	۱ جلد	آمدن	۱ جلد

تبصرہ

کرک پیٹرک لکھتا ہے۔ کہ خطوں کے مجموعہ میں کتابوں کے لئے بہت سے خطوط موجود ہیں۔ اوپر جو فہرست دی گئی ہے۔ بچوں کے پڑھنے کی کتابیں ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سلطان کے ساتھ اس کے شہزادے بھی سفر میں تھے۔

خط نمبر ۲۵۱

بنام میر محب علی بخشی احشام فیض حصار۔ گوتی (۱۱ راحمدی = ۱۶ راپریل ۱۷۸۶ء)

حکم دیا جاتا ہے۔ کہ محکمۂ کنڈاچار کے سررشتہ دار رام راؤ کو جو روپوش ہوگیا ہے۔ مع اس کے اہل و عیال کے گرفتار کرنے کی کوشش کریں کیونکہ اس شخص

پاس سرکار کا بہت سا روپیہ ہے۔

خط نمبر ۲۵۴

بنام عبدالحکیم خان - حاکم شاہپور (راجپوتانہ) [illegible] = [illegible] اپریل [illegible]

تم نے لکھا ہے کہ [illegible] نہایت سختی سے [illegible] آپ کی خواہش کے مطابق [illegible] روانہ کریں [illegible] دشمنوں کے [illegible] اس لئے [illegible] انگریزی وصول نہیں ہو سکتی [illegible] دشمن کی سرکوبی کر دی جائیگی آپ رعایا کو اطمینان دلائیں اور مالگزاری وصول کریں [illegible] دشمنوں کا خوف دور ہو جانے کے بعد مالگزاری وصول کر لی جائے [illegible] ہے۔

خط نمبر ۲۵۵

بنام شمس الدین خان - [illegible] [illegible] ۲۱ اپریل [illegible]

تمہارا عریضہ پہنچا [illegible] کے متعلق کچھ ہدایات دیتے ہو [illegible] اس خط میں لکھتے ہیں [illegible]

[illegible] کی قیمت [illegible] کے متعلق تحریری حکم [illegible] کہلا بھیجیں

پڑھا گیا۔

صادق طور پر اس میں لکھا گیا ہے۔ کہ کن چیزوں کی قیمت دی گئی ہے اور کن چیزوں کی سرکار کی جانب سے واجب الادا ہے۔ لہٰذا اُس کے مطابق عمل کیا جائے۔

تبصرہ

شمس الدین خاں کا مزار مسجد اعلیٰ کے صحن میں بائیں جانب ہے نشانی یہ ہے کہ یہ مزار بہ نسبت دوسرے مزاروں کے بہت بڑا اور روبروی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ قاضی القضاۃ تھے۔ ممکن ہے۔ کہ ان خطوں میں جس شمس الدین خاں کا ذکر ہے۔ وہ اور کوئی ہوں یا یہی شمس الدین خاں بعد میں قاضی القضاۃ مقرر ہوئے ہوں۔ کیونکہ اور کسی شمس الدین کا نام سنا نہیں گیا۔ گنبد اور مسجد کا جو موجودہ انتظام ہے اس کے متعلق معلوم ہوا ہے۔ کہ یہ انہیں کا تجویز کردہ تھا۔

خط نمبر ۴۵

بنام برہان الدین (۱۷ ربیع الآخر = ۲۶ اپریل ۱۴۸۱ء)

تم نے لکھا ہے کہ وہاں کے قلعہ دار نے پچاس ہزار طلائی پگوڈوں کے سوا جن کا حکم دیا گیا تھا پچیس ہزار پگوڈے زیادہ کیے ہیں۔ تم نے اس رقم کے متعلق ہمارا حکم دریافت کیا ہے۔ قلعہ دار مذکور کو لکھا گیا ہے۔ کہ آئندہ تنخواہ کی رقم روانہ کرتے وقت اس رقم کو وضع کر لیا جائے۔

تم نے یہ بھی لکھا ہے کہ بیگم رضا لہ اور ایک قشون کو دشمن کی سرزنش

کے لئے ... دں میں بھیج دیا گیا ہے۔ آئندہ اس کام کے لئے سپاہ حبش (باقاعدہ) کو نہ بھیجا جائے بلکہ سوار فوج کی پارٹیوں کو بھیجا جائے۔

خط نمبر ۶۰۴

بنام مرزا محمد خاں بہادر شمس الملک۔ (۱۹ ربیع الثانی = ۲۴ اپریل ۱۶۷۶ء)

آپ نے ارادہ ظاہر کیا ہے کہ آپ اپنی ماتحت فوج کیساتھ ملازمت سلطانی میں آنے کے آرزومند ہیں۔ آپ نہایت اطمینان کیساتھ یہاں تشریف لائیں۔ آپکے لئے مناسب جاگیر مدد روپیہ دیا جائیگا۔ چونکہ فاصلہ درمیانی بہت زیادہ ہے اس لئے جس قدر زیادہ فوج مل سکے بھرتی کر کے ساتھ آئیں۔

آپ نے جو تسبیح اور جانماز بھیجی ہے اس سے خوشی ہوئی۔ اگرچہ خدا کے فضل سے دنیاوی تحائف ہمارے پاس کثرت سے ہیں لیکن یہ تحفہ دینی ہونے کی وجہ سے ہمیں نہایت عزیز ہے۔

ہمارا ارادہ تھا کہ آپکے لئے ایک خلعت اور کچھ جواہرات روانہ کریں لیکن فاصلہ کی دوری کی وجہ سے ہرکاروں نے لے جانے سے انکار کر دیا۔

تبصرہ

کرک پیٹرک اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:۔

"معلوم ہوتا ہے کہ یہ حیدرآباد کا کوئی امیر تھا۔ دارا جاہ فرزند بسالت جنگ کے ماتحت بھی اسی نام کا ایک امیر تھا۔ معلوم نہیں یہ وہی ہے یا کوئی اور۔"

خط نمبر ۲۵۶

بنام میر کاظم داروغہ کوٹھی مسقط ۱۹ / احمدی = ۲۴ / اپریل ۱۷۸۶ء

تمہارے تینوں خطوط اور حساب کے گوشوارہ جات موصول ہوئے۔ آپ نے لکھا ہے کہ تم نے جہاز دریا پرستگ تلیم کے عوض معدنی نمک (شورہ) خرید کر بھیجا ہے۔ ہم نے تمہیں دو اور ڈونگی بنانے والے کاریگروں اور تخم زعفران کے لئے بھی لکھا تھا۔

اب مسقط کی کوٹھی، عامل منگلور، غلام محمد کے ماتحت کر دی گئی ہے۔ تم اپنا تمام تجارتی کام ان کی ہدایت کے مطابق سر انجام دو۔ غلام علی خان، نور اللہ وغیرہ یہاں سے ترکی کی سفارت پر مقرر ہو گئے ہیں۔ مسقط میں ان کی آمد کی تاریخ سے مطلع کیا جائے۔

دلال کو حکم دو کہ ریشم کے کیڑے اور ان کے پالنے والوں کو اسی طرح خرما (کھجور) کے چند پودے اور ان کی کاشت جاننے والوں کو مہیا کرے۔ کرنجیک جتنی بھی مل سکتی ہے، خرید لو اور بحرین میں موتی تلاش کرنے والوں کو ملازمت دے کر روانہ کر دو۔

ایران کے حالات سے آگاہ رہو نیز اسی قسم کی اطلاعات حاصل کرتے رہو۔ غلام محمد، عامل منگلور کو اطلاع دے دی گئی ہے کہ تم آئندہ یہاں آنے والے تاجران مسقط کو سرٹیفکیٹ دو گے۔

تبصرہ

کرک پیٹرک اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ :۔

" خط میں سلیم کا ہی لفظ ہے۔ لیکن جہاں تک میں نے تحقیق کی ہے سلطان کو سنگِ انگشت یعنی معدنی کوئلہ کی سخت ضرورت تھی اور یہی چیز وہ وہاں سے منگوا رہا تھا۔ اور یہاں میسور میں بھی ماہرین کو مقرر کر کے وہ ان کی کان دریافت کر رہا تھا۔

غلام علی کو جو ہدایات دی گئیں۔ ان میں بھی سلطان نے لکھا ہے۔ کہ زمین میں سے نکلنے والے یعنی پتھر کے کوئلہ کے دریافت کنندہ ماہرین کو ترکی یا فرانس سے بھیجا جائے۔ ان ہدایات کو ضمیموں میں دیکھیں۔

خرما اور زعفران کی کاشت میں ناکامی ہوئی۔ میسور علاقہ کی آب وہوا میں یہ بارور نہ ہو سکے۔ سرنگاپٹم اور بنگلور میں لال باغ، سلطان نے تجربوں اور کسانوں کو کاشتکاری کے طریقے سکھلانے کے لئے ہی بنائے تھے۔ سلطان کی یادگاروں میں لال باغ اب بھی بنگلور میں موجود ہے۔ ڈاکٹر بکانن اپنے سفر نامہ میں حیرت سے لکھتا ہے۔ کہ یہاں جنوبی افریقہ کے درخت تک موجود ہیں۔ اس ڈاکٹر نے ۱۸۰۱ء میں میسور کا سفر کیا تھا۔

خط نمبر ۲۵۷

بنام عامل منگلور (۱۹/۱ احمدی = ۲۴/ اپریل ۱۷۸۶ء)

اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ یہ کاظم ناظم کوٹھی مسقط نے ہمارے جہازوں پر

مسقط کا نمک رشید رضا بھیجا ہے۔ اس کے وصول ہونے پر تھوڑا یہاں بھیج دیا جائے تا کہ معلوم ہو کہ کس قسم کا ہے۔ میر کاظم کو لکھا گیا ہے۔ کہ مسقط سے آنے والے تاجروں کو سرٹیفکیٹ دیا کریں۔ اگر کوئی تاجر یہ سرٹیفکیٹ ساتھ لے کر آئے۔ تو ان کے ہاتھ چاول وغیرہ فروخت کیا جائے۔ اور دوسرے تاجروں سے بھی خرید کی اجازت دے دیں۔

مسقط کی کوٹھی کا حساب آمد و خرچ ارسال ہے۔

خط نمبر ۲۵

بنام سپہ دار سید غفار (از بنگلور) (۲۴ احمدی = ۲۹ اپریل ۱۷۸۶ء)

تم نے دشمن کے جمعداروں کے لئے ہماری جانب سے خطوط طلب کئے ہیں ان شاء اللہ عنقریب وہاں پہنچنے والے ہیں۔ اس کے بعد اس معاملہ پر غور کیا جائیگا معلوم ہوا ہے۔ کہ تم نے اپنے بھائی کو بطور رسالدار داخل کیا ہے۔ اور تنخواہ کے متعلق دریافت کیا ہے۔ کہ کتنی مقرر کی جائے۔ جیش کچہری کے احکام میں رسالداروں کی مقررہ تنخواہ درج ہے۔ اس پر عمل کرو۔ اور نئے بھرتی ہونے والوں کے لئے روزانہ بارہ آنے قلمی الاؤنس بھی دیا جاتا ہے۔ لہذا اسی کے مطابق تنخواہ اور الاؤنس دیا جائے۔

خط نمبر ۲۶

بنام سلیمان الیدری (۲۰ احمدی = یکم مئی ۱۷۸۶ء)

تم نے اطلاع دی ہے۔ کہ سپہ دار سید غفار اور سپہ دار شیخ انصر کو علاقہ

راستے سے تم نے کشور روانہ کیا تھا۔ شیخ انصر نے دشمن کی محاصرہ کرنے والی فوج پر اچانک حملہ کر کے اس میں سے ہزار پیادوں کو گرفتار کیا ہے۔ اور سید غفار نے راستے میں دشمن کے ایک چھوٹے سے قافلہ پر جس میں پانچ سو سپاہی تھے حملہ کر کے سب کو گرفتار کر لیا ہے۔ اور پھر رات کا وقت، دشمن کی ایک اور فوج پر چھاپہ مار کے جس میں ہزار سوار تھے بہتوں کو گرفتار کیا اور سلامتی سے کشور پہنچ گئے اور یہاں کی مقیم فوج کو سامان رسد اور گولہ بارود دے کر دونوں سپہ دار ایک جنگلی راستہ سے واپس آنے والے ہیں۔ اور انہیں یقین ہے کہ وہ شبانہ روز میں آکر مل جائیں گے۔ اور تم نے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ ان کے آنے کے بعد گھوڑوں اور مالِ غنیمت کا حساب لیکر اطلاع دو گے" یہ سنکر خوشی ہوئی کہ تمہاری تجارت کر فوج چھاپے مار مار کر کشور سے لا رہی ہے۔ اور یہ کہ ہمارے حکم کے مطابق اب تم اس فوج کو اس فرض سے سبکدوش کرنے والے ہو۔

سپہ داران مذکور کے واپس آنے کے بعد ان کی فوج سے ان لوگوں کے نام معلوم کر کے اطلاع دو جنہوں نے اس مہم میں بہادری کے کام کئے ہیں تاکہ ان کے لئے انعامات تجویز کئے جائیں۔

تم نے لکھا ہے کہ گنگا کے سرشتہ دار کے ہمراہ سات سو پیادے راستے میں آکر ملے ہیں۔ اور ان کے ساتھ خود دار حسینی بیگ بھی کشور کی قلعہ داری کے لئے [illegible] آگئے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ بیمار ہیں۔

حکم دیا جاتا ہے کہ تم حسینی بیگ کو علاج کے لئے اپنے پاس رکھو اور غوث محمد خاں کو جو دھاڑواڑ میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھا چکے ہیں ترقی دے کر

کنڈور کے مستقل قلعہ دار بنا دو۔ اور انہیں اور شیر خاں عامل کنڈور کو بہ تاکید کہا جائے کہ اگر انہیں دشمن کے مقابلہ میں کنڈور کی حفاظت مشکل نظر آئے۔ تو سپاہیوں کو ناحق کٹوانے کی بجائے، قلعہ خالی کر کے واپس آجائیں۔ مگر اس سے پیشتر قلعہ کو اندر کی جانب سے اس طرح مسمار کر دیں کہ سوائے مٹی کے ڈھیر کے اور کچھ باقی نہ رہے۔

تبصرہ

معلوم ہوتا ہے۔ کہ مرہٹوں نے برہان الدین کا کیمپ یہاں سے اُٹھ جانے کے بعد، کنڈور کا محاصرہ کر لیا تھا۔

خط نمبر ۲۶۰

بنام برہان الدین (۲۷ راحمدی = ۲ رمئی ۱۷۸۶ء)

اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ فرنگی جنرل میتھیوز (Mathews) کی فوج کے ایک رسالدار کو، جو آجکل ہمارے پاس آیا ہوا ہے۔ تمہارے پاس بھیجا جاتا ہے اس کو رسالہ میں تعینات کر دو۔ تم نے چھوٹی بندوقیں طلب کی ہیں۔ انشاء اللہ عنقریب ہم وہاں پہنچ کر احکام صادر کریں گے۔

خط نمبر ۲۶۱

بنام دلیر خاں بہادر۔ دلیر دل۔ وزیر شاہنور (۲۸ راحمدی = ۳ رمئی ۱۷۸۶ء)

آپ نے اطلاع دی ہے۔ کہ تخم ریزی کا موسم قریب آجانے کی وجہ سے آپ حساب کتاب کے لئے ملہاری راؤ، اور اس کے لڑکے کی بجائے رام راؤ۔ تمنا پنڈت اور

ونکٹ راؤ کو بھیجنا چاہتے ہیں چونکہ اگلے حساب کی تشریح کی ضرورت ہے آپ ہمارے راؤ
اور اس کے لڑکے کو بھی روانہ کریں۔ نئے آدمی یہ کام نہیں کر سکیں گے۔

خط نمبر ۲۶۲

بنام برہان الدین (۲۸ احمدی = ۲۲ مئی ۱۷۸۶ء)

اطلاع دی جاتی ہے کہ ہمارے جو فوجی دشمن کے گھوڑے اور اونٹ پکڑ لائے ہیں یہ جانور انہیں کو واپس کرتے ہوئے پھر ان سے مناسب قیمت پر خرید لو۔ قیمت نقد اور فوراً ادا کی جائے۔ ان کو یہ اجازت نہیں کہ ان جانوروں کو باہر فروخت کریں۔ اور یہ بھی اطلاع دی جائے کہ ان کے بھائی بند اگر اپنے گھوڑوں کو لے کر فوج میں داخل ہونا چاہتے ہیں تو یہ گھوڑے انہیں دے سکتے ہیں۔ ان لوگوں کو خود سوار فوج میں ملازمت دی جائے گی۔

ہم نے تم کو لکھا تھا کہ کاٹر کا قلعہ خالی کردو لیکن دشمن چونکہ یہاں سے فرار ہو چکا ہے اس قلعہ کو خالی نہ کرو۔ بلکہ سامان رسد اور گولہ بارود بھیج کر اس کو دوبارہ مستحکم کیا جائے۔

خط نمبر ۲۶۳

بنام (از تلنگ) (۲۹ احمدی = ۲۳ مئی ۱۷۸۶ء)

۱۔ میر زمان خاں ۲۔ قاضی مرزا بیگ

۳۔ قاضی ونجر ۴۔ قاضی بنگلور

۵- دیوانِ نگر

۶- دیوانِ و بخشیِ احشام سرنگاپٹم

۷- دیوانِ بخشیِ احشام نیض حصار (گوتی)

۸- دیوان و بخشیِ احشام حضوری-

۹- دیوان و بخشیِ احشام- بنگلور

۱۰- شاہ داماد عطاءاللہ شاہ-

۱۱- سید حسن شاہ بن عاقل شاہ-

۱۲- دیوان و بخشیِ احشام گرم کنڈہ-

۱۳- قلعہ دار نگر-

۱۴- قلعہ دار نرجش (بلاری)-

۱۵- قلعہ دار سرنگاپٹم-

۱۶- دیوان فرخ یاب حصار (چتل درگ)

۱۷- دولت خان قلعہ دار فرخ یاب حصار (چتل درگ)

۱۸- قلعہ دار نیض حصار گوتی

۱۹- برہان الدین-

۲۰- میرزا حیدر حسین-

۲۱- دلیر دل خاں

۲۲- فوجدار و بخشیِ احشام کالی کٹ-

۲۳- سید احمد صاحب-

۲۴- بخشیان جیش کچہریاں-

۲۵- بخشیانِ بارگیر کچہریاں-

۲۶- عملدار منگلور (کوڑیال بندر)

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت جو احکام کہ مسلمانوں کو دئیے گئے تھے انہیں مسلمان بادشاہوں نے انہیں بھلا دیا جس کی وجہ سے مسلمانوں میں ضعف پیدا ہو گیا- اس لئے ہم خدا کی تائید سے ان احکام کو اپنے دستخط اور مہر سے دوبارہ جاری کرتے ہیں- اور وہ اس خط کے ساتھ ملفوف ہیں-

آپ کا عہدہ اور حیثیت ایسی ہے کہ آپ ان کو بہترین طریقہ پر اپنے ماتحتوں میں اشاعت کرتے ہوئے تمام مسلمانوں کو ان سے آگاہ کر سکتے ہیں- خدا تعالیٰ پاک آپ کو اس کا اجر دے گا-

آپ کو چاہئے کہ ان کی بے شمار نقلیں تیار کر کے مسلمانوں میں تقسیم کریں ۔

قاضیوں کو بھی ان کی اشاعت کے متعلق ہدایات دیں۔

تبصرہ

کرک پیرٹک اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ احکام سے مراد اعلان جہاد ہے۔ سلطان کے اس اعلان جہاد کو ہیں نے مکاتیب کے آخر میں دیا ہے۔

خط نمبر ۲۶۴

بنام عبدالغنی۔ کمیدان (۲۹ راحمدی ۲۰ مئی ۱۷۸۶ء)

تم نے خواہش ظاہر کی ہے کہ تم اپنی ماتحت فوج کیساتھ ہماری ملازمت میں آنا چاہتے ہو۔ ضرور آئیے۔ تمہارے مناسب حال درجہ دیا جائے گا۔

خط نمبر ۲۶۵

بنام علی راجہ بی بی کنانور (۲۹ راحمدی ۲۰ مئی ۱۷۸۶ء)

آں عفت پناہ سے خواہش کی جاتی ہے کہ تلیچری کے حالات دریافت کر کے جلد اور بالضرور اطلاع دیں۔

تبصرہ

تلیچری کا بندر ساحل ملیبار پر انگریزوں کے قبضہ میں تھا۔ یہاں ان کی تجارتی کوٹھی تھی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں انگریز کچھ کارروائی کر رہے تھے اس لیے سلطان نے علی راجہ بی بی کو حالات دریافت کرنے کیلئے لکھا ہے۔

خط نمبر ۲۶۶

بنام غلام معصوم، عامل ملکنٹہ (کولار) — ایکم بہاری = ۵ مئی ۱۷۸۶ء

تم نے اطلاع دی ہے۔ کہ جمعدار سیوا رائن نے بخشی نواب بیگ کو اس شدت سے زدوکوب کیا۔ کہ بخشی صاحب فوت ہوگئے۔ اور تم نے جمعدار مذکور کو قید کر لیا ہے۔ ہمارا خاص کیمپ پرسوں بالاپور میں ہوگا۔ اس شخص کو پابہ زنجیر کرکے ڈولی میں بٹھاکر، اپنے ساتھ لے آؤ۔

خط نمبر ۲۶۷

بنام فضل علی خاں — ایکم بہاری = ۵ مئی ۱۷۸۶ء

تم نے اپنی ماتحت سپاہ کی جانبازی کی اطلاع دی ہے۔ حکم دیا جاتا ہے کہ جو سپاہی زخمی ہوگئے ہیں، انہیں ضابطہ کے مطابق معاوضہ دیا جائے اور دشمن کا جو مال و اسباب ملا ہے۔ اس کو لانے والوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

خط نمبر ۲۶۸

بنام سپہ دار محمد علی — ایکم بہاری = ۵ مئی ۱۷۸۶ء

بجواب خط اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ تمہاری تنخواہ کو نکال کر لینے کے لئے جو تحریر طلب کیا گیا ہے۔ وہ ہمارے وہاں رونق افروز ہونے کے بعد دیا جائے گا۔

خط نمبر ۲۶۹

بنام برہان الدین (۲ر بہاری = ۶ مئی ۱۷۸۶ء)

تم نے اطلاع دی ہے۔ کہ مرہٹوں اور نظام علی خاں میں مالی معاملات کے متعلق ان بن ہوگئی ہے۔ اور حیدر آبادی فوج مرہٹہ کیمپ سے جو بادامی میں ہے چھ کوس دور چلی گئی ہے۔ انشاء اللہ ہم بہت جلد بادامی اور رام درگ کو محاصرہ سے نجات دلائیں گے۔ تم نے اچھا کیا۔ کہ مال غنیمت میں جو گھوڑے ملے تھے پھر انہیں گرفتار کرنے والوں کو ہی دے دیا۔

تبصرہ

کرک پیٹرک اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ اس وقت نظام علی خاں فی الحقیقت مرہٹوں سے علیحدہ ہوگیا تھا لیکن بعض یادداشتوں سے پتہ چلتا ہے۔ کہ اس کی علیحدگی صرف موسمی گردش کا نتیجہ تھی۔

خط نمبر ۲۷۰

بنام میر کاظم۔ ناظم کوٹھی مسقط (۲ر بہاری = ۶ مئی ۱۷۸۶ء)

تم نے جو معدنی نمک بھیجا تھا۔ وہ کاملاً کار آمد ثابت ہوا۔ اس کی ایک بڑی مقدار خرید کر وقتاً فوقتاً ان جہازوں پر، جو چاول لے کر وہاں جاتے ہیں، روانہ کرو۔ ہم نے تمہیں لکھا تھا۔ کہ تخم زعفران۔ ریشم کے کیڑے۔ خرما کے پودے۔ موتی نکالنے

والے غوطہ خور اور ڈونگی (کشتی) بنانے والے کاریگروں کی سخت ضرورت ہے۔ ان کے متعلق جلد از جلد انتظام کرو۔

ہم نے موتیوں کے لیے بھی لکھا تھا۔ بڑے بڑے اور خوب چمکدار موتی مناسب قیمت پر خرید کر کے بھیجو۔"

خط نمبر ۲۷۱

بنام میر معین الدین (۱۲ر بہاری = ۷ر مئی ۱۷۸۶ء)

تمہاری ماتحت فوج کے علاوہ محمد حلیم، رجب علی، شیخ عمر اور احمد بیگ کو اپنے اپنے قشونوں کیساتھ تمہارے پاس رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ قشون جب وہاں پہنچ جائیں، تو پھر لشکر کی کوچ کے بعد، ان کو کیمپ کے چاروں جانب بطور مربع متعین کر دو اور تم درمیان میں رہو۔

ہم نے ونگسٹ راؤ اور محمد کاظم سررشتہ داروں کو ان قشونوں کے حساب کتاب کے لئے مقرر کیا ہے۔

یہ بھی اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ بہرام کا رسالہ اور کمیدان محمد علی کی سوار و پیادہ فوج بھی عنقریب تمہارے پاس آ جائے گی۔

خط نمبر ۲۷۲

بنام برہان الدین (۱۵ر بہاری = ۹ر مئی ۱۷۸۶ء)

اس نور چشم کا خط جو اس خط کے جواب میں کے قلعہ دار نے لکھا تھا۔ لہٰذا تم خود بھی

اختیار کردہ اور باشندوں کو کسی ہوشیار رجمنٹ کی تاکید کر دو۔ کاغذ پر ایک نقشہ بھیجا جاتا ہے جس میں دکھایا گیا ہے کہ کیمپ کس طرح قائم کیا جانا چاہئے جیسا کہ ہم نے بنا دیا ہے۔ آئندہ فوجی کیمپ اسی طرح ڈالنا چاہئے۔

تبصرہ

اس خط میں جس نقشہ کا ذکر ہے اس کے متعلق کرکپیٹرک نے لکھا ہے کہ اس نے کاغذات میں اس کی بہت تلاش کی لیکن نہیں ملا۔

خط نمبر ۲۰۱

بنام میر غلام محی الدین فوجدار چین گڑھ   ۱۰ جمادی ۔ ۱۱ مئی ۱۷۸۶ء

آپ کی عرضداشت ملی کہ ہر طرح سے مستقل مزاج اور مطمئن رہنا چاہئے۔ اطلاع دی جاتی ہے کہ دشمن کی تعداد اور اس کی کیا حالت ہے۔ ضروری ہے کہ سیادت اور ان مقامات کے ناموں سے مطلع کریں جو دشمن کے قبضے میں جا چکے ہیں۔ اس خط کی اطلاع کسی کو نہیں ہونی چاہئے۔

خط نمبر ۲۰۲

بنام محمد مہدی بخشی احشام سرنگاپٹم   ۱۰ جمادی ۔ ۱۲ مئی ۱۷۸۶ء

اطلاع ملی ہے کہ تم سرکاری کام اپنے مکان پر کرتے ہو حکم دیا جاتا ہے کہ سرکاری کام صرف کچہری میں کیا جائے تاکہ لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔

خط نمبر ۲۷۵

بنام غلام حسین اورنگ آباد

سجاد صاحب و ابن صاحب حیدر آباد۔

شیخن صاحب معصوم صاحب بیجاپور۔

خدمت والا میں ایک اعلان ملفوف ہے۔ اس اعلان کو اس یقین کے ساتھ بھیجا جاتا ہے۔ کہ آپ دین اسلام کو ترقی دینے اور کفار کو نیست و نابود کرنے میں ہر طرح کی ممکنہ کوشش عمل میں لائیں گے۔ اس اعلان کو یہاں کے عالموں نے آیات قرآنی اور احادیث رسول اللہ صلعم کا حوالہ دے کر مرتب کیا ہے۔ امید ہے کہ آپ خود اس پر عمل کرتے ہوئے اس کی ہر جگہ اشاعت بھی کرینگے۔

تبصرہ

کرک پیٹرک اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ :۔

"جن لوگوں کے نام یہ خط اور اعلان بھیجا گیا۔ وہ سجادہ نشین اور دوسری مملکتوں کی رعایا تھے۔" اس کو افسوس ہے۔ کہ :۔

" سلطان نے دوسروں کی رعایا کو اکسانے کی حد درجہ کوشش کی اور اس نے اسی قسم کے خطوط اور اعلانات تمام ہندوستان میں ہر جگہ جہاں درگاہیں تھیں روانہ کئے لیکن یہ معلوم نہ ہوا کہ انہوں نے اس کا کیا جواب دیا۔"

"کرک پیٹرک نے جس امر پہ اظہار افسوس کیا ہے" اس پر حاشیہ

آرائی کی ضرورت نہیں۔ وہ یا تو جہاد کے معنی و مفہوم کو سمجھا ہی نہیں۔ یا سمجھا ہے۔ تو عمداً اعتراض کیا ہے۔ سلطان نے اپنے اعلان میں اقتضائے وقت کے لحاظ سے مسلمانوں کو اپنے ایک فرض پر توجہ دلائی ہے۔ خط میں جس اعلان کا ذکر ہے۔ وہ اعلان جہاد ہے۔ جو اسی کتاب میں مناسب جگہ دیا گیا ہے لیکن یہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ کہ ہندوستان کے پیروں اور سجادہ نشینوں نے اس کا کیا جواب دیا ہے ؎

قُم باذن اللہ جو کہہ سکتے تھے وہ رخصت ہوئے
خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن! (اقبالؔ)

خط نمبر ۲۶۷

بنام برہان الدین (۱۱ بہاری = ۱۵ مئی ۱۷۸۶ء)

تم نے لکھا ہے۔ کہ شیخ انصر کی قشون کے جوندار، سید احمد نے کچھ رنگروٹ بھرتی کئے ہیں۔ مگر انہیں مقررہ انعام نہیں دیا ہے۔ اب تم کو چاہیئے۔ کہ ان لوگوں کا مقررہ انعام انہیں دے دو۔

جوق دار سید احمد کو سید غفار کے رسالہ میں متعین کر دو۔ یہاں سے ان کے عوض، نئے بھرتی شدہ رسالہ کے لئے ایک دوسرے جوق دار کو بھیجا جا رہا ہے۔

تبصرہ

اس خط سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سید احمد نے جس رسالہ کو بھرتی کیا تھا، اس کے لوگ انعام نہ ملنے کی وجہ، سید احمد سے دل برداشتہ

ہو گئے ہوں گے۔ اس لئے سلطان نے اس جوقی دانہ کو بدل کر دوسرا جوقی دانہ مقرر کر دیا۔

خط نمبر ۲۷۶

بنام میر حسین الدین (۱۸ ربہاری = ۱۵ مئی ۱۷۸۶ء)

خط کے ساتھ سات سربمہر لفافے ملفوف ہیں جن میں زمانہ سفر اور فاصلہ کا تعین تحریر کیا گیا ہے۔ ان لفافوں کو ہدایت کے لئے اپنے پاس رکھیں۔ اور ان پر عمل کیا جائے۔ اگلے استعمال شدہ لفافے واپس کر دیں۔ اپنی ماتحت تمام سپاہ کو حکم دیں کہ ہر شخص سات دن کا راشن اپنے ساتھ رکھے اور آئندہ جو احکام ملیں۔ ان پر عمل کرنے کے لئے تیار رہے۔

تبصرہ

اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے کرک پیٹرک لکھتا ہے کہ:۔

ان لفافوں کے متعلق جن کا خط میں ذکر ہے۔ سلطان کا حکم تھا کہ روزانہ تاریخ وار ہر صبح کو اس تاریخ کا لفافہ کھول کر دیکھا جائے کہ کہاں تک سفر کرے اور شام کو کہاں کیمپ ڈالا جائے۔ یہ لفافے جس وقت لکھے گئے سلطان کو بنگلور سے روانہ ہوئے آٹھ دن گذر چکے تھے اور وہ بالاپور ہوتا ہوا رائے درگ (Rayadrug) کے قریب پہنچ چکا تھا۔ جس طرح خود اس کی نقل و حرکت صیغۂ راز میں تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ دوسری فوجوں کی نقل و حرکت بھی صیغۂ راز میں رہے۔ اور کمانڈر

کیونکہ یہ معلوم نہ ہو، کہ کل کدھر جائیں گے، اور کہاں کیمپ ہوگا۔"
میسور کی تیسری جنگ میں بھی سلطان نے اسی قسم کی احتیاط کی تھی، مگر اور جس وقت وہ انگریزی فوج پر حملہ کرنے کے لئے دیوان ہلی پہنچ گیا تو وہاں کے بے غیرت مسلمانوں نے کنڈوں اور مقدروں کی طرح جو کہ بھیج کر حملہ کی انگریزی فوج کو اس نقل و حرکت سے آگاہ کر دیا۔ اور شہر بنگلور کے مسلمانوں نے بھی انگریزی جاسوسوں کو خفیہ جاسوسی سے اپنے گھر میں جگہ دے کر بڑی غداری کی۔ اور اس کا صلہ چراغی کے نام سے انہیں ملتا رہا۔

خط نمبر ۲۷۸

بارگیروں اور سواروں کی کچہری کے پانچ کمیدانوں کے نام (۱۲ جنوری ۱۷۹۲ء)

حکم دیا جاتا ہے کہ تم اپنی زیر کمان فوج کو حکم دو، کہ ہر شخص اپنے ساتھ تین یا چار دن کا راشن رکھے۔ اور اپنے بچے بیوی اور بال وغیرہ سامان بار برداری کے ساتھ چھوڑ کر صرف دو دو یا دو دو اپنے ساتھ رکھیں۔

خط نمبر ۲۷۹

رام کی نشان جیش کچہری (۱۲ جنوری ۱۷۹۲ء)

حکم دیا جاتا ہے کہ تم اپنی ماتحت سپاہ کو حکم دو، کہ ہر شخص اپنے اپنے ساتھ چند دن کا راشن رکھے۔ اور اپنے بیٹے اور بال وغیرہ سامان بار برداری کے

سامان پیچھے چھوڑ کر، صرف دو دو باگ ڈور اپنے ساتھ رکھیں۔ اور بالکل ہلکے پھلکے تیار حالت میں رہیں۔

خط نمبر ۲۸۰

بنام بخشیاں، احشام کچہری (۱۳ بہاری = ۱۷ مئی ۱۷۸۶ء)

حکم دیا جاتا ہے۔ کہ تم اپنی ماتحت سپاہ کو حکم دو۔ کہ ہر شخص اپنے اپنے ساتھ چھ چھ دن کا راشن رکھے اور اپنے اپنے خیمے اور پال وغیرہ، سامان باربرداری کیساتھ پیچھے چھوڑ کر، صرف دو دو باگ ڈور اپنے ساتھ رکھیں۔ اور بالکل ہلکے پھلکے تیار حالت میں رہیں۔

خط نمبر ۲۸۱

بنام سید محمد خاں، بخشی اسد الٰہی کچہری (۱۷ بہاری = ۲۱ مئی ۱۷۸۶ء)

عامل ٹمرپٹن (بلاری) کے نام حکم نامہ ملفوف ہے۔ اس میں حکم دیا گیا ہے۔ کہ تمہاری پالکی تمہارے پاس بھیج دی جائے۔ حکمنامہ بھیج کر پالکی منگوا لو۔"

تبصرہ

جن افسروں کو پالکی میں سوار ہونے کی اجازت تھی۔ اگر ان سے کوئی خطا ہو جائے۔ تو وہ پالکی ان سے ایک مقررہ وقت تک بطور سزا چھین لی جاتی تھی۔ یہ دستور اس وقت ہر حکومت میں تھا"

خط نمبر ۲۸۲

بنام ارشد بیگ خاں ۔ فوجدار کالی کٹ (۱۷ ربہاری = ۲۱ مئی ۱۷۸۶ء)

حکم دیا جاتا ہے ۔ کہ باغی گوردکل کو مع اس کے اہل وعیال کے بہ تحدید مسلمان بناکر انہیں سرنگاپٹم روانہ کر دیا جائے ۔

تبصرہ

کرک پیٹرک اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے ۔ کہ :۔

"سلطان کے اصل مسودہ میں لفظ بہ تحدید لکھا ہوا ہے لیکن مجھے اس کے معنی معلوم نہیں ہوئے میں سمجھتا ہوں ۔ کہ یہاں "بہ تہدید" ہونا چاہیئے تھا سلطان نے ہجے میں غلطی کی ہے ۔"

کرک پیٹرک نے یہاں عمداً دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے ۔ کہ "تحدید" کی معنی اس کو معلوم نہیں ہوئے ۔ حالانکہ تحدید ایک سیدھا سادہ لفظ ہے ۔ جس کے معنی "حد شرعی جاری کرنے" کے ہیں ۔ سلطان نے لکھا ہے ۔ کہ اس باغی پر حد شرعی جاری کر کے اس کو مسلمان بنایا جائے لیکن اس لفظ سے چونکہ سلطان کی انصاف پسندی ظاہر ہوتی ہے ، اس لئے اس نے اس کو بدل کر سلطان کا مفروضہ ظلم وستم دکھانے کے لئے لکھا ہے ۔ کہ یہاں "تہدید" کا لفظ ہونا چاہیئے تھا ۔ جس کی معنی "زبردستی" کے ہیں ۔

خط نمبر ۳۸۲

بنام حسینی یار جنگ — ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ

مورخہ ۲۲ ربیع الثانی کا خط ملا، قسمت نے ہمارا ساتھ دیا ہے کہ یہ دواخانہ سنگ گردہ کے مریض ہیں ہیں ان کے متعلق دوستوں سے ادویات ارسال کر دی ہیں، دوائیاں ان کو علاوہ علیحدہ پیکٹ کر کے تحریریں لگا دی گئی ہیں۔

(۱) سنگ گردہ کی دوائی۔ چار تولہ گرم پانی میں تین ہی تین صبح پلائی جائے۔ پینے کے بعد متلی معلوم ہو تو آٹھ تولے گرم پانی پیا جائے، جس سے قے آسانی سے ہو جائے گی جب ساتھ [illegible] ہو جائیں۔ تو کچھ گھنٹے بعد چاول اور شوربہ بطور غذا دیں۔ رات کو کھانے کے بعد تھوڑے سے گرم گرم پانی میں نصف تولہ اسپغول روغن بادام میں چرب کر کے پھانک لیا جائے۔ ایک یا دو قے کے بعد ہی خدا نے چاہا تو مثانہ میں جو رکاوٹ پیدا ہو گئی ہے وہ دور ہو جائیگی۔

(۲) دوسری صبح کے لئے علیحدہ دوا ہے۔ یہ دوا آٹھ تولے شربت بزوری [illegible] آب برگ مولی میں ملا کر استعمال کی جائے۔ اس دوا کو سات دن کھائیں۔ پرہیز صرف سرخ و سیاہ مرچ اور بادی و گرم چیزوں کا ہے۔

غذا میں چاول اور مونگ کی دال استعمال کی جائے۔ اور پینے کے لئے تخم خربوزہ، تخم ککڑی، تخم خیارین ہر ایک نصف نصف تولہ کا شیرہ پانی میں بنا کر دیا جائے۔ اس طریقہ سے اگر مثانہ میں واقعی پتھری ہو تو وہ بھی بالکل نکل جائیگی۔

خط نمبر ۲۸

بنام محمد یوسف کوتوال لکاب بازار پٹنوری — ۲۴ جمادی = ۷ جون ۱۷۸۶ء

معلوم ہوا کہ تم نے ۵۰۰ مویشیں وزن پیما اور چاول پچیس ہزار جمع کیا تھا اور اب گیارہ سو روپے وہ نہیں بھیجے ہیں تعجب ہے کہ پچاس سے ساٹھ ہزار روپے تک عوض جن کی قیمت لمبانیوں کو دے دی گئی تھی تم نے صرف دو چار ہزار روپے بھیجے ہیں۔ سخت تاکید کی جاتی ہے کہ ایک وقت میں دس پندرہ ہزار روپے سے کم ناپالان وصول نہ کیا جائے۔

تبصرہ

لکاب بازار ایک بازار کا نام تھا جو سلطانی فوج کے ساتھ رہتا تھا۔ لمبانی (Lambani) ایک بنجارا و خانہ بدوش قوم ہے جو اُن دنوں ہر قسم کا سامان بیلوں پر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے تھے لیکن اس زمانہ میں حمل و نقل کے لئے ریل جاری ہو جانے سے یہ لوگ جنگلوں میں گاؤں بسا کر بہت دور رہائشی پاکر یا زراعت وغیرہ کر کے گزارہ کرتے ہیں۔ چیتل درگ، جنوبی مرہٹواڑی، شمالی میسور، بیدر اور اننت پور ضلعوں میں ان کی آبادیاں ہیں۔ یہ اب بھی گھاس پھوس کی جھونپڑیوں میں رہتے ہیں اور قریب کے شہروں میں لکڑی، گھاس اور چونا وغیرہ لاکر فروخت کرتے ہیں۔

خط نمبر ۲۸۵

بنام محمد حیدر۔ دوم دیوانِ نگر (۶ر جعفری ۰ ۹ جون ۱۷۸۶ء)

تم نے لکھا ہے۔ کہ دیوان کچہری سے جو حکمنامے جاری ہوتے ہیں، ان میں صرف دیوانِ اول " زسیا " کا نام لکھا جاتا ہے۔ تمہارا نام شامل نہیں کیا جاتا۔ تم کو جب اس کام پر بھیجا گیا تھا۔ تو تمہیں سربمہر احکام بھی دئے گئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم نے ان کا مطالعہ نہیں کیا۔ اب ان کا مطالعہ کرو۔ اگر ان میں تمہارے نام کی شمولیت کا حکم موجود ہے۔ تو تمہارا نام شامل ہوگا، ورنہ نہیں۔ زسیا، دیوانِ نگر کو بھی ان احکام کی نقل بھیج دی گئی تھی۔

خط نمبر ۲۸۶

بنام سید محمد خاں۔ سوم دیوانِ نگر (۶ر جعفری = ۹ر جون ۱۷۸۶ء)

نوٹ:۔ اس خط میں بھی وہی مضمون ہے۔ جو اوپر کے خط میں درج ہے۔

خط نمبر ۲۸۷

بنام برہان الدین (۷ر جعفری = ۱۰ جون ۱۷۸۶ء)

چونکہ اب تمہارا کیمپ مصری کوٹہ میں ہے۔ اس لئے تم کو چاہیئے۔ کہ جنگلوں کی پناہ لے کر موقع ملتے ہی دشمن پر ضرب کاری لگاؤ۔"

خط نمبر ۲۸۸

بنام بدر الزمان خاں۔ (۱۷ ر جعفری = ۱۰ ر جون ۱۷۸۶ء)

اطلاع ملی۔ کہ آں حشمت پناہ شنگاہ میں کیمپ ڈالے پڑے ہیں۔ آپ کو چاہیئے کہ ایک مقام سے دوسرے مقام کو جلد جلد بدلتے ہوئے، دشمن کی خاطر خواہ سرزنش کریں۔

خط نمبر ۲۸۹

بنام علی راجہ بی بی کنانور (۱۸ ر جعفری = ۱۱ ر جون ۱۷۸۶ء)

آں عفت مآب کو حکم دیا جاتا ہے۔ کہ آپ اپنی فوج لے کر ارشد بیگ خاں فوجدار کالی کٹ کے ساتھ مل کر باغی نائروں کی سرکوبی کریں۔

خط نمبر ۲۹۰

بنام بدر الزمان خاں (۲۰ ر جعفری = ۱۳ ر جون ۱۷۸۶ء)

آپ نے لکھا ہے۔ کہ کشور کو رسد لے جانے والی فوج نے خواہش ظاہر کی ہے کہ واپسی پر اس کو حضوری میں بھیج دیا جائے تاکہ وہ بھی جنگ میں حصّہ لے سکے لیکن آپ کا ارادہ ہے۔ کہ اس فوج کو ہرپال اور انوگی (Anogi) کے تھانوں پر مامور کریں۔ خط سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ابھی آپ شنگاہ ہی میں مقیم ہیں۔

جو تحریری احکام آپ کو پہلے بھیجے گئے تھے۔ ان میں صاف لکھ دیا گیا تھا۔ کہ آپ

سب کو ایک ہی جگہ رہنا چاہیئے۔ تاکہ بیک وقت آپ کے ماتحت دس سے پندرہ ہزار سپاہی رہیں۔ ان احکام کے مدنظر آپ کو چاہیئے کہ اپنی سپاہ کو منتشر کر دیں بلکہ ہر یال، (Hangal) اور رکنی (Ankana) وغیرہ میں کیمپ والیں کیونکہ یہ بارش کا موسم ہے ـــــــــــــــ گھوڑیاں بندرت رسالہ جیش کو بھی بلا لیا جائے۔ مزید احکام بعد میں بھیجے جائیں گے۔

خط نمبر ۲۹۱

بنام عبدالکریم سپہدار جیش کچہری (۱۰ جعفری = ۱۳ جون ۱۷۸۶ء)

تم نے اطلاع دی ہے کہ باغی گوروکل مع اپنے اہل و عیال کے آگئے ہیں جن کو خودکشی کر لی ہے۔ اس علاقہ کے جو لوگ ان کے خوف سے فرار ہو گئے تھے، اب انہیں واپس آنے کی ترغیب دو۔

تم کو چاہیئے کہ اپنی ماتحت سپاہ سے روزانہ ڈرل کرتے رہو۔

خط نمبر ۲۹۲

بنام راجہ رام چندر دیوان بنگلور (۱۰ جعفری = ۱۳ جون ۱۷۸۶ء)

تم نے لکھا ہے۔ کہ خان خان پلی کے بندوق سازی کے کارخانہ میں اشتی لوہاروں کی ضرورت ہے لیکن جب تم نے عاملوں کو لکھا تو انہوں نے جواب دیا کہ "اس وقت زمین کی جتائی ہو رہی ہے۔ لوہار نہیں مل سکتے" تم عاملوں کو لکھو کہ زمین کی جتائی سے لوہاروں کو کیا نسبت ہے۔ انہوں کو بھیج کر لوہاروں کو پکڑ بلواؤ

تبصرہ

"کرک پیٹرک اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ہندوستان میں عموماً تمام فرمانروا ضرورت کے وقت کسانوں کو بہ جبر فوج میں بھرتی کرلیتے تھے لیکن ٹیپو سلطان نے فوج میں کبھی کسانوں کو بھرتی نہیں کیا۔"

خط نمبر ۳۹۴

بنام غلام حسین منشور ودہ بنگلور (۱۱ رجعفری — ۲۴ رجون ۱۷۸۶ء)

تم نے لکھا ہے کہ جیش میں جو لڑکے داخل ہوئے ہیں۔ وہ بھی ماہانہ نو روپیہ تنخواہ مانگتے ہیں۔ کیونکہ ان کی تنخواہ پانچ اور چھ روپیہ مقرر کی گئی ہے۔ حکم دیا جاتا ہے کہ ان میں جو بالکل کم عمر ہیں۔ انہیں یہی تنخواہ دی جائے لیکن جو جوان ہو گئے ہیں۔ انہیں نو روپے دیئے جائیں۔

اگر بارود اور بارود کے پیپے، ہمارے احکام کے مطابق بروقت تیار نہ ملیں تو اس کی ذمہ داری تم پر ہوگی۔

خط نمبر ۳۹۵

بنام برہان الدین (۱۱ رجعفری — ۲۴ رجون ۱۷۸۶ء)

تم نے لکھا ہے کہ کیمپ میں اناج کی قلت محسوس ہو رہی ہے مگر تمہارے بالکل قریب ہے۔ جس قدر چاہو، منگالو۔ تم کو جلد جلد نقل و حرکت کرتے ہوئے

دشمن پر ضربات لگانی چاہئیں سپہ داروں کے نام علیحدہ احکام ملفوف ہیں۔
اطلاع ملی ہے۔ کہ نانا فڑنویس (مرہٹہ وزیر) پونا واپس چلا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ مرہٹہ فوج بھی واپس ہو جائے۔ حاکم شاہنور، حکیم خاں کے فرزند سے رسالہ کی کمان واپس لے کر اس کو نظر بند رکھو

تبصرہ

(اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے کرک پیٹرک لکھتا ہے کہ :۔ حاکم شاہنور اور سلطان کے درمیان اس وقت سخت اختلاف ہو گیا تھا۔ اور وہ اس وقت مرہٹوں کا متفق رہا تھا۔" یہ بالکل صحیح ہے۔ کہ مرہٹے اور نظام کی کثیر فوج آجانے کی وجہ سے حکیم خان کو ان کی فتح کا یقین ہو گیا تھا۔ اس لئے اس نے سلطان سے غداری کی۔

خط نمبر ۲۹۵

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں (۱۱ ربیعفری = ۱۴ر جون ۱۷۸۶ء)

آپ کو فخر یاب حصار (چتل درگ) میں آئے ہوئے پندرہ دن ہو گئے۔ اور آپ ابھی تک وہیں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اور اس طرح سرکاری خزانہ پر آپ کے خدم و حشم کا بار پڑ رہا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ دشمن کے سرکاروں کو آپ نے اپنے سامنے کیوں رکھ چھوڑا ہے۔ کیا آپ کو اپنی جانوں اور اپنی آبروؤں کا خوف نہیں ؟ یہ ٹھیک نہیں۔ انہیں فوراً واپس بھیجدیں۔ اور آپ خود حضوری میں جلد آئیں۔

تبصرہ

اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ پونا سے سیاسی تعلقات منقطع ہو گئے تھے۔ اور مرہٹوں نے ان سفیروں کو واپسی کی اجازت دے دی تھی۔ نشانِ حیدری سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان نے اس کے بعد محمد غیاث کو حیدر آباد بھیجا۔ کہ نظام علی خاں کو سلطان سے اتحاد کرنے پر راضی کرے۔ اس سلسلہ میں مکاتیب نمبر ۳۰۲ و ۳۶۳ دیکھے جائیں۔

خط نمبر ۲۹۶

بنام رجب علی قلعہ دار گجندر گڑھ (۱۵ر جعفری = ۱۸ر جون ۱۷۸۶ء)

خدا نے چاہا تو ادہونی کا قلعہ عنقریب فتح ہو جائیگا۔ انشاء اللہ یہاں کے معاملات طے ہونے کے بعد ہم تمہاری طرف آئیں گے۔ اس عرصہ میں تم کو چاہئے کہ قلعہ کی حفاظت مستعدی سے کرو۔

تبصرہ

۱۵ اور ۱۷ مئی کے خطوط سے سلطان کی نقل و حرکت کا پتہ چلتا ہے وہ دریائے ورگ پہنچ گیا تھا۔ اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے آگے بڑھ کر ادہونی کا محاصرہ کر لیا۔ اس نے اپنی اور اپنے سپہ سالاروں کی نقل و حرکت کو اس لئے مخفی رکھا تھا کہ دشمن کو یہ معلوم نہ ہو سکے کہ اس کا ارادہ ادہونی پر چڑھائی کرنے کا ہے۔

خط نمبر ۲۹۷

بنام احمد محمد ... دیوانان بنگلور (از ادہونی) (۱۵ جعفری = ۱۸ جون ۱۷۸۶ء)

حکم دیا جاتا ہے کہ کرایہ کے بیلوں پر پانچہزار ۲ اسیر دوائی گولے اور لشکر میں توپ بندوق گولے بھیجے جائیں۔

خط نمبر ۲۹۸

بنام محمد شفیع داروغہ توپ خانہ (از ادہونی) (۱۵ جعفری = ۱۸ جون ۱۷۸۶ء)

حکم دیا جاتا ہے کہ بارہ اور نو انچ دہانہ کی توپیں، جو تمہارے پاس ہیں، لے کر جلد آؤ۔

خط نمبر ۲۹۹

بنام اسد علی خاں حاکم ادہونی (۱۵ جعفری = ۱۸ جون ۱۷۸۶ء)

از جانب ہالکن واس و علی رضا وکیلان سلطنت خداداد۔

ہم نے آپ کی خدمت میں چار شرطیں بھیجی تھیں۔ بتایا جائے۔ کہ آپ ان میں سے کس شرط پر قلعہ حوالہ کرنا چاہتے ہیں۔ جلد اطلاع دیں۔ تاکہ معاملہ ختم کیا جائے۔ قلعہ کے اندر بے شمار خلق خدا کے ساتھ ننگ و ناموس زنانہ بھی قید ہے جن کی حفاظت و عزت ہم پر واجب ہے۔ کیا آپ دیدہ و دانستہ ان کی تباہی دیکھنا چاہتے ہیں۔ آپ کی مآل اندیشی سے یہ امر نہایت بعید ہے۔ آپ کو ان بیگمات کی

آبرو کا خیال رکھنا چاہیے۔

معاملہ کو غیر ضروری طول دینے سے انسانی جانوں کی تباہی اور املاک کا
نقصان ہے دریا میں پانی بڑھ گیا ہے اس سے آپ کی مدد کے تمام راستے بند
ہو گئے ہیں۔ ان حالات میں آپ کے لئے مناسب یہی ہے کہ خود ہی معاملہ کو
فوراً سلجھا دیں تاکہ خلق خدا کو آرام ملے۔

تبصرہ

رقعہ نمبر ۲۹ کے بعد آرکی پیپرز [illegible] نمبر ۱۰ [illegible] مورخہ [illegible]
کے متعلق لکھا ہے کہ [illegible]

یہ [illegible] ترجمہ [illegible] کے مضمون سے تھے چونکہ اس کا حوالہ
خواہی نہ کیا ہے [illegible] سلطان سکندر کا نام [illegible] ہے کہ کیونکہ
نے اسد علی خان کو لکھے تھے معلوم ہوتا ہے کہ مضمون [illegible] کی ہے یہ
شخص [illegible] سید [illegible] آ کر حیدرآباد سے ضرور
کلکتہ آیا تھا۔

رقعہ نمبر ۲۰۳

بنام اسد علی خان ملک [illegible] (مہر جعفری) ۱۲ ربیع الثانی ۱۲۶۲ھ

(رجب علی [illegible] وقت شب)

"دو [illegible] بالکل [illegible] دلی [illegible] سلطنت خداداد"
جناب والا کے استقبال کے لئے ہم ہمہ تن تیار ہیں۔ اس موقع پر جناب والا

اپنے مشیروں کے ساتھ تشریف لے آئیں تاکہ ہم سب مل کر متحدہ طاقت بن جائیں۔

تبصرہ

ان خطوط سے واضح ہوتا ہے کہ [illegible] خان مشیر الملک [illegible] کے ساتھ سلطان کی حمایت میں آ گیا تھا اور اس نے خطوط بھی لکھ دیا تھا [illegible] لیکن واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے [illegible] کر کے [illegible] نظام کی [illegible] گیا تھا [illegible] کر کے [illegible] کے نام خطوط [illegible] کرتا ہے:۔

ان خطوں سے یہ ظاہر ہے کہ سلطان جنگ [illegible] تھا اور اس کا مقصد [illegible] کی تسخیر تھا [illegible] علی خان یہاں کا حاکم تھا [illegible] اس کے ایک طرف ٹیپو سلطان [illegible] کر دیا جائے گا۔ اور دوسری طرف نظام الملک کو [illegible] مشیر الملک کے ہاتھ [illegible] کے لئے لکھا تھا [illegible] یہ تھا کہ [illegible] جنگ کے خاندان کو [illegible] سے نکال لیا جائے۔

" [illegible] کی حالت قابل رحم تھی [illegible] تو

اس پر حملہ کر کے فوراً قبضہ کر لیتا لیکن نہیں معلوم کہ سلطان نے اس

معاملے میں کیوں ڈھیل دی۔ چنانچہ ایک یورپین مؤرخ لکھتا ہے:

"سلطان نے یہاں جو [illegible] احتیاط [illegible] سے خود اس کے

سپہ سالاروں اور مشائخ [illegible] تعجب پیدا ہو گیا۔ اس شہر کو

قریب الفتح تھا کہ [illegible] سلطان [illegible]

میں تھا، [illegible] سلطان کو [illegible] قدر [illegible]

جائے کیونکہ اندر جو لوگ ہیں بالکل [illegible] ہیں اور مقابلہ کی امید

نہیں رکھتے لیکن سلطان نے [illegible]"

سلطان [illegible] اس [illegible]

نے سلطان کے [illegible] لکھا ہے:

"معلوم ہوتا ہے کہ سلطان [illegible] ہو [illegible]

ہو جائے [illegible] کہ [illegible] اپنے حرم

کی حفاظت [illegible]

[illegible] کیا جائے"

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

مجبوری میں ختم ہی کیا تھا کہ نظام اور مرہٹے متحد ہو کر ہمارے گذشتہ احسانات کو فراموش کرتے ہوئے میری سلطنت پر حملہ کی نیت سے فوج جمع کر رہے ہیں۔ اس وقت میرے سرداروں نے مشورہ دیا کہ "قلعوں کی حفاظت کا سامان کرتے ہوئے میں خود ان پر حملہ کروں" میں نے ان سے کہا کہ ۔۔

چھ ماہ پیشتر ہی جبکہ یہ دونوں نظام (اور مرہٹے) میرے سفیروں کو برخاست کرنے کی تجویزیں کر رہے تھے تو میں نے ان دونوں حکومتوں کے سفیروں کو جو میرے دربار میں متعین تھے۔ مخاطب بنا کر کہا تھا ہم سن رہے ہیں۔ کہ آپ کے آقاؤں نے (نظام اور مرہٹے) ہمارے گزشتہ احسانات کا بدلہ اس طرح (جنگ) سے دینا چاہتے ہیں۔ اور یہ حرکت صرف سفلہ مزاج انسانوں کی ہوتی ہے۔ یہ طریقہ اچھا نہیں ہے۔ خدا سے ڈریں۔ اور جانیں کہ نیکی کا بدلہ بدی نہیں۔ اس قسم کی کارروائی سے بارگاہ خداوندی سے انتقام لیا جائیگا۔" ہماری سرکار اسداللہی نے آپ لوگوں سے جو نیکیاں کی ہیں۔ وہ خلق اللہ پر روشن اور واضح ہیں۔ آپ کے آقا کی کمسنی اور اس کی عاجزانہ درخواستوں پر ہم نے عمداً اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال کر اس کی جان اور اس کے خاندان کو تباہی سے بچایا کیونکہ اس نے اپنے آپ کو ہمارا فرزند کہا تھا۔ یہ حالات روز روشن سے زیادہ واضح ہیں کہ اس طرح ہم نے اس خاندان کو بحال رکھا۔ باوجود ان کی شرارت کے جو تمام دنیا پر ظاہر ہو چکی ہے

میں نے خیال کیا تھا کہ معاملات آشتی سے طے پا جائیں گے لیکن پانی سر سے گزر چکا ہے۔ اور ان لوگوں نے میرے ملک میں گھس کر لوٹ کے ذریعہ دس بیس لاکھ کا نقصان پہنچایا ہے۔ اور ہمارے ایک دو قلعوں کا بھی محاصرہ کر لیا ہے۔ ہم اب بھی انہیں مہلت دینے کے لیے تیار ہیں کہ اپنی غلطیوں کی اصلاح کر لیں۔ اور عہد ناموں کے پابند رہیں۔"

لیکن ان نصیحتوں کا نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ اب میرا ارادہ ہے کہ یہ لوگ جب میرے ملک کے اندر در آئیں تو میں بھی مدافعت کے لئے نکلوں۔"

چنانچہ دو ماہ کے بعد جب ان اتحادیوں (جن پر خدا کی لعنت ہو) فوجوں نے قلعہ بادامی کا محاصرہ کرتے ہوئے دریائے کرشنا اور دریائے تنگ بھدرا کے درمیانی ملک میں لوٹ مار کر کے دس پندرہ لاکھ روپوں کا نقصان پہنچایا۔ تو میں بھی یہاں سے نکل کر بنگلور پہنچا۔ اور یہاں دس بارہ دن کے قیام کے بعد، دو معاملہ فہم افسروں کو نمائندہ بنا کر مادھوجی بھونسلے، حاکم ناگپور کے پاس ایک خط دے کر بھیجا۔ اس خط کا مضمون یہ ہے:-

اس کی کیا وجہ ہے کہ مرہٹوں نے ہمارے گزشتہ احسانات کو بھلا کر یادر خطاؤں کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ خدا سے ڈریں، ورنہ اپنی بدکرداری کی سزا اس کے دربار سے ملے گی۔"

بہرحال اسی مضمون کا خط میں نے پنڈت پھڑکے اور راستا کو بھی جو مرہٹوں کی فوج کے سردار ہیں لکھے۔ اس کے بعد میں نے اپنے سپہ سالاروں سے اس جنگ کے متعلق طریقے دریافت کیے۔ تو انہوں نے مختلف رائیں دیں۔ جو مجھے پسند نہ آئیں میں نے اس موقع پر خدا سے مدد و نصرت کی دعا کی اور مدد چاہی کہ اے خدا! میرا ارادہ ہے کہ میں ادھونی پر حملہ کروں۔ یہ جگہ اگرچہ میری سرحد سے دور ہے لیکن ایک مضبوط قلعہ ہے۔ جہاں نظام کی ناموس مقیم ہے۔ اس کی تسخیر کے بعد یقینی ہے کہ نظام اور مرہٹے اس کو چھڑانے کے لیے آئیں گے اور میں ان دونوں کی طاقت دیکھنا چاہتا ہوں۔

میری اس رائے کو میرے افسروں نے بظاہر پسند کیا لیکن باطن کا حال خدا ہی جانتا ہے۔

اس کے بعد بنگلور سے نکل کر جلد جلد کوچ کرتا ہوا ادھونی پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ میں نے قلعہ کی تسخیر میں عمداً ڈھیل دی تاکہ قلعہ کو خاصی دیر تک مدافعت کا موقع ملے [illegible] کی اور اپنے حرم کی حالت سن کر نظام اور مرہٹوں کی فوج قلعہ والوں کی کمک پر آ گئے تہیہ کیے ہوئے تھے توپیں چڑھا کر فصیل قلعہ پر گولے برسانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ خبر ملی کہ مغل نواب وزیر اور نظام علی خاں، سہراب جنگ سیف الملک، شمس الامرا، تہور جنگ، گنیش پنڈت، اپا بلونت اور دوسرے افسر ریاست کے [illegible] لشکر کے ساتھ پہنچ

گئے تھے۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ ان کو روکنے کے لئے عورتیں
[illegible] انتظام کر رہی تھیں اور [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] تھیں۔ اس لڑکی نے [illegible] اٹھا [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] ساری ہو گئیں۔
اور [illegible] حالت [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
اس [illegible] وقت [illegible]
[illegible] [illegible]

اس [illegible] نے اپنی عورتوں کا [illegible] کر کے
[illegible] باتوں کی وجہ [illegible] کی [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
دشمن [illegible] [illegible]
[illegible] اس عالم پریشانی میں انہوں نے ایک ہاتھی
[illegible] [illegible]

اس وقت اس [illegible] [illegible]

ان کی سلامتی کے لئے اپنی قدرت کو اس طرح ظاہر کیا تھا کہ جب یہ گھوڑ سوار فوج دریا پار کر رہی تھی تو پانی کمر تک تھا لیکن چند گھنٹے بعد جب فوج اسلامی پہنچی تو دریا اپنے کنارے تک بھر آیا تھا۔ اس طرح یہ لشکر اس جال سے جو اس کے لئے بچھایا گیا تھا صحیح نکلا۔

اللہ جل جلالہ

دشمن کو اس طرح بھگا کر ہماری فوج ادھونی کو واپس ہوئی۔ یہاں میں نے پانچ دن تک قیام کر کے حکم دیا کہ ادھونی کے قلعہ کو بالکل مسمار کر دیا جائے۔ [illegible] میں نے ادھونی کا علاقہ اور رائچوری کے بخشی قطب الدین خاں کے ماتحت دے دیئے، نوبت و نقارہ اور پانچ ہاتھی اور ایک لاکھ روپیہ نقد دیا اور انہیں حکم دیا کہ اس علاقہ کا مستحکم انتظام کرنے کے بعد دو ہزار سوار وہاں [illegible] متعین کریں اور حفاظت کا پورا سامان کرنے کے بعد حضوری میں آجائیں۔ قطب الدین خان کو یہاں کا فوجدار یعنی گورنر بنایا گیا۔

خط نمبر [illegible]

بنام برہان الدین (۱۷ [illegible] ۱۷۸۶ء)

تم کو دشمن کے کیمپ سے دس یا بارہ کوس کے فاصلہ پر رہ کر دشمن کو ہر طرح سے پریشان کرتے رہنا چاہئے۔ یہ لکھ دیا گیا تھا کہ لشکر سے اناج منگا کر فوج میں تقسیم کیا جائے۔

خط نمبر ۳۰۴

سرکار نام جملہ سپہ سالاران عسکر

زین العابدین	شیخ ابراہیم
محمد حلیم	[illegible] خاں
میراں حسین	[illegible]
رجب علی بیگ	غلام محی الدین
حسین خاں پونی	شیخ احمد

تمہاری ماتحت فوج میں صرف ان ہی جوانوں [illegible] کو بھرتی کرنے کی اجازت ہونی چاہئے۔ جو کہ ریختہ کے وقت سپاہیوں کا ساتھ دے سکیں۔ باقی لوگوں کو جو بوڑھے اور معذور ہیں [illegible] ادنیٰ سواروں [illegible] پیش حصار (گوتی) میں بھیج دیں۔

اس اناج کے علاوہ جو فوج کے لئے تمہارے پاس [illegible] کچھ اناج [illegible] ذخیرہ [illegible]

تبصرہ

اس خط پر [illegible]

کی عزت نہیں کرتا تھا۔ اس لئے [illegible]

نتیجہ [illegible]

تعصب اور حسد [illegible]۔

اس کے علاوہ کسی [illegible] یا خط کے مضمون پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

[illegible] اطلاع ملی ہے [illegible] کو روکنا [illegible] اور [illegible] جو کچھ کہا کرتا ہے [illegible] لندن کو بھی [illegible] درگاہ [illegible] کی [illegible] مل جائے۔

شقہ نمبر ۳۳

بنام جمال الدین خان (۱۱ ربیع الاول ۱۲۴۴ / ۲۲ جنوری ۱۷۸۳)

اطلاع ملی ہے کہ عالی جاہ آپ کی فوج میں دس ہزار آدمی (جیش سے اور پیدل) جمع ہیں۔ تمام [illegible] اور پچھلی [illegible] کہ ایک جگہ جمع کیے ہوئے ہیں [illegible] بالکل جائیں [illegible] کی سرکوبی میں صرف [illegible]۔ معلوم ہوا کہ آپ نے [illegible] کی [illegible] کیا ہے [illegible] کی جائے [illegible] فوج کی [illegible] کیا ہے۔

شقہ نمبر ۳۵

بنام سلطان الدین (۲۱ جمادی [illegible] ۱۲۴۴ / رجب [illegible])

تمہارے دونوں خطوط ملاحظہ خاص سے گزرے۔ بدرالزمان خان کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنی فوج کے [illegible] آگے [illegible] خان مذکور [illegible] آ جائیں گے

چونکہ انہیں میدان جنگ کا بہت تجربہ [illegible] ہے [illegible] کہ تم ان سے ضرور مشورہ کرو گے [illegible] پر رہو تاکہ اس قرب کی وجہ سے تم اس [illegible] باز رکھ سکو۔

ہم نے حکم دیا تھا کہ [illegible] ہم [illegible] جائے اس کی اب ضرورت نہیں [illegible] علاقہ [illegible] رہو۔ اگر خدا نے چاہا [illegible] کو سخت سزا دیتے ہوئے [illegible] مل جائیں گے۔

تم نے غوث محمد خاں [illegible] ہم نے [illegible] تیس چاندی کے طوق [illegible] کے بنا کر [illegible] غوث محمد خاں [illegible] آئیں۔

تمہارے پاس [illegible] رکھ کر باقی مزدوروں [illegible] سے چار [illegible] سپاہیوں کو جلد از جلد قریبی قلعوں [illegible]

تم نے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ [illegible] دشمن پر شبخون مارنے کا ہے۔ تم دشمن سے تین چار کوس [illegible] رہو [illegible] شبخون مارنے کے لئے کوئی نہ کوئی موقع [illegible]

خط نمبر ۳۰۳

بنام میر تراب علی (۲۲؍ شعبان = ۲۸؍ جون ۱۷۸۶ء)

نوٹ :- کرک پیٹرک نے اس خط کا مضمون دینے کی بجائے، اس کا مفہوم یہ لکھا ہے :-

"سلطان نے اس خط میں میر تراب علی کو لکھا تھا کہ اگر آپ ہماری ملازمت میں آجائیں تو آپ کے لئے مناسب عہدہ اور اعزاز دیا جائے گا"

معلوم ہوتا ہے کہ میر تراب علی کے کسی ہندو ایجنٹ لالہ دلبھ داس نے سلطان سے گفتگو کرکے اس خط کے لکھنے پر آمادہ کیا تھا۔

خط نمبر ۳۰۴

بنام سپہ دار محمد علی (۲۷؍ جعفری = ۳۰؍ جون ۱۷۸۶ء)

تم نے اطلاع دی ہے کہ تمہاری قشون کے ساتھ جو داروغہ اجناس ہے اس نے بغیر تمہارے علم اور حکم کے توپخانہ کے بیلوں کو چرنے بھیج دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن ان بیلوں کو پکڑ کر لے گئے۔ تم کو چاہئے کہ داروغہ مذکور کو ڈیوٹی سے معطل کر دو۔ اور یہ بھی تم نے اطلاع دی ہے کہ رسالدار ببر علی بیگ اپنے ماتحت جوقداروں اور سواروں پر نہایت تحکم کرتے ہیں۔ تم کو چاہئے کہ رسالدار مذکور کو سخت حکم دو کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرے۔

خط نمبر ۳۰۹

بنام برہان الدین (۲۷ جعفری ۱۲۰۱ھ - ۱۷ جون ۱۷۸۷ء)

تم نے اطلاع دی ہے۔ کہ قریبی تعلقوں کے چند قلعہ دار اور باشندوں نے غداری کرتے ہوئے، دشمن کو اطلاعات دینے کے علاوہ سامان رسد بھی دیا ہے۔ ان غداروں کو پکڑ کر سزا دو۔ اور سرغنوں کو سولی دی جائے تاکہ دوسروں کو عبرت حاصل ہو۔

خط نمبر ۳۱۰

بنام زین العابدین بخشی اشام فرخ باب حصار جتل درگ (۲۷ جعفری ۱۲۰۱ھ - ۱۷ جون ۱۷۸۷ء)

تمہارا خط مع اس خط کے ملا، جو کپل کے قلعہ دار نے تم کو بھیجا تھا۔ اس میں تم نے لکھا ہے۔ کہ کپل کی حفاظت کے لئے ہزار یا پانچ سو سپاہی بھیجنے کی تم نے درخواست کی تھی لیکن حضوری سے اس کا جواب تم کو نہیں ملا کچھ عرصہ ہوا کہ ہم نے تمہارے خطوں کا جواب دیتے ہوئے لکھا تھا کہ اس جگہ قابل اعتبار آدمی بھیجے جائیں۔ اب اطلاع دیجاتی ہے کہ وہاں کے لئے ایک دستہ بھیجا جا رہا ہے۔

خط نمبر ۳۱۱

بنام برہان الدین (۲ شوال ۱۲۰۱ھ - ۱۸ جولائی ۱۷۸۷ء)

تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ دشمن کی فوج سبلی (ہوبلی)[1] (Hubli)

---

[1] ممکن ہے کہ یہ اور کوئی گاؤں ہو۔

سے فرار ہو گئی ہے۔ اور اب نورچشم آنجل ہنگل کے قریب سپہ ڈالے ہوئے ہیں، جو بالکل محفوظ اور مضبوط مقام ہے۔ چونکہ وہاں بارشیں بہت زیادہ ہوتی ہیں، اس لئے تم کو چاہیے کہ ایک ایسے مقام پر پڑاؤ ڈالو جہاں بارش کے پانی سے سپاہیوں کو تکلیف نہ ہو اور گھوڑے تلف نہ ہو جائیں۔

تم نے لکھا ہے کہ حکم کے مطابق اعلیٰ ... کے بیٹے عبدالصمد خاں کو نظر بند کرنے کا ارادہ ہے مگر اس کی سفارش چونکہ ولیر ... خاں نے کی تھی۔ اس لئے تم حضوری سے ایک اور حکم نامہ چاہتے ہو۔ مکرر حکم دیا جاتا ہے کہ اس کو قید کر کے یہاں بھیج دیا جائے۔

تمہاری خواہش کے مطابق نگر کے تمام تعلقداروں عاملوں کو اناج کی فراہمی کے لئے احکام کا مسودہ بھیج دئیے گئے ہیں۔

خط نمبر ۱۲۱۴

بنام راجہ رام چندر دیوان بنگلور (۲۴ ردریائی = ۷ر جولائی ۱۷۸۶ء)

تم نے لکھا ہے کہ بنگلور کے قلعہ دار سید پیر نے توپ کے گولے، اس بنا پر بھیجنے سے انکار کر دیا ہے کہ حضوری سے انہیں کوئی حکم نامہ نہیں ملا۔ معلوم رہے کہ اس وقت ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے۔

تبصرہ

کرک پیٹرک اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے "سلطان کے منضبطہ آئین کی رو سے قلعہ داروں کو حکم تھا کہ بغیر سلطان کے

حکم ہے کہ سامان حسب [illegible] [illegible] جائے چونکہ [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

تحریر [illegible] ۱۲۱۳

بنام رتن [illegible] [illegible] [illegible]

آپ کا تحریر [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] آپ کے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

چونکہ آجکل [illegible] [illegible] آپ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
کا تقاضا یہ ہے کہ آپ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
دوستی ہمارے درمیان ہے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ۔

[illegible]

رسالہ [illegible] آپ کے پاس اس وقت [illegible] [illegible] [illegible]
میل کے فاصلہ پر ہے۔ [illegible]

تحریر [illegible] ۱۲۱۳

بنام [illegible] [illegible] دیوان بنگلور [illegible] [illegible]

حکم دیا جاتا ہے کہ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] مطابق
تنخواہ دی جائے۔ اور [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

نہ کرے۔ اور جو بھی چیزیں اس سفر سرکار کے لئے دی جائیں ان کی باضابطہ رسید حسب دستور حاصل کی جائے۔

خط نمبر ۱۴۵

بنام خواجہ عباد خاں، خواجہ عظیم اللہ خاں۔ [illegible] ربیع الثانی ۔ [illegible] جولائی [illegible]

"محمد علی خاں، اسماعیل بیگ، [illegible]"

"کہا جاتا ہے کہ آپ لوگ [illegible] تہذیب کے ساتھ یہاں تشریف لائیں اور آتے وقت جس قدر سوار لا سکتے ہوں انہیں ساتھ لائیں۔ ان سب کے لئے ان کے حسب حیثیت اور سرکار خداداد کے قانون کے مطابق ملازمت دی جائے گی"

خط نمبر ۱۴۶

بنام میر محمد صادق۔ دیوان حضوری۔ ۲۶ ربیع الثانی ۔ ۹ جولائی [illegible]

حکم دیا جاتا ہے کہ [illegible] کی مردم شماری اور جنس و سامان کی جانچ اور اس کی اطلاع [illegible] دی جائے۔

تبصرہ

اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے کرک پیٹرک لکھتا ہے۔

"سلطان کا مقصد غالباً یہ معلوم کرنا تھا کہ لوگوں کے پاس کس قدر مال و دولت ہے تاکہ کوئی بہانہ نکال کر اپنا خزانہ بھر لے۔"

مگر اس کے نیچے حاشیہ میں ہی کرک پیٹرک لکھتا ہے۔

اس حکمنامہ میں واضح طور پر لفظ زربا ، وپیہ نہیں ہے - اس لیے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس حکم سے سلطان کا مقصد کیا تھا ۔
سلطان نے جس مقصد سے مردم شماری کا حکم دیا تھا ۔ ممکن ہے کہ اس خط میں اس کی تفصیل ہو ۔ معلوم ہوتا ہے کہ کرک پیٹرک نے اس کو عمداً نظر انداز کر دیا ہے ۔ قاضیوں کے نام جو حکمنامہ ہے (اور جو اسی کتاب میں کسی اور جگہ دیا گیا ہے) اس میں مردم شماری کا مقصد بالکل واضح ہے ۔
میر صادق کو دیوان حضوری لکھا گیا ہے ۔ اس وقت یہ شخص اسی عہدہ پر تھا یعنی حضور سیکرٹری ۔ اس کو بعد میں آصف بنایا گیا ۔

خط نمبر ۳۱۷

بنام برہان الدین (۹ ردریائی - ۱۲ جولائی ۱۷۸۶ء)
حکم دیا جاتا ہے کہ شیخ انصر کے بھائی شیخ بڈھن کے ماتحت ایک رسالہ دے کر انہیں دہاڑ وارڈ میں تعینات کر دیں ۔ اور یہ بھی حکم دیا جاتا ہے کہ کمٹور کے واسائی اور دوسرے یرغمالوں کو بہ حفاظت چیتل درگ بھیج دیا جائے ۔

خط نمبر ۳۱۸

بنام شمس الدین خاں و غلام حیدر داروغہ توشک خانہ سرنگاپٹم ۔ (۱۴ ردریائی - ۱۷ جولائی ۱۷۸۶ء)
کتاب فخر الشیوخ کی ایک جلد بذریعہ ڈاک بھیجی جاتی ہے ۔ حکم دیا جاتا ہے کہ

کاتبوں سے اس کتاب کی چالیس نقلیں نہایت خوشخط کرائی جائیں۔ اور پھر آگے اور پیچھے پندرہ پندرہ سادہ ورق لگا کر جلدبندی کرائی جائے۔ تاکید ہے کہ یہ کام جلد کرایا جائے۔ نقلیں یہاں حضور میں بھیجیں۔ اور اپنے محکمہ کے رجسٹر میں اس امر کا اندراج کر لیا جائے۔

چندروز پہلے تم کو یہاں سے کتابیں اور ایک فہرست بھیجی گئی تھی۔ فہرست کے مطابق جائزہ لے کر انہیں ہمارے کتب خانہ میں داخل کریں۔ اور اس محکمہ کے رجسٹر میں ان کے نام درج کئے جائیں۔ ان کتابوں میں سے سات کتابیں ہمارے پاس ہیں۔

تبصرہ

کرک پیٹرک اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

غالباً یہ کتابیں سلطان کو ادہونی کے کتب خانہ سے ملی ہونگی۔ جو سادات بنگس کا تھا۔ کتاب فخرالشیوخ کے متعلق لکھتا ہے کہ اس میں "ایک متقی مسلمان کے فرائض کیا ہونے چاہئیں" لکھا ہوا تھا اور چونکہ یہ سلطان کا پسندیدہ مضمون تھا۔ اس نے تقسیم کی غرض سے اس قدر نقلیں تیار کرائیں۔

میجر اسٹوارٹ نے سلطانی کتب خانہ کی جو فہرست تیار کی تھی۔ اس کے صفحہ ۷۵ پر اس کتاب کا ذکر ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب میں جہاد سے متعلق احکام ہیں۔ اسی لئے کرک پیٹرک نے اس کو سلطان کا پسندیدہ مضمون لکھا ہے۔ حسن نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ سلطانی

کتب خانہ میں ہر علم و فن کی دو ہزار کتابیں تھیں۔

خط نمبر ۳۱۹

نام رن مست خاں۔ حاکم کرنول (۱۲؍ رمضان المبارک ۵؍ جولائی ۱۷۸۶ء)

اطلاع دی جاتی ہے کہ آپ کے وکیل دھرم داس کو رخصتی پروانہ دے دیا ہے تاکہ وہ وہاں پہنچ کر آپ کو حالات موجودہ سے واقف کرے۔ اور دونوں وقتوں کے درمیان جو دوستانہ تعلقات ہیں۔ ان کو زیادہ ترقی دے۔

خط نمبر ۳۲۰

نام برہان الدین (از کیمپ کرگور) (۲؍ ردیانی ۱۰؍ جولائی ۱۷۸۶ء)

حکم دیا جاتا ہے کہ اگلے حکم نامے کے مطابق شیخ ٹہن کے رسالہ کو کٹھور سے ل کر دھارواڑ میں تعینات کریں۔ نیز وہاں کے عامل عرنا نرسنگ راؤ کو تمہارے پاس ر حفاظت سے رکھیں۔ اور شیر خاں کو جو عامل کٹھور ہیں۔ ان کو دھارواڑ کی عملداری بھیجا جائے۔ اور ساتھ ہی محمد غوث خاں کو بھی دھارواڑ بھیج دیں۔

یہ بھی اطلاع دی جاتی ہے کہ عنقریب گنگ کرک ناتھ کے قریب دریا تنگ بھدرا کو عبور کرکے تم سے آکر جلد مل جائیں گے۔ تم دشمن پر حملہ کرنے میں مت کرو۔ اس وقت ہمارا شاہی کیمپ کرگور (Kargoor) میں ہے۔ کٹھور کا قلعہ مسمار کرکے وہاں کے دستے کو اپنے پاس بلالیں۔

خط نمبر ۳۲۱

بنام صوبہ دار محمد علی (۲۴ اردیبانی = ۱۷ جولائی ۱۷۸۶ء)

تمہارے دونوں خط ملے جن میں تم نے لکھا ہے کہ اُس داروغہ اجناس جس نے تمہارے علم و حکم کے بغیر بیلوں کو چرنے بھیج دیا تھا۔ اور دشمن انہیں پکڑ لے گیا، جب تم نے نظر بند کر دیا۔ تو محمد کاظم نے برہان الدین سے سفارش کر کے اس کو رہا کرا لیا۔

ہم نے پہلے بھی حکم دیا تھا۔ اور اب پھر حکم دیا جاتا ہے۔ کہ داروغہ مذکور کو ہماری ملازمت سے نکال دیا جائے۔ اور دوسرے آدمی کو اس کی جگہ بھرتی کیا جائے۔

ہمارا شاہی کیمپ اس وقت دریائے تنگ بھدرا کے کنارے ہے۔ اور بہت جلد تمہاری جانب آئے گا۔ ٭

خط نمبر ۳۲۲

بنام غلام حسین خان بنشورہ دم بنگلور (۲۸ اردیبانی = ۲۱ جولائی ۱۷۸۶ء)

حکم دیا جاتا ہے۔ کہ کامائیون (مزدوروں) کو ملازم رکھ کر احمدی فوج کے مکانات (بارکس) تعمیر کرائیں۔ اور اس جگہ سامان رسد کی فراہمی کا انتظام بھی کیا۔ چونکہ اس وقت قلعہ میں کام ہو رہا ہے۔ اس لئے تم کو چاہئے کہ قلعہ دار کے ساتھ مل کر پہر چیز کا بغور معائنہ کرو۔ اور اپنی رپورٹ قلعہ دار کے ساتھ مل کر

ارکرو ۔ اور باقی تمام کام اُن تحریری احکام کے مطابق کئے جائیں ۔ جو تم کو
ے دیئے گئے تھے ۔

خط نمبر ۳۲۳

م قطب الملک ۔ فوجدار ادھونی (۱۸ اردریائی = ۱۲ جولائی ۱۷۸۶ء)

حکم دیا جاتا ہے ۔ کہ مرسلہ "احکام ۔ دلائل و افادیت و احوال" اس ملاقہ
ہونی) میں مسلمان باشندوں میں تقسیم کریں ۔ اور حیدر آباد اور اورنگ آباد کے
دں میں بھیج کر تقسیم کرائیں ۔

تبصرہ

اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے کرک پیٹرک لکھتا ہے ۔ "احکام ۔ دلائل و افادیت و احوال" سے مراد اعلان جہاد ہے ۔ نہ صرف اعلان جہاد بلکہ کتاب فتح المجاہدین کے پہلے تین باب ہزاروں کی تعداد میں نقل کرا کے سلطان نے تقسیم کرائے تھے ۔ چنانچہ یہ نقلیں بالعموم ہر جگہ مل جاتی ہیں ۔" (محمود) لیکن یہ معلوم نہیں ہوتا ۔ کہ اس اعلان جہاد کے تقسیم کرنے کے باوجود بھی ہندستان کے مسلمانوں نے اس پر کوئی توجہ کی ہو یا نہیں ۔ اور یہ کہ سلطنت خداداد میں آکر وہ لوگ آباد ہوئے یا نہیں ۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے ۔ کہ اس وقت مرہٹہ طاقت سیندھیا کے ماتحت تھی ۔ اور ہندستان میں از سرِ نو چھا رہی تھی ۔ اور مسلمان اس کی مدافعت میں لگے ہوئے تھے ۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ارکاٹ

حیدر آباد اور پونا کی حکومتیں جو سلطنت خداداد کی سرحدوں پر تھیں انہوں نے ان مسلمانوں کو جو جانا چاہتے تھے۔ انہیں روک دیا ہوگا۔ یا ان کے خوف سے مسلمان خود نہ آئے ہوں گے،، (کرک پیٹرک صفحہ ۳۵۳)

کرک پیٹرک کا یہ نوٹ خود ہی تشریح طلب ہے۔ اس نے لکھا ہے۔ کہ مرہٹہ طاقت ہندوستان میں از سرِ نو چھا رہی تھی" اس سے مطلب یہ ہے کہ ۱۷۶۱ء میں جب مرہٹہ طاقت پورے ہندوستان پر چھا چکی تھی" تو احمد شاہ ابدالی نے میدان پانی پت میں اس طاقت کو توڑ دیا تھا لیکن اس کے واپس چلے جانے کے بعد مرہٹوں کے پیشوا مادھو راؤ کی قیادت میں نشاۃ ثانیہ مل گئی۔ لیکن جب ۱۷۷۲ء میں اس کی وفات ہوئی تو پونا میں پیشوائی کے لئے خانہ جنگی شروع ہوئی۔ تو مرہٹہ سردار اپنی اپنی جگہ آزاد ہونا شروع ہو گئے۔ ان میں سیندھیا والئے گوالیار کی طاقت سب سے زبردست تھی۔ اس نے دہلی پر قبضہ کر لیا۔ اور برائے نام شہنشاہ شاہ عالم الہ آباد سے انگریزوں کی سرپرستی سے قلعہ کی سرپرستی میں آ گیا لیکن شمالی ہند کے مسلمان سردار سیندھیا سے ناراض تھے۔ اور ہر جگہ سیندھیا اور مسلمانوں میں لڑائیاں ہو رہی تھیں مسلمان چونکہ متحد نہ تھے انہیں کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ مسلمانوں کی وہ طاقت جو دکن میں تھی جس کو حیدر آباد کہا جاتا ہے۔ اس کو شمالی ہند کے واقعات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اس نے اس میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ اس

کی ساری توجہ بجائے شمال کے جنوب میں مغلائی سلطنت خداداد
کے مٹانے پر لگی ہوئی تھی۔ اور اس مقصد کے لئے وہ پونا کی مرہٹہ قوت
سے ملی ہوئی تھی۔ ان حالات میں شمالی ہند کے مسلمان
سلطنت خداداد میں کس طرح آ سکتے تھے؟ اب رہا کرناٹک کا علاقہ
اس کا نواب والاجاہ محمد علی انگریزوں کی حمایت میں تھا اور پورا
کرناٹک انگریزوں کے ماتحت تھا۔ اس کے بعد وہ علماء کے وظیفہ
سجادہ نشین اور پیر و مشائخ تھے جو مسلمانوں کو خود سلطنت خداداد
کے اندر یا باہر جہاد پر آمادہ کر سکتے تھے لیکن انہیں اپنے گوشہ عافیت
سے نذرانوں کو چھوڑ کر نکلنا گوارا نہ تھا۔ اس کے متعلق اسی کتاب
میں کسی اور جگہ مفصل لکھا گیا ہے۔ محمود)

خطاب قطب الملک کے متعلق کرنیل کرک پیٹرک لکھتا ہے سلطان
نے اپنی حکومت میں کبھی کسی کو کوئی خطاب نہیں دیا۔ ہاں وہ خطابات
جو پہلے سے چند خاندانوں میں چلے آتے تھے باقی رہ گئے۔ ممکن ہے
کہ قطب الملک کا خطاب بھی اسی طرح قدیم ہو اور ممکن ہے کہ اسے چند
دیوان مذکور کو خطاب بھی قدیم سے چلا آتا ہو۔ سلطنت مغلیہ جب
تک طاقتور تھی یعنی شہنشاہ عالمگیر اورنگ زیب کے عہد تک خطابات
نہایت احتیاط اور بڑی چھان بین کے بعد شخصیتوں کی لیاقت، قابلیت اور
حسن خدمت کے عوض دیئے جاتے تھے لیکن اس سلطنت کے
دور انحطاط میں یہ شے باقی نہ رہی۔ اور خطابات ہر کس و ناکس کو دیئے

جانے لگے، یہاں تک کہ سلطنتِ مغلیہ کے صوبہ داروں نے بھی اپنی جانب سے خطابات دینے شروع کر دیئے۔ جس کی مثال حیدرآباد سے مل سکتی ہے۔ یہاں تک کہ "الامرا" کا خطاب جو صرف شہنشاہ ہندوستان دے سکتا تھا، حیدرآباد میں دیئے جانے لگا جیسے اعظم الامرا اور شمس الامرا، وغیرہ۔

عام طور پہ یہ خطابات بہادر سے شروع ہو کر جنگ۔ الدولہ۔ و الملک پر ختم ہوتے ہیں اور خان کا خطاب عرف بہادری کا وصف نمایاں کرنے کے لئے دیا جاتا تھا۔"

یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ ٹیپو سلطان نے اپنے دورانِ حکومت میں باوجود ایک مطلق العنان شہنشاہ ہونے کے کسی کو کوئی خطاب نہیں دیا۔ اس لئے کہ اس نے اپنی مملکت میں جاگیرداری اور زمینداری[1] کے سسٹم کو ہی اُڑا دیا تھا۔ البتہ بہت سے ناموں کے ساتھ "خان" لکھا جاتا تھا۔ جیسے غلام علی خان۔ بدرالزمان خان۔ میر قمرالدین خان

---

[1] غریب کاشتکار جو نامعلوم عرصہ سے زمینداروں کے ظلم و ستم کو سہہ رہے تھے سلطان کی ان اصلاحات سے میسور میں پہلی دفعہ آزاد ہوئے۔ اور زمین پر ان کی ملکیت تسلیم کی گئی (ریتھک سوسائٹی جرنل اکتوبر ۱۹۱۶ء) سلطان نے زمینداری سسٹم ختم کرنے کا جو بیج بویا تھا۔ وہ آج ابھی ڈیڑھ سو سال بعد بار آور ہو رہا ہے۔ ملک میں آج تحریک ہو رہی ہے کہ زمینداری سسٹم جو ملک کیلئے ایک عذاب ہے۔ اس کو ختم کر دیا جائے۔ اس سے ثابت ہے کہ اس تحریک کا بانی بھی ٹیپو سلطان شہید ہی ہے۔ (محمود)

وغیرہ جن سے صرف ان کی اعلیٰ قابلیت اور میدانِ جنگ میں ان کی بہادری کا اقرار تھا لیکن یہ لفظ "خان" بھی صرف چند ناموں کے ساتھ اور وہ بھی بالکل محدود طور پر رائج تھا - اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سلطنت خداداد میں کسی کے نام کے ساتھ بہادر کا خطاب بھی استعمال نہیں ہوا - شاید اُس کی وجہ یہ ہو کہ حیدر علی کو لوگ عام طور پر بہادر، بہادر صاحب یا نواب بہادر کہتے تھے - اور حیدر علی نے جو فرامین، احکام اور سندات جاری کیں، ان میں نام کے ساتھ "نواب" اور "خان بہادر" لکھا جاتا تھا - جیسے نواب حیدر علی خان بہادر، اور یہ وہ خطابات تھے - جو حیدرآباد کے صوبہ دار صلابت جنگ نے سفارش کر کے شہنشاہِ ہند سے دلائے تھے -

لیکن زمانہ کے اُلٹ پھیر نے ان خطابات یعنی خان اور بہادر کو جس عزت و توقیر کا حامل بنا دیا ہے - وہ محتاجِ تشریح نہیں -

خط نمبر ۳۲۴

بنام محمود علی خاں (۲۰ دریائی = ۲۳ جمادی الاول ۱۲۰۱ھ)

ہم نے پہلے بھی حکم دیا تھا - اور اب پھر لکھا جاتا ہے کہ ہم نے خواہش ظاہر کی تھی - کہ جو جہاز اب زیرِ تعمیر ہے، اس پر تانبے کی چادریں چڑھائی جائیں تاکہ وہ مضبوط اور دیرپا ہو جائے - لیکن اس سے پہلے تم کو تحقیق کر لینا چاہئے - کہ تانبے کی چادر چڑھانے سے جہاز مضبوط ہو سکتا ہے یا نہیں - ایسا نہ ہو - کہ تانبا کھارے

پانی میں رد عمل کریگے جہاز کو کمزور کر دیگے۔ اگر یہ معلوم ہو جائے۔ کہ چادر چڑھانے سے جہاز مضبوط ہو سکتا ہے۔ تو چادر چڑھائیں۔ ورنہ چادر نہ چڑھائیں۔"

تبصرہ

اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے کرک پیٹرک لکھتا ہے:۔

"جس جہاز کا سلطان نے ذکر کیا ہے۔ وہ شاید وہی جہاز ہوگا۔ جو سلطان خاص ہرمالی تجارت کے لئے بنا رہا تھا۔ مجھے معلوم ہے کہ سلطان نے بہت سے جہازات صرف ساگوان کی لکڑی کے بنائے تھے۔ اور یہ حیرت ناک طور پر نہایت مضبوط اور دیرپا ثابت ہوتے ہیں۔"

اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت خداداد کے بہت سے جہازات بھی ۱۷۹۲ء کی جنگ اور آخری جنگ (۱۷۹۹ء) کے بعد انگریزوں کے ہاتھ لگے تھے۔

خط نمبر ۳۲۵

بنام برہان الدین (۲۳ر دریائی ۲۶=ر جولائی ۱۷۸۶ء)

چند دن کے بعد جبکہ راستے سفر کے قابل ہو جائیں، شیخ بڈھن کے رسالہ کو جس پیاسندہ ہے دہاڑ دار بھیجدو۔ اور اس کی جگہ شیخ حمید کے رسالہ کو وہاں سے بلالو۔ اور اسی کے ساتھ دہاڑ واڑ کے قلعہ دار کو حکم دو کہ شیخ حمید کے رسالہ کی نگرانی پر نیکبٹ رنگیا اور اس کے بارہ دوسرے ساتھیوں کو بھی تیار

پاس بھجوا دیا جائے۔ ان لونیوں کی سخت حفاظت کریں۔ تم کو چاہیئے کہ کیمپ ایسے مقام پر ڈالو جہاں بارش پانی سے محفوظ ہو۔ ہمارا خادم بلوہ کرکرنا تھ سے بہت جلد تمہارے پاس پہنچ جائیگا۔

خط نمبر ۲۳۳

بنام قطب الملک، قطب الدین علی خان بہادر ارشاد دیوانی ۲۸ جولائی

بافعل سرکار عالی میں ایک چھوٹا سا کام ہو رہا ہے۔ تھوڑے عرصہ کے لئے وہاں سے ایک مہرکن کو بھیجئے۔

تبصرہ

کرک پیٹرک اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں مہرکنی کا کام دہلی میں نہایت عمدہ ہوتا تھا۔ اسی سبب سلطان نے قطب الملک کو لکھا تھا۔ شمالی ہند میں یہ ایک عام رواج ہو گیا تھا کہ ہر شخص جو اعلی درجہ کی مہر بنانا چاہتا تھا وہ دہلی یا لکھنؤ میں قیمتی پتھروں سے کام لیتا تھا۔ ان مہرکنوں میں محمد صالح نامی مہرکن بہت مشہور تھا جو خط نستعلیق میں سختی سے نفیس حروف کندہ کرتا تھا۔ اس کی بنائی ہوئی مہریں کہیں نہیں ملتی تھیں۔ مہرکنی عموماً نرم پتھر پر فی حرف ایک روپیہ اور سخت پتھر جیسے زمرد وغیرہ پر فی حرف تین روپے لیا کرتا تھا۔

خط نمبر ۳۲۷

بنام میر معین الدین - (۲۶ ربیع الثانی ۱۲۰۰ھ = ۲۹ جولائی ۱۷۸۶ء)

(پروگرام کے مطابق) کل تمہارا کیمپ مقام "داروجی" (Daroji) میں ہوگا۔ تم کو چاہیئے کہ (اپنی) ماتحت فوج میں تنخواہ تقسیم کر دو۔ پرسوں تم کو ایسے مقام پر کیمپ کرنا ہوگا، جہاں جانوروں کے لئے چارہ اور پانی کثرت سے موجود ہو۔ اس کے دوسرے دن ہوس پیٹ (Hospet) میں قیام کرو۔ جہاں تم کو ہمارے احکام مل جائیں گے۔

خط نمبر ۳۲۸

بنام رن مست خاں - حاکم کرنول۔ (۱۶ رمضان المبارک ۱۲۰۰ھ = ۱۳ جولائی ۱۷۸۶ء)

اطلاع دیجاتی ہے۔ کہ ادھونی کی فوجداری قطب الدین خاں کو دی گئی ہے ہمارے حکم کے مطابق خانِ مذکور اپنے یا دو معتمدوں کو قمرنگر میں سواروں کی بھرتی کے لئے متعین کریں گے۔ آن مہربان کی دوستی سے اُمید ہے۔ کہ اپنے افسروں کو تاکید کر دیں گے کہ ان معتمدوں کے کام میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالیں، بلکہ ہر ممکن مدد پہنچائیں

تبصرہ

(دکن کے مسلمان کرنول کو قمرنگر کہتے تھے۔ یہ نام شہنشاہِ عالمگیر اورنگ زیب کا دیا ہوا تھا۔)

خط نمبر ۳۲۹

بنام قطب الدین خاں۔ فوجدار ادھونی (۲۹ ربیع الثانی = یکم اگست ۱۷۸۶ء)

آپ نے تجویز کی ہے۔ کہ خطبہ میں ہمارا نام پڑھا جائے۔ خطبہ کے متعلق قانون یہ ہے:۔

"خطبہ میں سب سے پہلے خدا کی حمد اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ہو۔ اور اس کے بعد ایک ایسے بادشاہ کا نام لیا جائے۔ جس کی زندگی کا مقصد ہی یہ ہو۔ کہ اسلام کی خدمت کرے۔ اور اس کی شان وشوکت بڑھانے کے لئے اپنی جان دینے کو ہمیشہ تیار رہے ایسے سلطان دین کا نام خطبہ میں پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔"

ان قاصر العقلوں کو کیا کہا جائے۔ جو شاہ عالم کا نام خطبہ میں پڑھتے ہیں جبکہ اس کی اصل حالت یہ ہے۔ کہ وہ سندھیا مرہٹے کا غلام بن کر پندرہ ہزار روپیہ پنشن لیتا ہے۔ اور برائے نام شہنشاہ ہے۔ اور اقتدار کی حیثیت سے بالکل صفر ہے ان حالات میں جبکہ یہ دوسروں کا تابعدار ہے۔ اور آزاد نہیں ہے۔ تو قواعد اسلام کی رو سے یہ سخت گناہ ہے۔ کہ اس کا نام خطبہ میں پڑھا جائے۔ لہذا آپ کی تجویز کے مطابق اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ آئندہ ہمارا نام خطبہ میں پڑھے۔

تبصرہ

اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے کرک پیٹرک نے لکھا ہے:۔

معلوم ہوتا ہے۔ کہ سلطان نے بہت پہل اسی زمانہ میں خطبہ میں اپنا

نام پڑھے جانے کا حکم دیا۔ اگر اس سے پہلے پڑھا جاتا تھا تو قطب الملک
کو راستہ پیش کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔"

کرک پیٹرک کو افسوس ہے کہ:

"سلطان نے اب کھلم کھلا شہنشاہ ہند کے اقتدار کو پس پشت ڈال دیا۔ حالانکہ تمام ہندوستان میں شہنشاہ ہند کا نام ہی خطبہ میں پڑھا جاتا تھا۔"

اسی کتاب میں کسی اور جگہ لکھا گیا ہے کہ اس وقت بیچارے شہنشاہ شاہ عالم کی حالت کیا تھی۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تمام ہندوستان میں اس وقت سلطان سے بڑھ کر اقتدار و طاقت میں کوئی نہیں تھا۔ اس لئے خطبہ میں اپنا نام پڑھوانے میں وہ حق بجانب تھا۔ اسی غرض سے اس نے خطبات جمعہ کی ایک کتاب "مؤید المجاہدین" کے نام سے لکھوائی جس میں جمعہ کے ۱۵ خطبے اور عیدین کے دو خطبے ہیں۔ اور ہر خطبہ میں مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کیا گیا ہے
خطبات جمعہ کی اس کتاب کے دیباچہ میں سلطان نے اپنی جانب سے یہ عبارت لکھی ہے:

"اس زمانہ میں کہ تیرھویں صدی ہجری ہے۔ اور اس وجہ سے کہ سلطنت تیموریہ دہلی پر خانہ زادوں اور نوکروں کی نمک حرامی کی وجہ سے تباہی آگئی ہے۔ اور ایک غیر قوم دن بدن غلبہ پاتی ہوئی ملک پر مستولی ہوتی جا رہی ہے۔ اور خطۂ ہند کے باشندے کسب و کمال

اور وہ شناسیں اور احکام مذہب سے بے نیاز ہو گئے ہیں۔ اس لئے بحکم سلطانی ان خطبات کی فارسی زبان میں ترجمہ کی جاتی ہے۔ اب تک خطبات عربی زبان میں مروج تھے لیکن اکثریت اس زبان سے نا آشنا ہو گئی ہے۔ اس لئے فارسی کو موزوں خیال کیا گیا۔"

بہر طور سلطان نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرح مکاری سے کوئی کام نہیں لیا۔ جو بظاہر تو شہنشاہ ہند کی تابعدار تھی۔ اور باطن میں اس کی سلطنت کی جڑیں اس کے ہی صوبہ داروں کے ذریعہ کھوکھلی کر رہی تھی۔ بلکہ خود اس کی توہین کر رہی تھی۔ تو دوسری طرف اس ملک کے صوبہ داروں کا عزل و نصب جس کا اختیار صرف شہنشاہ کو حاصل تھا، اپنے ہاتھ میں بغیر اس کی مرضی کے لے چکی تھی۔ سراج الدولہ، میر جعفر اور میر قاسم سے جو کچھ سلوک کیا گیا۔ تاریخ کے صفحات ابھی تک اس کی گواہی دے رہے ہیں۔

ادھر ٹیپو کو الزام دیا جاتا ہے کہ اس نے شہنشاہ ہند کے نام کے عوض اپنا نام خطبہ میں پڑھوایا۔ لیکن اسی زمانہ میں بلکہ اس سے چند ماہ پیشتر ہی ایسٹ انڈیا کمپنی نے اسی شہنشاہ ہند کا تابع ہوتے ہوئے اس کو جو سالانہ خراج دینا قبول کیا تھا، وہ بھی یک لخت سے بند کر دیا تھا۔

لہ ایڈمنڈ برک نے ۴ اپریل ۱۷۸۵ء کو پارلیمنٹ میں جو تقریر کی تھی اس میں کمپنی کی اس حرکت کو واضح کیا ہے۔ (صفحہ ۴۹۰ - ایسیا نولان ایشیا از میڈلینس)

ایک تو وہ زمانہ تھا کہ خطبہ میں صرف مروانِ عمرؓ کا نام پڑھنا سزاوار سمجھا جاتا تھا۔ اور ایک زمانہ یہ ہے۔ کہ مسلمان محکوم والیان ریاست کو بھی "خلیفۃ المسلمین" کا خطاب دینے پر تیار ہو جاتے ہیں۔

خط نمبر ۳۳

بنام بدرالزمان خان (۲۹ دریائی۔ یکم اگست ۱۸۸۶ء)

اطلاع دیجاتی ہے۔ کہ ہمارا خاص جلوگنگ کرک ناتھ کے قریب دریا پار کرکے جلد وہاں پہنچیگا۔ اب بارش کا موسم ہے۔ آپ کو چاہئے۔ کہ فوج کو مجتمع رکھتے ہوئے دشمن کی سرزنش میں لگے رہیں۔ ہم نے سدا سیو گڑھ اور سوندہ کے ناظم ڈاک کو معطل کر دیا ہے۔ نیا ناظم ڈاک جلد بھیجدیا جائیگا۔

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں ملک مبارک علی نے چھپا کر گوشۂ ادب لاہور سے شائع کیا